وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (بنی اسرائیل ۸۲)

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے

فضائل قرآن مجید

(مع خلاصہ تجوید القرآن)

تالیف

ابوعاصم غلام حسین ماتریدی

مکتبۃ المصطفیٰ

8 کیسل سٹریٹ، برائرفیلڈ، لنکاشائر، برطانیہ

ادارہ رضائے مصطفیٰ دارالاسلام کوجرانوالہ

جامعۃ النور آسٹن انڈر لائن مانچسٹر، برطانیہ

نام کتاب .... فضائل قرآن مجید

تالیف .... ابوعاصم غلام حسین ماتریدی

زیراہتمام .... قاری غلام مصطفیٰ

کمپوزنگ .... حلیمہ سعدیہ، محمد عبداللہ، محمد مجتبیٰ

بتعاون .... محترم حاجی شمشیر احمد صاحب برنلے برطانیہ

سن اشاعت ۱۴۳۶ء ۲۰۱۵ء

ملنے کے پتے

8 کیسل سٹریٹ، برائرفیلڈ، لنکاشائر، برطانیہ

ادارہ رضائے مصطفیٰ دارالاسلام کوجرانوالہ

جامعۃ النور آسٹن انڈر لائن مانچسٹر، برطانیہ

فہرست مضامین

تعارف وتبصرہ

قرآن مجید کے فضائل، آداب، تاریخ، تدوین، تاثیر قرآن، مضامینِ قرآن، فضائل حفظ قرآن، عجائب وغرائب قرآن، قراۃ قرآن، تفاسیر ومفسرینِ قرآن، قرآن پاک کی سورتوں وآیات کے علیحدہ علیحدہ خواص واثرات وفضائل غرضیکہ ہر موضوع پر کتب موجود ہیں، لیکن محترم ابو عاصم غلام حسین ماتریدی صاحب نے قارئین کی سہولت کیلئے ان تمام موضوعات اور دوسرے کئی علمی مسائل وموضوعات کو اپنی اس کتاب کے آٹھ ابواب میں جمع کر دیا ہے۔ اندازِ تحریر نہایت سادہ، عام فہم اور شستہ ہے۔ دلائل وبراہین کو عمدہ پیرائے اظہار میں مرتب کیا گیا ہے۔ محققین ومقررین کیلئے تحفہ بیش بہا ہے۔ آٹھ ابواب انمول جواہر پارے ہیں، ان آٹھ ابواب کا مختصر خاکہ ماتریدی صاحب نے یوں پیش کیا ہے:

پہلا باب: تعارفِ قرآن وتاریخ نزولِ فرقان

دوسرا باب: عظمتِ قرآن مجید

تیسرا باب: قرآنِ کریم پڑھنے پڑھانے کے عمومی فضائل

چوتھا باب: قرآن کی بعض سورتوں اور آیتوں کے خصوصی فضائل

پانچواں باب: آدابِ تلاوتِ قرآن مجید

چھٹا باب: مراتبِ تعلیماتِ قرآن مجید

ساتواں باب: حاملینِ قرآن کی فضیلت

آٹھواں باب: علماء سو کے شر اور ریاکاری کی مذمت

اور خاتمہ کتاب میں فضائلِ دعا، آدابِ دعا اور قرآنی دعائیں درج کی ہیں

ماتریدی صاحب کی یہ تحقیقی کاوش ہر لحاظ سے قابلِ ستائش ومطالعہ ہے۔ دیارِ غیر میں بیٹھ کے

آپ جو علمی، تحقیقی اور تصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ اللہ عزوجل آپ کی ان گرانقدر خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور مزید کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آپ کی دوسری تمام کتب کی طرح یہ کتاب بھی عمدہ کاغذ پر چھپی ہے۔ ظاہری و باطنی حسن سے مزین ہے۔ صفحات ۳۶۸، قیمت۔۔۔۔ ملنے کے پتے

مکتبۃ المرتضیٰ، مصطفی منزل، ۵۸بی بلاک کشمیر کالونی، جہلم

مکتبۃ النور آسٹن انڈر لائن مانچسٹر برطانیہ

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گجرانوالہ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ نومبر ۲۰۱۸ء

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قارئین کرام! قرآن مجید فرقانِ حمید وہ کتاب عزیز ہے کہ جس کا پڑھنا، سننا و سنانا اور دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنا فرض عین اور نجات ابدی کا ذریعہ ہے۔ اُمتِ مسلمہ تو اس کے بغیر ہرگز زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ اس کی زندگی کا مکمل دستور حیات ہے اور جو عزت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کتابِ لازوال کو اپنا مشعلِ راہ بنائے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن　　　نیست ممکن جز بقرآن زیستن

قرآن مجید کے بے شمار فضائل ہیں جو تین طریقوں سے بیان کئے گئے ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب مقدس کے فضائل بیان فرمائے ہیں جو قرآن مجید کی مختلف سورتوں اور آیتوں میں مذکور ہیں۔

(2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوتِ قرآن مجید اور تعلیم فرقانِ حمید کی متعدد حدیثوں میں فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

(3) صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے قرآن مجید کے فضائل و فوائد بکثرت منقول ہیں اور پھر ہر زمانہ کے علمائے دین نے ہر زبان میں اس ذیشان کتاب کے فضائل ذکر فرمائے ہیں اور بیشمار کتابیں اس موضوع پر تحریر کی گئی ہیں پھر بھی یہ دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید کے فضائل بیان کرنے میں اس کا حق ادا کر دیا ہے۔

ع، حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

قرآن کریم کے بہت سے حقوق ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں جن کا پورا کرنا

قرآن پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے:

(۱) قرآن پر ایمان لانا

(۲) تعظیم وتکریم کرنا

(۳) ترتیل سے پڑھنا

(۴) قرآن کو سمجھنا

(۵) قرآن کے احکام پر عمل کرنا

(۶) قرآن کو لوگوں (دوسروں) تک پہچانا

(۷) قرآن کو یاد رکھنا اور بھولنے نہ دینا۔

راقم الحروف نے کتاب ''عظمت قرآن'' ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ ستمبر ۱۹۹۵ء میں گمشدگی کے بعد دوسری بار حصول ثواب کی خاطر اور عام مسلمانوں کی بھلائی کے لئے تحریر کر کے شائع کی تھی۔ اس میں بہت سی اغلاط رہ گئی تھیں اب ان کو نکال دیا گیا ہے اور ایک نئی ترتیب اور بہت سے اضافوں کے ساتھ مرتب کیا گیا اور بہت سی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں تاکہ قارئین کو فائدہ ہو۔ انداز تحریر نہایت سادہ اور آسان ہے اور اس میں تمام باتیں مدلل مع حوالہ بیان کی گئی ہیں۔

مجھے اپنی بے بضاعتی کا پورا پورا احساس واعتراف ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام میری لغزشوں کی اصلاح کریں گے اور نکتہ چینی، عیب جوئی اور غلط تنقید وتنقیص سے گریز کریں گے۔

من بعجز وقصور معترفم نے چوناداں واحمق وخرفم

میں اپنی کمزوری اور کوتاہی کا اقرار کرنے والا ہوں نا سمجھ اور بے وقوف بے عقل

بوڑھے کی طرح نہیں ہوں۔

پیش ازیں گفتہ اند اہل سلف عذر مَنْ صَنَّفَ قَدِ اسْتَهْدَفَ

اس سے پہلے گزشتہ لوگوں نے عذر بیان کیا کہ جس نے تصنیف کی وہ نشانہ بن گیا۔

نہ کنی عیب گر تو بتوانی کہ در وحلہ بپوشانی

نہ کر عیب اگر تو کر سکتا ہے کہ تو اس کو جوڑا پہنائے۔

اسپ تازی اگرچہ بہ تازد لاشۂ خر خویشتن نیندازد

عربی گھوڑا اگرچہ تیز دوڑتا ہے کمزور گدھا بھی اپنے آپ کو نہیں گراتا۔

راقم نے اپنی استعداد کے مطابق فضائل قرآن بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِيْنًا وَّ فِي الْاٰخِرَةِ شَافِعًا وَّ فِي الْقَبْرِ مُؤْنِسًا وَّ فِي الْقِيَامَةِ صَاحِبًا وَّ عَلَى الصِّرَاطِ نُوْرًا وَّ فِي الْجَنَّةِ رَفِيْقًا وَّ مِنَ النَّارِ سِتْرًا۔

اے اللہ! قرآن کریم کو ہمارے لئے دنیا میں ہمنشیں، آخرت میں شافع، قبر میں غم خوار، قیامت میں مونس، پل صراط پر نور، جنت میں رفیق اور آگ سے پردہ بنا۔ آمین

ابوعطاء غلام حسین ماتریدی۔

۱۴۳۶ھ

۲۰۱۵ء

باب اول....... تاریخ القرآن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآن مجید کی تعریف:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

...وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۔[ق ۵۰:۱]

قسم ہے بزرگ قرآن کی۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ مقدس کلام ہے جس کو حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا اور جو مَصَاحِف (ورقوں) میں تحریر شدہ موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر کسی شک وشبہ کے متواتر طریقہ سے نقل کیا گیا ہے۔اور یہ مقدس کلام ہم تک بعینہ بغیر کسی کمی وبیشی اور تغیر وتبدل کے پہنچا ہے۔

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور متواتر بغیر کسی شک و شبہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے۔

اور ''قرآن'' لفظ ومعنی دونوں کا نام ہے۔(نورالانوار)

لفظ قرآن کے دو معنی ہیں ایک پڑھنا اور دوسرا جمع کرنا۔

اِنَّ الْقُرْاٰنَ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الْقِرَاءَةِ كَالْغُفْرَانِ بِمَعْنَى الْمَغْفِرَةِ ۔

کہ لفظ قرآن مصدر ہے بمعنی پڑھنا جیسے غفران مغفرۃ (بخشش) کے معنی میں ہے لہذا قرآن کریم کا معنی پڑھنا، قراءت کرنا اور تلاوت کرنا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۔[قیامۃ ۷۵:۱۸]

تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں (تو اس کے پڑھنے کو سنیں) پھر اس کی پیروی کریں۔

چونکہ قرآن مجید حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پڑھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر سنایا اور پڑھایا اور اب تک بار بار پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے اور قیامت تک پڑھا اور پڑھایا جاتا رہے گا، اسی لئے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لفظِ قرآن مصدر ہے اور جمع کرنے کے معنی میں ہے

حضرت سفیان اور ابن عیینہ فرماتے ہیں: قرآن کا نام اس لئے قرآن رکھا گیا ہے کہ حروف جمع کئے گئے تو کلمات بن گئے، کلمات جمع کئے گئے تو آیتیں بن گئیں، آیات کو جمع کیا گیا تو سورتیں بن گئیں اور سورتوں کو جمع کیا گیا تو قرآن مجید ہو گیا اور پھر تمام اگلوں اور پچھلوں کے علوم اس میں جمع کئے گئے ہیں۔(تفسیر کبیر)

قرآن مجید نزول سے قبل لوحِ محفوظ میں تھا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۔ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۔[بروج ۸۵:۲۱-۲۲]

بلکہ وہ کمال شرافت والا قرآن ہے۔لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ قرآن مجید نزول سے قبل لوح محفوظ میں تھا اور اب بھی ہے کیونکہ وہاں سے اس کو نقل کر کے اُتارا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّهُ فِيٓ أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۔[الزخرف ۴۳:۴]

اور وہ قرآن مجید ہمارے پاس لوح محفوظ میں ضرور بہت بلند دانائی کا مخزن ہے۔

اب رہی یہ بات کہ قرآن مجید کب اور کیسے لوحِ محفوظ میں تھا؟ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا یا جس کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہو، کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۔ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۔ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۔

[الواقعہ ۵۶:۷۷۔۷۸۔۷۹]

بے شک یہ ایک مکرم قرآن ہے جو ایک پوشیدہ کتاب (لوحِ محفوظ) میں (درج) ہے۔نہیں ہاتھ لگاتے اس کو مگر پاک لوگ۔

اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے لوحِ محفوظ میں تھا ایک روایت میں ہے کہ یہ قرآن کریم زمین وآسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس قبل لوحِ محفوظ میں لکھا گیا تھا۔(تفسیر جلالین)

چنانچہ حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار برس پہلے کتاب لکھی (یعنی لوح محفوظ میں فرشتوں کو لکھنے کا حکم دیا) اس کتاب میں سے وہ دونوں آیتیں نازل فرمائیں جن پر سورۂ بقرہ کا اختتام ہوتا ہے (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورۃ تک) یہ آیتیں جس مکان

میں تین رات تک پڑھی جاتی ہیں شیطان اس کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا۔

(مشکوۃ بحوالہ ترمذی، دارمی)

اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے سورۃ طٰہٰ اور سورۃ یٰسین پڑھی۔(الخ ۳)

لوحِ محفوظ کیا ہے؟

فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ ۔تو وہ اس کے ہاں عرش کے اوپر ہے۔

لوحِ محفوظ ساتویں آسمان سے اوپر فضا میں ہے اس کی لمبائی آسمان وزمین کے برابر اور چوڑائی مشرق ومغرب کے برابر ہے اور یہ ایک سفید موتی کا بنا ہوا ہے۔قرآن مجید میں أُمُّ الْكِتَابِ، كِتَابٌ مُّبِيْنٌ، فِيْ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ (اصل کتاب، بیان کرنے والی کتاب، روشن کتاب میں) وغیرہ الفاظ کا اطلاق اسی لوح محفوظ پر ہوا ہے۔

اور یہ کیا ہے؟ کس طرح کا ہے؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں:

مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ لوحِ محفوظ اسرافیل علیہ السلام فرشتے کی پیشانی میں ہے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ عرش کی دائیں طرف ہے۔

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے اوراق سرخ یاقوت کے ہیں اس کا قلم نور کا ہے اور اس کی کتاب بھی نور کی ہے۔اللہ تعالیٰ روزانہ دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ بے مثل نگاہ فرماتا ہے۔وہ پیدا کرتا ہے اور روزی دیتا ہے۔مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔عزت دیتا ہے اور ذلت دیتا ہے

اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (جامع البیان)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ لوحِ محفوظ ایمانداروں کے سینوں میں ہے۔ (درمنثور)

اس قسم کی اور بھی روایتیں ہیں مگر حق یہ ہے کہ اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا وہ جس کو چاہے بتادے، ہمارا اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید کا نزول:

قرآن کریم پر ایمان لانے کے لئے یہ جاننا اور ماننا اور اس پر اعتقاد و یقین رکھنا ضروری ہے کہ یہ کلام (قرآن کریم) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اسی قرآن کریم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی ہے اور یہ قرآن مجید بذریعہ وحی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ ۔ عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ ۔ بِلِسَانٍ عَرَبِىٍّ مُّبِيۡنٍ ۔ وَاِنَّهٗ لَفِىۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ ۔

[الشعراء۲۶: ۱۹۲ تا ۱۹۶]

اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامین لے کر اُترا تمہارے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔ روشن عربی زبان میں اور بے شک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں قرآن کریم کے متعلق چھ چیزیں اور چھ صفتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) قرآن حکیم رب کائنات کا نازل کردہ ہے۔

(۲) بحکم خدا جبریل امین لے کر اُترا ہے۔

(۳) قرآن کریم کا نزول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب منیر پر ہوا ہے۔

(۴) تا کہ اس قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں منکرین، کفار کو عذاب النار سے ڈرایا جائے۔

(۵) اس قرآن کی زبان صاف روشن عربی ہے جو سب زبانوں سے افضل ہے۔

(۶) قرآن کریم کا ذکر سابقہ نازل شدہ کتابوں میں بھی کیا گیا ہے جو کہ قرآن کی فضیلت کی دلیل ہے۔

مزید اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس کا نزول ماہ رمضان کی شبِ قدر میں ہوا ہے۔

نزول قرآن کا مہینہ:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ ..... [البقرہ ۲: ۱۸۵]

رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

یعنی نزول قرآن کے آغاز کا مہینہ ماہ رمضان المبارک ہے۔ شب نزول قرآن اور جس رات میں نازل ہوا، وہ ہزار مہینوں سے زیادہ افضل ہے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۔ [القدر ۹۷: ۱]

بے شک ہم نے قرآن کریم کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ۔ فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ ۔ [الدخان ۴۴: ۳-۴]

بیشک ہم نے اس قرآن کو ایک برکت والی رات میں اتارا، بیشک ہم (اپنے عذاب کا) ڈرسنانے والے ہیں۔اس رات میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر حکمت والے کام کا۔

اور پورے قرآن کریم کا نزول لوح محفوظ سے بیت العزت اسی برکت والی رات میں ہوا تھا۔اور بیت العزت آسمان دنیا پر ہے۔اس نزول قرآن کریم کی رات کے بارے میں صاحب تفسیر المراغی فرماتے ہیں:

پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس رات کو اپنے لئے عید بنائیں کیونکہ اس میں آسمانی دستور (قرآن) کے نزول کا آغاز ہوا ہے جس نے مسلمانوں کا رخ پھیر دیا۔اس نیک ونفع بخش جہت کی طرف۔

نیز لکھتے ہیں:

کہ بیشک یہ نزولِ قرآن کی رات مسلمانوں کے لئے عید ہے کیونکہ اس میں قرآن نازل ہوا ہے اور اللہ کے احسان وانعام پر شکرادا کرنے کی رات ہے۔(تفسیر مراغی)

مدت نزول قرآن کریم:

بیت العزت سے حسبِ ضرورت رسول اللہ ﷺ پر ۲۳ سال کی مدّت میں نازل ہوتا رہا۔اسی لئے قرآن کریم کا ایک حصہ مکّی اور دوسرا مدنی کہلاتا ہے۔جو حصہ ہجرت سے قبل نازل ہوا وہ مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوا وہ مدنی کہلاتا ہے۔مکی سورتوں کی تعداد ترا سی ہے اور مدنی سورتوں کی تعداد اکتیس ہے۔(مقدمہ جمل ص۶)

مکی حصہ میں اعتقادیات کا بیان زیادہ ہے۔خدا کی توحید، بت پرستی اور اوہام کی اطاعت کی مذمت، ذات وصفات کا ثبوت۔دلائل آفاق وانفس سے۔مرنے کے بعد نیک وبدکام کی جزاوسزاوغیرہ مدنی حصہ میں احکام زیادہ تر ہیں۔

قرآن پاک بتدریج اُتارا گیا:

قرآن مجید کا بتدریج اُتارنے میں صدہا حکمتیں تھیں جن میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے:

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔

[بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۶]

اور قرآن کریم کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اُسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا ہے۔(اس لئے تاکہ یاد کرنے اور بیان کرنے میں آسانی ہو)۔

اللہ تعالیٰ کفار کا اعتراض نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ج......

[الفرقان ۲۵:۳۲]

اور کہنے لگے کفار کیوں نہیں اتارا گیا ان پر قرآن ایک بار۔

اللہ تعالیٰ کفار کے اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ ج لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۔[الفرقان ۲۵:۳۲]

اس طرح کہ ہم مضبوط کردیں اس کے ساتھ آپ کے دل کو اور اس کے لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر کر اسے تلاوت فرمایا ہے۔

قرآن مجید بتدریج اتارنے میں آپ ﷺ کو تسلی دینا بھی مقصود تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ج......۔

[ہود ۱۱:۱۲۰]

اور یہ سب جو ہم بیان کرتے ہیں آپ سے پیغمبروں کی سرگزشتیں اس لئے ہے کہ ٹھہرائیں ان سے آپ کے قلب (مبارک) کو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔

[الحجر ۱۵:۲۱]

اور کوئی چیز کیوں نہ ہو اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم اس کو اتارتے ہیں ایک معین اور جچی تلی مقدار میں۔

جمع قرآن:

لفظ جمع قرآن کے دو معنی ہیں:

(۱) حفظ (قرآن) کرنا اور زبانی یاد کرنا۔

(۲) جمع قرآن سورتوں اور آیتوں کو ایک جگہ بالترتیب لکھنا اور مرتب کرنا ہے۔

یعنی پہلے معنی کی رو سے جمع قرآن سے مراد زبانی یاد کر لینا اور حفظ کر لینا ہے،

اور دوسرے معنی کے اعتبار سے قرآن کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ متفرق سورتوں آیتوں کو ایک کتابی صورت میں لکھ کر بالترتیب جمع کر دینا ہے۔

جمع قرآن بمعنی حفظ:

جمع قرآن کریم بمعنی حفظ کرنا، اس کا ثبوت، اس ارشاد خداوندی سے ملتا ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۔فَاِذَا

قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۔ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔[القیامہ ۷۵:۱۶۔۱۷۔۱۸۔۱۹]

اے حبیب آپ ﷺ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ آپ جلدی یاد کر لیں اس کو۔ ہمارے ذمہ ہے اس کو (سینہ مبارک میں) جمع کرنا اور اس کو پڑھانا۔ پس جب ہم پڑھیں تو آپ اتباع کریں (سنیں) اس پڑھنے کا۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا۔

اس آیت میں اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ (ہمارے ذمہ ہے اس قرآن کا جمع کر دینا) لفظ جمع کے معنی زبانی یاد کرنے، دل و دماغ میں محفوظ کر لینے کے ہیں۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اَیْ فِیْ صَدْرِكَ یعنی قرآن کریم کا آپ کے سینہ مبارک میں محفوظ کر دینا ہمارا کام ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس ارشاد خداوندی سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ کے سینہ میں جمع (محفوظ) کر دیا تھا اور اسے یاد کرا دینے اور محفوظ کرانے کا نام جمع کرنا ہے۔

لہٰذا حضور ﷺ سب سے پہلے قرآن مجید کے حافظ تھے اور پھر بکثرت صحابہ کرام نے بالترتیب قرآن حفظ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

...وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ز وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۔[طٰہٰ ۲۰:۱۱۴]

اور نہ عجلت کیجئے قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ پوری ہو جائے آپ کی طرف اس کی وحی، اور دعا مانگا کیجئے: میرے رب (اور) زیادہ کر میرے علم کو۔

سورہ القیامہ کی آیت نمبر ۱۶، ۱۹، اور سورۃ طٰہٰ کی ایک سو چودہ آیت میں طریقہ تعلیم

بھی بتایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى ۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى ۔

[الاعلیٰ ۸۷:۶۔۷]

عنقریب اسے ہم پورا تمھیں پڑھا دیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے مگر وہی جو اللہ چاہے۔ بیشک وہ جانتا ہے جو ظاہر ہے اور جو چھپا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ فِىۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ؕ ۔

[العنکبوت ۲۹:۴۹]

بلکہ وہ روشن آیتیں (نشانیاں) ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جو علم دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۔ [البینہ ۹۸:۲]

جو اللہ کے رسول ہیں سناتے ہیں پاک صحیفے۔

فِىۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۔[عبس ۸۰:۱۳]

ان صحیفوں میں جو عزت والے ہیں۔

جمع قرآن بمعنی کتابت

پہلی مرتبہ قرآن کریم کو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جمع کیا گیا تھا۔ جمع قرآن کا دوسرا معنی کتابت کرنا لکھنا ہے۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں نزولِ قرآن کے ساتھ ہی اس کی کتابت اور لکھنے کا دستور مقرر کر دیا تھا۔ اس کا ثبوت خود قرآن مجید اور حضور ﷺ کے

عمل مبارک سے ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر لفظ اَلۡكِتٰبُ ارشاد فرمایا ہے اور لفظ ''کتاب'' بمعنی مکتوب لکھی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ مثلاً:

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۔[البقرہ ۲:۲]

یہ وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

كِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ ......[الاعراف ۷:۲]

یہ کتاب آپ کی طرف اتاری گئی ہے۔

وَالطُّوۡرِ ۔ وَكِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۔ فِىۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۔[الطور ۵۲: ۱۔۲۔۳]

قسم طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی کھلے ورق میں۔

اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ۔ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ۔[الواقعہ ۵۶:۷۷۔۷۸]

بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے۔ محفوظ کتاب میں۔

چھونا اسی چیز کو کہتے ہیں جس کا چھونا ممکن ہو اور وہ چیز جسمانی شکل میں موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ۔[الواقعہ ۵۶:۷۹]

اس (قرآن) کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

ان شواہد و دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید حیاتِ مصطفی ﷺ میں جمع و تحریر کیا گیا تھا اگرچہ متفرق طور پر متفرق اشیاء پر تحریر تھا مگر حضور ﷺ کے ارشاد فرمودہ ترتیب کے مطابق لکھا گیا تھا۔ لہذا یہ کہنا بالکل غلط اور بے اصل بات ہے کہ قرآن مجید آپ ﷺ کی موجودگی میں جمع ہی نہیں ہوا تھا۔ نیز حضور ﷺ نزولِ قرآن کے وقت سے تا وصال شریف قرآن مجید کو حفظ کرنے اور حفظ کرانے کے ساتھ ہی اس کی کتابت بھی

کرواتے تھے۔ چنانچہ کاتبین صحابہ آپ کی ہدایت کے مطابق لکھتے جاتے تھے اور ہر سال ماہ رمضان میں دورہ قرآن بھی ہوتا تھا۔ کاتبین وحی کی تعداد چالیس سے زائد بیان کی جاتی ہے اور وہ سب حسب ضرورت قرآن کریم لکھا کرتے تھے۔

لہذا ثابت ہوا کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جمع ہو چکا تھا اور اس کا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے بہرحال حق بات یہی ہے کہ قرآن کریم عہد رسالت میں کتابی شکل میں لکھا جا چکا تھا۔ اس کے برخلاف جن روایات میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع کیا گیا ہے (کتابی شکل میں جمع ہونا مراد ہے) اس لئے کہ نبی ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق ہی قرآن جمع کیا گیا تھا۔ (زیادہ تفصیل بڑی کتابوں میں ہے)

کاتبین وحی کی تعداد

کاتبین قرآن مجید کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر فاروق
(۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضرت علی المرتضیٰ
(۵) حضرت ابان بن سعید بن عاص (۶) حضرت ابی بن کعب بن قیس انصاری
(۷) حضرت ارقم بن الارقم بن اسد (۸) حضرت ثابت بن قیس بن شماس الانصاری
(۹) حضرت حنظلہ بن ربیع بن صیفی (۱۰) حضرت خالد بن سعید بن عاص
(۱۱) حضرت خالد بن ولید بن عبداللہ (۱۲) حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد
(۱۳) حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری (۱۴) حضرت سعد بن ابی سرح
(۱۵) حضرت عامر بن فہیرہ (۱۶) حضرت عبداللہ بن ارقم ابی الارقم

(۱۷) حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی (۱۸) حضرت عبداللہ بن عثمان ابوبکر
(۱۹) حضرت علاء بن حضرمی (۲۰) حضرت علاء بن عقبہ
(۲۱) حضرت محمد بن مسلمہ (۲۲) حضرت معاویہ بن ابی سفیان
(۲۳) حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی (۲۴) حضرت طلحہ بن عبیداللہ
(۲۵) حضرت سعد بن ابی وقاص (۲۶) حضرت ابوسفیان بن حرب
(۲۷) حضرت یزید بن ابوسفیان (۲۸) حضرت شرحبیل بن حسنہ
(۲۹) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۳۰) حضرت عبداللہ بن عبداللہ
(۳۱) حضرت حاطب بن عمرو (۳۲) حضرت خالد بن معید
(۳۳) حضرت عمر بن عاص (۳۴) حضرت عبداللہ بن زید
(۳۵) حضرت ابوایوب انصاری (۳۶) حضرت حذیفہ بن یمان
(۳۷) حضرت بریدہ بن حصیب (۳۸) حضرت حصین بن نمیر
(۳۹) حضرت ابوسلمہ بن عبداسد (۴۰) حضرت خویطب بن عبدالعزیٰ
(۴۱) حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین)

یہی حضرات رسول اللہ ﷺ کے حکم سے خطوط اور جوابِ خطوط بھی لکھا کرتے تھے۔ (مدارج النبوت، طبقات ابن سعد، تفہیم البخاری)

قرآن مجید مختلف اشیاء پر تحریر کیا گیا تھا:

جن اشیاء پر قرآن مجید ابتداء لکھا جاتا رہا وہ مندرجہ ذیل بیان کی جاتی ہیں:

العسب، عسیب کی جمع۔ کھجوروں کی شاخوں کے ڈنٹھل۔

اللخاف، لخفة کی جمع۔ سفید پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔

الرقاع، رقعہ کی جمع۔ چمڑے کے ٹکڑے۔

الاضلاع، ضلع کی جمع۔ پسلی کی ہڈیاں۔

الاکتاف، کتف کی جمع۔ اونٹ کی ہڈیاں۔

الاقتاب، قتب کی جمع۔ اونٹ کی کاٹھیوں کی لکڑیاں۔

قطع الادیم۔ کھال کے ٹکڑے۔

القضم، قضیم کی جمع۔ سفید چمڑا جس میں لکھا جاتا تھا۔

الظرر، وہ پتھر جو چھری کی طرح تیز ہو۔

القراطیس، کاغذ [الانعام ۶:۹۱]

الواح، تختیاں جو لکڑیوں سے بنائی جائیں۔

الکرانیف، کرنافۃ کی جمع، خشک کھجور کی جڑ۔

الصحف، چمڑے کا ٹکڑا یا کاغذ۔

العراض، وہ لکڑی جو خشک کھجور کو قطع کرنے کے بعد اس میں رہے۔

(الاتقان، تاریخ القرآن الکریم، جمع القرآن)

قرآن کریم مذکورہ بالا چیزوں پر لکھا گیا تھا اور حفاظ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا اس لئے اسی ترتیب خاص کے ساتھ قرآن جمع کیا گیا تھا۔

قرآن مجید عہد نبوی ﷺ میں

بے شک صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے قرآن مجید کو اپنے سینوں میں حفظ کر لیا تھا۔ وہ خود بھی بکثرت قرآن پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی پڑھاتے تھے۔ نبی ﷺ اپنے کاتبین وحی صحابہ کو حکم فرماتے کہ وہ اس کو لکھیں تو لکھ لیتے تھے۔ اور یہ نزول کے لحاظ سے متفرقہ

آیتوں کو جمع کرنا تھا اور ان کو نبی کریم ﷺ کے ارشاد اور حکم سے ان کی معین ومقرر سورتوں میں لکھا جاتا تھا۔ (سورتوں کے ناموں کا تعین توقیفی ہے) اور اس وقت صحابہ کرام قرآن مجید کو ورقوں، کھجور کی شاخوں اور پتھروں، تختوں وغیرہ پر لکھا کرتے تھے نہ کہ ایک کتاب میں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کے وصال شریف کی وجہ سے نزول قرآن ختم ہوگیا اور قرآن بھی مکمل ہوگیا۔

قرآن مجید عہد خلفاء راشدین میں:

خلفاء راشدین کے دلوں میں یہ بات ڈال دی گئی کہ وہ اس قرآن کو جمع کریں تاکہ ایک جگہ ایک مصحف میں جمع ہو۔ تو چنانچہ خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان تمام ورقوں، کھجور کی شاخوں اور پتھروں تختیوں وغیرہ سے نقل کیا گیا اور حفاظ کے سینوں سے لیا گیا اور پھر اسی طرح اس کی آیتوں اور سورتوں کو مرتب وجمع کیا جس طرح توقیفی طور پر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مرتب تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق حفاظ اور قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں میں محفوظ تھا (یعنی قرآن مجید رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق جمع کیا گیا تھا) اسی ترتیب سے بعد میں جمع کیا اور آج تک اسی ترتیب سے موجود ہے۔

قرآن مجید عہد صدیقی میں:

پھر تیسری بار قرآن مجید کو مصحف صدیقی سے کئی نسخ خلافت عثمانی میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے ۲۵ھ کو نقل کئے گئے تھے اور یہ نقل وجمع کرنا عرضہ اخیرہ کے موافق تھا وہ جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام پر پیش کیا تھا۔ (قرآن کریم کا دور وفات شریف سے قبل حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا)

قرآن مجید عہد عثمانی میں:

اسی کے مطابق حضرت عثمان غنی ؓ کے دور خلافت میں قرآن مجید جمع ومرتب کیا گیا تھا)۔ پھر حضرت عثمان غنی ؓ نے ان نسخوں کو مختلف ملکوں میں بھیجا تھا اور پھر لوگوں نے اسی مصحف سے جس کا نام ''مصحف امام'' ہے، بہت سے نسخے نقل کیئے کہ جن کا شمار کرنا ناممکن ہے تو اس طرح ملکوں اور شہروں میں مصاحف (قرآنی نسخے) پھیل گئے۔(اسی مصحف امام کے مطابق پوری دنیا میں قرآن پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے) بہرحال قرآن کریم قریش کے رسم الخط پر جمع کیا گیا تھا۔ چھ حروف (قراءتوں) کو ختم نہیں کیا گیا تھا۔ اور ساتوں حروف آج بھی پوری طرح محفوظ اور باقی ہیں اور ان کی تلاوت کی جاتی ہیں۔(علوم القرآن:۱۲۴)

آخری دورہ قرآن مجید:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (مرضِ وفات میں) مجھ سے آہستہ بات کی کہ جبریل ہر سال مجھ پر ایک بار قرآن پیش کرتے تھے اس سال انھوں نے دو بار پیش کیا ہے۔ میں نہیں دیکھتا مگر یہ کہ اس سال میری موت قریب ہو چکی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خیر کی سخاوت کرنے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ رمضان المبارک کی ہر رات میں جبریل امین آپ سے ملاقات کرتے تھے تو اور بھی زیادہ سخاوت کرنے والے ہو جاتے تھے حتیٰ کہ رمضان المبارک گزر جاتا تو (جبریل) رسول اللہ ﷺ پر قرآن پیش کرتے تھے۔ (قرآن کا دور کرتے تھے) تو جس وقت جبریل ؑ آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تو آپ کھلی ہوا سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔(بخاری مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر ہر سال ایک بار قرآن کریم پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپ ﷺ نے وفات پائی تو دو بار قرآن کریم پیش کیا گیا۔ آپ ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے اور جس سال وفات پائی تو آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا تھا۔ (بخاری ج۲:۷۴۷، تیسیر القاری ج۴:۶۷۷)

ان تین حدیثوں میں جو بات تین بار بیان ہوئی ہے وہ دورۂ قرآن مجید کی ہے۔ قرآن کا ہر سال دور ہوا کرتا تھا مگر جس سال آپ ﷺ نے وصال فرمایا اس سال دو بار ہوا۔ اس سے یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جب پورے قرآن کا دورہ وتکرار ہوا تو مکمل قرآن کریم کا ہوا اور بالترتیب ہوا۔ اور اسی طرح صحابہ کرام ؓ نے سنا، پڑھا اور ساتوں قراءتیں موجود تھیں ۔ پھر دورِ عثمانی میں عرضۂ اخیرہ کے مطابق بالترتیب صرف لغت (طریقہ) قریش پر جمع کیا گیا تھا۔

چنانچہ صاحب فتح المبدی لکھتے ہیں:

وَالْعُرْضَةُ الْاَخِيْرَةُ هِيَ الَّتِيْ جَمَعَ عُثْمَانُ الْقُرْاٰن۔(فتح المبدی ج۱ ص۲۸)

اور عرضہ اخیرہ وہی ہے جس کے مطابق حضرت عثمان غنی ؓ نے قرآن جمع فرمایا تھا

قرآن کریم سات لغات پر نازل ہوا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ..... ۔[طٰہٰ ۲۰:۱۱۳]

اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن نازل کیا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ..... ۔[یوسف ۱۲:۲]

بیشک ہم نے اُسے عربی قرآن نازل کیا۔

حضرت عثمان ؓ نے تین قریشی صحابہ سے یہ کہا کہ جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت کا کسی لفظ میں اختلاف ہو تو تم اس لفظ کو قریش کی زبان کے موافق لکھنا کیونکہ قرآن مجید قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے سو انھوں نے اسی طرح کیا۔ (بخاری باب جمع القرآن)

قرآن مجید سات حرفوں سات (قبیلوں کی لغات) پر نازل ہوا:

عہد نبوی میں قرآن مجید ایک کتابی شکل میں جمع نہیں کیا گیا۔ نزول کا زمانہ تھا جب وصال شریف سے سلسلہ نزول و نسخ کا ختم ہو گیا تو قرآن کریم جمع کیا گیا۔

حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

یاد رکھو کہ یہ قرآن سات طریقہ پر اتارا گیا ہے لہٰذا ان میں سے جس طریقہ سے ہو سکے پڑھو۔ (مسلم)

اس حدیث کی شرح میں سات لغات سے کیا مراد ہے اس بارے میں ۳۵ اور ۴۰ تک اقوال بیان کئے گئے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سات لغات پر اترا ہے۔ قرآن کا نزول قریش کی لغت پر ہوا تھا لیکن قریش کے علاوہ عرب کے مشہور چھ قبائل تھے سب کی لغات اور قبائل کے نام ہیں:

(۱) لغت قریش (۲) لغت بنو طے (۳) لغت بنو تمیم (۴) لغت ہوازن
(۵) لغت اہل یمن (۶) لغت ثقیف (۷) لغت ہذیل

ان سات لغات کے تحت قرآن کا پڑھنا جائز قرار دیا گیا تھا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر لغت میں سات جاری تھیں بلکہ مجموعہ قبائل میں جو اختلافی لغات تھیں وہ مجموعی اعتبار سے سات تک پہنچ جاتی تھیں نیز یہ حلال و حرام کا اختلاف نہیں تھا۔ (توضیحات شرح مشکوٰۃ)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ لِكُلِّ اٰيَةٍ مِّنْهَا ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ، وَلِكُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم بحوالہ شرح السنۃ)

قرآن کریم سات طرح پر نازل کیا گیا ہے ہر ایک آیت کے لیے ظاہر ہے اور باطن ہے اور ہر حد کے واسطے ایک جگہ خبردار ہونے کی ہے۔

سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۔ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔ [فصلت ۴۱:۴۱۔۴۲]

اور بے شک ضرور یہ عزت والی کتاب ہے باطل اس کے پاس نہیں آ سکتا نہ اس کے آگے نہ اس کے پیچھے سے یہ حکیم اور حمید ذات کی طرف سے اتارا گیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ سورتوں کی ترتیب اور آیتوں کو اپنی اپنی جگہ رکھنا وحی کے ذریعہ ہوا تھا۔ حضرت جبریل ؑ کسی واقعہ سے متعلق کوئی آیت لے کر جب آتے تھے تو کہتے تھے کہ اس کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد رکھا جائے اس بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی ترتیب و جمع نقل متواتر کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہ سے قرآن پاک کی یہی ترتیب مروی اور منقول ہے اس میں شک و شبہ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ لوحِ محفوظ میں بھی قرآن پاک اسی ترتیب سے لکھا ہوا موجود ہے۔ وہاں سے حضرت جبریل ؑ آسمان دنیا پر قرآن پاک لائے تھے پھر وہاں سے حسب واقعات و ضرورت سورتوں اور آیات کو لے کر نازل ہوتے رہے۔

علامہ کرمانی ''برہان'' میں فرماتے ہیں کہ سورتوں کی یہ وہی ترتیب ہے جو اللہ کے نزدیک لوحِ محفوظ میں ہے اور حضور ﷺ اسی ترتیب کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام کو سنایا کرتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا دو بار سنایا۔

(الاتقان ج ۱، البیان فی علوم القرآن)

خلاصہ کلام یہ کہ سورتوں آیتوں اور حروف سب کی ترتیب توقیفی ہے یعنی سب رسول ﷺ کی طرف سے جو بذریعہ وحی ہے۔

علامہ عبدالعلی بحر العلوم (متوفی ۱۲۲۵ھ) کے نزدیک تحقیق بات یہی ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی (بذریعہ وحی الٰہی) ہے اجتہادی نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

اہل سنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر سورۃ کی آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے دی گئی ہے اور کسی قسم کے شک وشبہ کے بغیر یہ ترتیب آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک متواتر چلی آرہی ہے۔

(ملخصاً از عیون العرفان بحوالہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت)

ترتیب سورۃ میں راجح قول یہ ہے کہ وہ حکم الٰہی سے ہوئی اور توقیفی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کرمانی کی کتاب البرہان سے نقل کیا ہے:

تَرْتِيْبُ السُّوَرِ هٰكَذَا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ وَعَلَيْهِ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ عَلٰى جِبْرِيْلَ كُلَّ سَنَةٍ

(علوم القرآن)

سورتوں کی ترتیب بھی اسی طرح ہے اور اسی کے مطابق لوح محفوظ میں ہے اور اسی ترتیب کے ساتھ ہر سال حضور ﷺ جبریل علیہ السلام کو سناتے تھے۔

علامہ احمد بن محمد بن عبدالکریم الاشمونی لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ تَرْتِيْبَ السُّوَرِ وَتَسْمِيَتَهَا وَتَرْتِيْبَ اٰيِهَا وَعَدَدَ السُّوَرِ مَسْمُوْعٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَأْخُوْذٌ عَنْهُ۔ وَهُوَ عَنْ جِبْرِيْلَ، فَكَانَ جِبْرِيْلُ يُعَلِّمُهٗ عِنْدَ نُزُوْلِ كُلِّ اٰيَةٍ اَنَّ هٰذِهٖ تُكْتَبُ عَقَبَ اٰيَةِ كَذَا فِيْ سُوْرَةِ كَذَا، وَجَمَعَتْهُ الصَّحَابَةُ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَلَا نُقْصَانٍ، وَتَرْتِيْبُ نُزُوْلِهٖ غَيْرُ تَرْتِيْبِهٖ فِي التِّلَاوَةِ وَالْمُصْحَفِ، وَتَرْتِيْبُهٗ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ كَمَا هُوَ فِيْ مَصَاحِفِنَا

(منار الہدیٰ ص ۲۱)

حفاظتِ قرآن مجید

قرآن مجید بغیر کسی کمی وبیشی اور بغیر کسی تقدیم وتاخیر کے ہدایات رسول اللہ ﷺ کے مطابق جمع کیا گیا ہے اور اسی طرح مِنْ وعَنْ ہم تک پہنچا ہے اور اسی طرح قیامت تک محفوظ رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ [الحجر ۱۵:۹]

بے شک ہم نے قرآن مجید کو اتارا ہے اور بے شک ہم اس کے محافظ ونگہبان ہیں۔

تو جس چیز کا خدا خود نگہبان ہو اس میں کیسے تغیر وتبدل ہوسکتا ہے۔

لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔ [فصلت ۴۱:۴۱-۴۲]

باطل نہ اس کے پاس سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے یہ حکیم وحمید کی طرف سے اُتارا ہوا ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۔ ثُمَّ اِنَّ

عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔ [القیامہ ۷۵:۱۷۔۱۸۔۱۹]

ہمارے ذمہ ہے اس کو (سینہ مبارک میں) جمع کرنا اور اس کو پڑھانا۔ پس جب ہم پڑھیں تو آپ اتباع کریں (سنیں) اس پڑھنے کا۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا۔

اعجاز قرآن

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بے شمار معجزے عطا فرمائے ہیں مگر ان تمام معجزات میں سے قرآن مجید ایک عظیم الشان معجزہ ہے جو باقی رہنے والا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

فَالْقُرْاٰنُ مُعْجِزَةُ نَبِيِّنَا الْبَاقِيَةُ بَعْدَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(تفسیر قرطبی ج۱:۷۲)

کہ قرآن مجید ہمارے نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے جو ان کے بعد قیامت تک باقی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلٰى اَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

انبیاء میں سے ہر نبی کو اتنے معجزات دیئے گئے کہ جن کی وجہ سے کوئی بشر (انسان) ایمان لا سکتا ہے اور مجھے جو چیز عطا کی گئی ہے وہ اللہ کی وحی (قرآن) ہے جو اس نے میری طرف وحی فرمائی پس مجھے امید ہے کہ میرے متبعین قیامت کے دن سب سے زیادہ ہوں گے۔ (بخاری کتاب الفضائل)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن معجزہ ہے جو آپ ﷺ کو عطا کیا گیا اور اس کے معجزہ ہونے کا بیان درج ذیل آیت میں ہے۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۔

[العنکبوت ۲۹:۵۱]

کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کے متعلق جب کفار نے کہا:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ [الانفال ۸:۳۱]

اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں ہاں ہم نے سنا ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے یہ تو نہیں مگر اگلوں کے قصے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کو چیلنج کیا۔ چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ [البقرہ ۲:۲۳۔۲۴]

اور اگر تم کسی تردّد اور شبہ میں پڑے ہوئے ہو اس چیز کی طرف سے کہ جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو بنا لاؤ تم بھی اسی جیسی کوئی سورت یا کوئی ٹکڑا اور بلا لو تم اپنے

مددگاروں کو سوائے خدا کے اگر تم سچے ہو۔ اور اگر نہ تم کر سکو پس ہرگز نہیں تم کر سکو گے۔ پس بچو تم آگ سے وہ کہ اس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۔ [بنی اسرائیل ۱۷:۸۸]

فرمادیجئے (اے ہمارے پیغمبر) بے شک اگر جمع ہو جائیں اِنس و جن بھی اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن جیسا کوئی کلام تو ہرگز نہ لا سکیں گے اس کا مثل اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار و معاون ہو جائیں۔

وجوہِ اعجازِ قرآن حکیم:

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الشفاء میں اعجاز قرآن کے موضوع پر بڑی جامع بحث تحریر فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اعجاز قرآن کی پہلی وجہ اس کا حسن تالیف، اقسام کلمات، فصاحت و بلاغت وجہ اعجاز ہے جو عادت اہل عرب کا خارق ہے۔

(۲) قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی دوسری وجہ اس کا نظم عجیب اور اُسلوب غریب ہے جو کلام عرب کے اسالیب نظم ونثر کے خلاف ہے۔

(۳) قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی تیسری وجہ وہ غیبی خبریں ہیں جن کے بارے میں کتاب عزیز نے ان کے وقوع سے پہلے خبر دی ہے وہ اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں جس طرح خبر دی تھی اور وہ غیب کی خبریں اور پیش گوئیاں ۴۰ (چالیس) سے زائد ہیں۔

(۴) اعجاز قرآن کی چوتھی وجہ زمانہ ماضی کی وہ خبریں دینا ہے جو اُمتوں کے ہلاک ہونے وغیرہ کی خبریں تھیں (یہ وجوہ اعجاز قرآنی اتفاقی ہیں مگر ان کے علاوہ اور بھی ہیں)

(۵) اعجاز قرآن کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ جس کے بارے میں نہ ہونے کی خبر دی اس کا وقوع ہرگز نہ ہو سکا۔

(۶) قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی چھٹی وجہ اس کا رعب و دبدبہ ہے جو اس کی عظمت ورفعت کے باعث پڑھنے وسننے والوں پر چھا جاتا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔

[الزمر ۳۹:۲۳]

اللہ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اسی سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں۔

سورہ حشر (آیت نمبر ۲۱) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ [الحشر ۵۹:۲۱]

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا، جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

(۷) قرآنِ حکیم کے اعجاز کی ساتویں وجہ اس کا رہتی دنیا تک باقی رہنا بھی ہے یعنی جب تک دنیا باقی رہے گی یہ قرآن مقدس بھی دنیا میں موجود رہے گا کیونکہ رب کائنات نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔

مثلاً سورہ حجر میں ارشاد ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔ [الحجر ۱۵:۹]

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور سورہ حم سجدہ میں بھی فرمایا:

لَا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡ ۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ ۔[حم سجدہ ۴۱:۴۲]

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں والے کا۔

(۸) اعجاز قرآن کی آٹھویں وجہ اس کا پڑھنے اور سننے والے کا نہ اکتانا ہے بلکہ جس قدر زیادہ پڑھا جائے اُسی قدر حلاوت و مٹھاس اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(۹) اعجاز قرآن حمید کی نویں وجہ اس کا تمام علوم و معارف کا مجموعہ ہونا ہے۔

جیسا کہ سورہ نحل میں ہے:

...وَ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّ رَحۡمَةً وَّ بُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ۔ [النحل ۱۶:۸۹]

اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کو۔

اسی طرح ایک اور مقام میں ارشاد فرمایا:

...وَكُلَّ شَىۡءٍ فَصَّلۡنٰهُ تَفۡصِيۡلًا ۔[بنی اسرائیل ۱۷:۱۲]

اور ہر چیز کو ہم نے (اس کتاب میں) بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(۱۰) دسواں معجزہ قرآن حکیم کا اس کے سیکھنے والوں پر اس کا سیکھنا اور حفظ کرنے والوں پر اس کا حفظ کرنا آسان فرما دیا جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ۔ [القمر ۵۴:۱۷]

اور بیشک ہم نے قرآن آسان کر دیا ہے یاد کرنے والوں کے لئے تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟

صدیاں گزر گئی ہیں لیکن اُمت محمدیہ علیہ الصلوۃ السلام کے سوا کسی امت میں ایسا کوئی فرد بھی نہیں ہوا جو اپنی پوری کتاب کو حفظ و یاد کر سکا ہو سوائے نبیوں کے، جبکہ قرآن کا حفظ کر لینا بچوں تک کے لئے آسان کر دیا گیا ہے وہ تھوڑی سی مدت میں اسے باآسانی زبانی یاد کر لیتے ہیں۔

(شفا مختصراً، مرام الکلام، سیرت رسول عربی، البیان فی علوم القرآن، اعجاز القرآن، امتاع الاستماع)

باب دوم....... قرآن پاک ایک نظر میں

اصطلاحات قرآن کریم و رموز اوقاف

قرآن ایک نظر میں

ذیل میں ہم اپنے محترم اسلاف رحمہم اللہ اجمعین کی محنتوں کے کچھ ایسے ثمرات پیش کر رہے ہیں، جو اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ قرآنی حقائق کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جسے انھوں نے چھان نہ ڈالا ہوا۔

پہلی وحی: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ [العلق ۹۶:۱تا۵]

آخری وحی: وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ق....۔ [البقرہ۲:۲۸۱]

یا

...اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط....۔[المائدہ۵:۳]

کل تعداد کلمات	۸۶۴۳۰	چھیاسی ہزار چار سو تیس
کل تعداد حروف	۳۲۳۷۶۰	تین لاکھ تیئیس ہزار سات سو ساٹھ
جملہ کاتبان وحی	۴۰	چالیس صحابہ

قرآن کی کل مدت نزول: تقریباً ۲۲ سال ۵ ماہ

پارے ۳۰ منزلیں ۷

سورتیں	۱۱۴	رکوع	۵۴۰
کل آیات	۶۶۶۶		

۷ منزل کی تقسیم:

(۱) سورۂ فاتحہ	تا	سورۂ نساء
(۲) سورۂ مائدہ	تا	سورۂ توبہ
(۳) سورۂ یونس	تا	سورۂ نحل
(۴) سورۂ بنی اسرائیل	تا	سورۂ فرقان
(۵) سورۂ شعراء	تا	سورۂ یٰسین
(۶) سورۂ والصفت	تا	سورۂ حجرات
(۷) سورۂ ق	تا	سورۂ الناس

اقسام آیات:

آیات وعدہ	۱۰۰۰	آیات وعید	۱۰۰۰
آیات امر	۱۰۰۰	آیات نہی	۱۰۰۰
آیات مثال	۱۰۰۰	آیات قصص	۱۰۰۰
آیات تحلیل	۲۵۰	آیات تحریم	۲۵۰
آیات تسبیح	۱۰۰	آیات متفرقہ	۶۶

تفصیل حروف قرآن:

(ا) ۴۸۸۷۲	(ب) ۱۱۴۲۸	(ت) 1199
(ث) ۱۲۷۶	(ج) ۳۲۷۳	(ح) ۹۷۳

(خ) ۲۴۱۶	(د) ۵۶۰۲	(ذ) ۴۶۷۷
(ر) ۱۱۷۹۳	(ز) ۱۵۹۰	(س) ۵۹۹
(ش) ۲۱۱۵	(ص) ۲۰۱۲	(ض) ۱۳۰۷
(ط) ۱۲۷۷	(ظ) ۸۴۲	(ع) ۹۲۲۰
(غ) ۲۲۰۸	(ف) ۸۴۹۹	(ق) ۶۸۱۳
(ک) ۹۵۰۰	(ل) ۳۴۳۲	(م) ۳۶۵۳۵
(ن) ۴۰۱۹۰	(و) ۲۵۵۳۶	(ہ) ۱۹۰۷۰
(لا) ۳۷۲۰	(ی) ۴۵۹۱۹	

کل حرکات: (اعراب)

(۱) فتحات (زبر) ۵۳۲۲۳	(۲) کسرات (زیر) ۳۹۵۸۲
(۳) ضمات (پیش) ۸۸۰۴	(۴) مدات (ٓ) ۱۷۷۱
(۵) تشدید (شد) ۱۲۷۴	(۶) نقاط (نقطے) ۱۰۵۶۸۴

سجدہ ہائے تلاوت:

متفق علیہ: ۱۴ مقامات اختلافی: ۱مقام

(قرآن نمبر ج ۱ ص ۱۶۵، بستان العارفین، دین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اصطلاحات قرآن:

آیت: قرآن کریم کے اس جملے کو کہتے ہیں جو اپنے ماقبل و مابعد سے منقطع ہو اس کا نشان گول ہے۔یعنی یہاں جملہ ختم ہوا۔آیات کا علم توقیفی ہے۔

سورہ: حد کو کہتے ہیں اس لئے قرآن کریم کے ہر عدد و جز کا نام سورہ ہے یعنی چند

آیتوں کا مجموعہ۔

پارہ: یہ فارسی لفظ ہے۔عربی میں جزو کہتے ہیں۔قرآن کریم کے تیس حصّے ہیں اس لئے ہر حصّے کو پارہ کہتے ہیں۔الجزء الاوّل اور الجزء الثانی وغیرہ بولتے اور لکھتے ہیں۔

رُبع: پارے کا چوتھائی حصّہ

(پارہ کو سیپارہ بھی بول دیتے ہیں حالانکہ فارسی میں سی پارے کا مطلب ہے تیس پارے۔ کیونکہ فارسی میں سی کا معنی ہے تیس)

نصف: آدھا پارہ

ثُلث: ایک پارے کا تین چوتھائی حصہ

حزب: مصر و مغرب میں بجائے پارے کے نصف و ثلث ہر جزو یعنی پارے کو دو (۲) حصوں پر منقسم کرتے ہیں اور ہر حصے کو حزب کہتے ہیں۔

مقرء: قراء اور حفاظ اپنے شاگردوں کو حفظ کرانے کے لئے حزب کے جو حصے مقرر کرتے ہیں۔

رکوع: قرآن کریم کی ہر بڑی سورۃ منقسم ہے اس کے ایک حصے کو ایک رکوع کہتے ہیں۔یعنی چند آیات کا مجموعہ۔

سبع طوال: قرآن کی سات بڑی سورتیں۔

سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ النساء، سورہ مائدہ، سورہ انعام، سورہ اعراف اور انفال معہ توبہ۔

حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو تورات کی جگہ سات لمبی سورتیں، انجیل کی جگہ سو آیات والی سورتیں، زبور کی جگہ بار بار پڑھی جانے والی آیات عطا کی گئیں اور سورہ مفصل ق سے لے کر آخر تک کے ساتھ مجھے

فضیلت دی گئی۔ (فضائل قرآن ص ۱۱۹ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۱۴۰)

حضرت سعید بن جبیرؓ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ [الحجر ۱۵:۸۷] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سات طویل سورتیں (بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، اعراف، انعام اور یونس) ہیں۔

سبع المئین: وہ سورتیں جن میں کم وبیش سو آیتیں ہیں سورہ یونس سے سورہ فاطر تک۔

سبع المثانی: سورہ یسین سے سورہ ق تک۔ مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے اور بار بار نصیحتیں کی گئی ہیں۔ سو سے کم آیات والی سورتیں ہیں۔

مُفَصَّل: سورہ ق سے آخر قرآن تک کو کہتے ہیں۔ سورہ ق چھبیسویں پارے میں ثلث کے بعد ہے۔ مفصّل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی چھوٹی علیحدہ سورتیں ہیں۔

(تاریخ قرآن، معلوماتِ قرآن)

مفصل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) طِوَال مفصل: سورہ ق سے مرسلت تک

(۲) اَوساط مفصل: سورہ نساء سے ضحیٰ تک

(۳) قصار مفصل: سورہ الم نشرح سے ناس تک

اجزاء یا پارے: آجکل قرآن کریم تیس اجزاء پر منقسم ہے جنھیں تیس پارے کہا جاتا ہے، یہ پاروں کی تقسیم معنی کے اعتبار سے نہیں، بلکہ بچوں کو پڑھانے کے لئے آسانی کے خیال سے تیس مساوی حصوں پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات بالکل اُدھوری بات پر پارہ ختم ہوجاتا ہے۔ یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ تیس پاروں کی تقسیم کس

نے کی ہے؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مصاحف نقل کراتے وقت انھیں تیس مختلف صحیفوں میں لکھوایا تھا، لہٰذا یہ تقسیم آپ ہی کے زمانہ کی ہے۔ (تاریخ القرآن)

صاحب علوم القرآن لکھتے ہیں:

لیکن متقدمین کی کتابوں میں اس کی کوئی دلیل احقر کو نہیں مل سکی، البتہ علامہ بدر الدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن کے تیس پارے مشہور چلے آتے ہیں اور مدارس کے قرآنی نسخوں میں ان کا رواج ہے۔ (علوم القرآن ص ۱۹۶)

امام ابن جوزی علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف ''فنون الافنان'' میں بھی اجزاء ثلاثین (تیس پاروں) کا ذکر کیا ہے۔

متاخرین نے بعض آیات پر لفظ کوفی بعض پر شامی لکھ دیا ہے جس سے یہ مراد کہ علما کوفہ یا شام کے نزدیک یہ پوری آیت ہے۔ نہ یہ کہ یہ کوفہ یا شام میں نازل ہوئی تھیں۔

علما نے سہولت حفظ کے لئے قرآن کو تیس حصوں پر بحساب مہینے کے دنوں کے منقسم کر دیا ہے۔ ہر ایک کو جزء یا پارہ کہتے ہیں اس پر الجزء الاول یا الجزء الثانی بھی لکھ دیا ہے پھر ہر پارہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا ہے ان پر ربع نصف ثلث لکھ دیتے ہیں۔ ہر حصہ کو رکوعات میں منقسم کیا ہے اور اس کا اشارہ مقرر کیا ہے۔ پھر رکوع کی آیات پر یہ چند نشان لگا دیئے ہیں۔ (البیان فی علوم القرآن ص ۳۰۲)

آیاتِ قرآنیہ کی بعض علامات:

جو آیات کی تکمیل یا عدم تکمیل کے بارے میں کوفیوں اور بصریوں کے اختلاف کی نشانیاں (علامتیں) قرار دی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

خ: خمسہ کی طرف اشارہ ہے جس سے مراد ہے کہ کوفیوں اور بصریوں کے

نزدیک یا خاص کوفیوں کے نزدیک پانچ آیات ہیں۔

ع: عشرہ کا ابتدائی حرف ہے جیسا کہ وہ خمسہ کا آخیر تھا جس سے دس آیتوں کی طرف اشارہ ہے۔ نیز یہ کہ کوفی بصری دس آیات کے بارے میں متفق ہیں۔

عب: سے اس طرف اشارہ ہے کہ بصریوں کے نزدیک دس آیت تام ہو چکی ہیں۔ ع سے عشرہ اور ب سے بصری مراد ہیں۔

خب: سے مراد ہے کہ یہاں تک بصریوں کے نزدیک پانچ آیتیں ہو چکی ہیں خ سے خمسہ اور ب سے مراد بصری مراد ہیں۔

تب: سے یہ مراد کہ بصریوں کے نزدیک پوری آیت ہے ت سے آیت کی طرف اور ب سے بصریوں کی طرف اشارہ ہے۔

لبَ: سے اس طرف اشارہ ہے کہ اہل بصرہ کے نزدیک آیت پوری نہیں۔ لام سے لَیْسَ اور ب سے اہل بصرہ کی طرف اشارہ ہے۔ (مقدمہ تفسیر فتح المنان)

ع: رکوع کی علامت ہے۔ یعنی امیر المومنین حضرت عمرؓ در تراویح بریں موضع برکوع رفتہ است۔ (ریاض الناصحین ص ۲۷۳)

حضرت عمرؓ نے نمازِ تراویح میں جس آیت پر رکوع کیا تھا وہاں اس (ع) علامت کو لکھا گیا ہے اور یہی عشرہ کا ابتدائی حرف بھی ہے۔

محل وقف کی چار صورتیں:

جس جگہ وقف ہو سکتا ہے اس کو محل وقف کہتے ہیں اور محل وقف کی چار صورتیں ہیں:

(۱) وقفِ تام (۲) وقفِ کافی (۳) وقفِ حسن (۴) وقفِ قبیح

وقف تام وہ ہے کہ جہاں دوسرے جملہ کو پہلے سے کچھ تعلق نہ ہو پس اول جملہ پر

وقف کر کے ابتداء کلام دوسرے سے کی جائے جیسا کہ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور حسن وہ ہے کہ پہلے کلام پر وقف تو ٹھیک ہو مگر دوسرے سے تنہا ابتداء کلام نہ ہو سکے جیسا کہ الحمد للہ پر وقف کرنا کیونکہ رب العالمین جو اس کی صفت ہے تنہا اس سے بغیر موصوف کی ابتداء کلام نہیں ہو سکتی۔

اور قبیح وہ کہ جو نہ حسن ہو نہ تام جیسا کہ بسم اللہ میں بسم پر وقف کرے اور بعض نے اور بھی اقسام وقف کے بیان کہتے ہیں۔

چونکہ علم وقف کا تعلق علم تجوید وقراءت سے ہے اس لئے علم وقف کے زیادہ تفصیلی مسائل لکھنے کا یہ محل نہیں ہے۔ نیز ماہر فن استاد اور فہم ترجمۃ القرآن کے بغیر یہ باتیں سمجھ میں کبھی نہیں آسکتیں۔ (ان کی زیادہ تفصیلات کتاب منار الہدی، جامع الوقف اور معرفت الوقوف میں ملاحظہ کریں)

رموزِ اوقاف قرآنِ کریم:

وقف کی چند علامتیں ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری فرماتے ہیں:

وَعِنْدَ اَكْثَرِ الْاَئِمَّةِ خَمْس مَرَاتِب: لَازِمٌ وَمُطْلَقٌ وَجَائِزٌ وَمُجَوَّزٌ لِوَجْهٍ وَمُرَخَّصٍ ضُرُورَة .... وَلٰكِنْ عَلَامَةُ اللَّازِم م، وَعَلَامَةُ الْمُطْلَق ط، وَالْجَائِز ج، والمجوز ز، والمرخص ص، وما لا وقف عليه فعلامة لا، وَعَلَامَةُ الْاٰيَةِ دَائِرَةٌ هٰكَذَا ۔ (غرائب القرآن ج ۱۔ ریاض الناصحین ص ۲۷۱)

یعنی اکثر ائمہ کے نزدیک رموز اوقاف کے پانچ مراتب ہیں:

لازم، مطلق، جائز، مجوز، مرخص۔ وقف لازم کی علامت م، وقف مطلق کی علامت ط، وقف جائز کی علامت ج، اور مجوز کی علامت ز۔ نیز وقف مرخص کی علامت ص ہے اور اسی طرح آیت کی علامت گول دائرہ ہے۔

O: گول دائرہ (O) آیت کی علامت ہے اور بعض اس میں نقطہ بھی لکھتے ہیں اور بعض فقط نقطہ ہی پر بس کرتے ہیں یہاں ٹھہرنا چاہیے۔

ط: یہ اشارہ ہے وقفِ مطلق کے لئے یہاں ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب دوسرے جملہ سے ابتداء کرنا حسن ہو۔

م: یہ اشارہ وقفِ لازم کا ہے۔ یہاں ٹھہرنا ضروری ہے ورنہ کلام کے معنی بدل جائیں گے۔

ج: یہ علامت وقف جائز کی ہے۔ یہاں ٹھہرنا یا نہ ٹھہرنا دونوں برابر ہیں۔

ز: یہ علامت نہ ٹھہرنے کی ہے۔ یعنی جہاں یہ علامت ہو وہاں نہ ٹھہرا جائے اور اگر ٹھہرے گا تو جائز ہے۔

ص: یہ علامت اس بات کی ہے کہ یہاں وقف کی رخصت ہے۔ یعنی طولِ کلام کی وجہ سے یہاں دم لینا کچھ مضائقہ نہیں۔ یہاں وقف نہ کرنا بہتر ہے بخلاف ز کے۔

یہ علامات تو وہ ہیں کہ جو متقدمین کے نزدیک مروج تھیں مگر متاخرین نے چند اور علامات مقرر کی ہیں اور وہ یہ ہیں:

صلے: یہ علامت الوصل اَولیٰ کی ہے یعنی اس مقام پر وقف نہ کرنا اَولیٰ ہے سو ملا کر پڑھنا چاہیے۔

ق: یہ علامت قیل کی ہے یعنی یہاں وقف ہے۔ مگر یہاں بھی نہ ٹھہرنا بہتر

ہے کیونکہ قیل ضعیف وقف پر دال ہے۔

ک: یہ علامت کذالک کی ہے اس کے معنی ہیں کہ یہاں وہی وقف ہے جو اوپر گزرا۔

قف: صیغہ امر ہے یہاں وقف کرنا چاہیے۔

یہ علامت سکتہ کی ہے اور کبھی لفظ سکتہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ یہاں ذرا ٹھہر جاؤ اور دم نہ توڑو۔

صل: یہ علامت قَدْ یُوصَل کی ہے یہاں وقف اَولیٰ ہے۔

قلا: قیل لا کی علامت ہے یعنی بعض نے یہاں ٹھہرنا کہا ہے۔

لا: اگر کسی آیت پر نہیں تو یہاں بالاتفاق نہ ٹھہرنا چاہئے یہ وقف لازم کے مقابلہ میں ہے جس طرح وہاں ملا کر پڑھنے سے معنی خراب ہوتے ہیں یہاں وقف کرنے سے وقفِ قبیح کی صورت ہے یعنی اگر آیت کے اوپر لا ہے تو اس میں محدثین کا بڑا اختلاف ہے۔ اکثر قراء اور محدثین کہتے ہیں کہ ٹھہرے اور اکثر قراء کہتے ہیں کہ نہ ٹھہرے اور یہی مشہور ہے۔

مع: یہ علامت معانقہ کی ہے یہاں دو جگہ قریب قریب ہیں جن پر تین نقطے لکھے ہوئے ہیں اس سے یہ مراد ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے دوسرے کو تیسرے کے ساتھ ملا کر پڑھ دو خواہ وقف نہ کرو جیسا کہ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ میں لَا رَيْبَ فِيْهِ میں معانقہ ہے خواہ لَا رَيْبَ پر وقف کرو۔ کیونکہ اس فِيْهِ کو دونوں سے ربط ہے۔

مراقبہ میں دو (۲) جگہ قریب قابلِ وقف ہوتے ہیں اگر ایک پر وقف کرو تو دوسرے پر ہرگز نہ کرو۔ (مقدمہ تفسیر فتح المنان)

سکتہ: بروایت امام حفص رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں چار (۴) جگہ ہے کہ پڑھتے وقت سانس تو جاری ہے مگر آواز بند ہوجائے۔

وقف نبوی کے چند مقامات:

وقف النبی ﷺ کا کلمہ قرآن کریم کے حاشیہ پر درج ذیل مقامات پر لکھا ہوا ہے۔

(۱) وقف النبی ﷺ سورہ بقرہ آیت: ۱۴۸ (۲) سورہ بقرہ آیت: ۱۹۷

(۳) سورہ آل عمران آیت: ۷	(۴) وقف جبریل سورہ آل عمران آیت: ۹۴
(۵) سورہ نساء آیت: ۴	(۶) سورہ مائدہ آیت: ۳۲
(۷) سورہ مائدہ آیت: ۱۱۶	(۸) سورہ یونس آیت: ۲
(۹) سورہ یونس آیت: ۵۲	(۱۰) سورہ یوسف آیت: ۱۰۹
(۱۱) سورہ الرعد آیت: ۱۸	(۱۲) سورہ لقمان آیت: ۱۲
(۱۳) سورہ مومن آیت: ۶	(۱۴) سورہ حشر آیت: ۲
(۱۵) سورہ قدر آیت: ۳	(۱۶) سورہ نصر آیت: ۳

بعض نے لکھا ہے کہ وقف النبی ﷺ یہ ان مقامات پر لکھا جاتا ہے جہاں کسی روایت کی رو سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تلاوت کرتے ہوئے اس جگہ وقف فرمایا تھا۔ (تفسیر حقانی)

کتاب جامع الوقف میں ہے: وقف النبی ﷺ یہ کلام مجید کے حاشیہ پر لکھا جاتا ہے۔ ایسے موقع پر وقف مستحب ہے۔ اس لئے کہ درمیان آیت میں بھی حضور اکرم ﷺ سے گیارہ جگہ وقف ثابت ہے۔ یہ نیز وقف منزل، وقف غفران، وقف کفران، قرآن کے

حاشیہ پر لکھے ہوئے ہیں اس لئے یہاں ان کے مواقع ذکر کیے جاتے ہیں۔

وقف منزل: اس کو وقفِ جبریل بھی کہتے ہیں۔ اس موقع پر بھی وقف مستحب ہے۔ نزول قرآن کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے جس جگہ وقف کیا ہے وہاں نبی کریم ﷺ نے بھی وقف فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہاں وحی منقطع ہوئی ہے۔

وقفِ غفران: یہ بھی قرآن کریم کے حاشیہ پر مرسوم ہے ایسی جگہ وقف کرنے سے معنی کی وضاحت اور سننے والے پر بھی بشاشت پیدا ہوتی ہے اسی لئے اس کو وقفِ غفران کہتے ہیں۔ یہاں وَصل سے وقف بہتر ہے۔

وقفِ کفران: یہ حاشیہ پر ایسی جگہ لکھا رہتا ہے جہاں وقف کرنے سے خاص قسم کی قباحت پیدا ہوتی ہے جس کو معنی جاننے والا ہی خوب سمجھ سکتا ہے۔ بلکہ اگر سامع ایسے معنی کا عقیدہ کرے تو موجب کفر ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر وقف نہ کرنا چاہئے۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں مناسب ہے کہ قاری وقف جبریل سے واقف ہو۔ سورہ آلِ عمران میں حضرت جبریل علیہ السلام ''قل صَدَقَ اللهُ'' پر وقف فرماتے اور آگے ''فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ'' سے شروع فرماتے ہیں اور آنحضرت ﷺ جبریل امین کی اتباع فرماتے اسی طرح سورہ بقرہ میں ''فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ'' پر وقف فرماتے تھے۔ نیز سورہ مائدہ میں ''سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ط'' پر وقف فرماتے۔ (ریاض الناصحین)

باب سوم....... عظمتِ قرآن مجید

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط.....۔[حشر ۵۹:۲۱]

اگر ہم نے اتارا ہوتا اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو آپ ﷺ اس کو دیکھتے کہ وہ جھک جاتا اور پاش پاش ہوجاتا اللہ کے خوف سے۔

اس آیت میں عظمتِ قرآن مجید اور اس کی ہیبت وجلال کا ذکر کیا گیا ہے اگر یہ پہاڑوں پر اترتا تو وہ ریزہ ریزہ ہوجاتے۔

نیز اللہ تعالیٰ قرآن عظیم کی شان میں فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔
[الزمر ۳۹:۲۳]

اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اُس کے (پڑھنے) سے بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے پھر نرم ہوجاتے ہیں اُن کے بدن اور اُن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں بڑا عمدہ، جامع

اور ایمان افروز کلام فرمایا ہے جس کا مطالعہ نہایت معلوماتی ہے۔ آپ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں قرآن مجید کی چار صفتیں بیان ہوئی ہیں:

(۱) اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ۔ قرآن سب سے عمدہ کلام ہے۔

(۲) كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ اس کی آیات ایک جیسی ہیں۔

(۳) مَثَانِيَ۔ بار بار دہرائی جاتی ہیں۔

(۴) تَقْشَعِرُّ مِنْهُ۔ قرآن کی تلاوت سننے کے وقت دہشت سے بدن کانپنے لگتے ہیں اور رحمت کی آیات سن کر دل یادِ خدا کی طرف نرم ہوجاتے ہیں۔

نیز اس آیات کا آغاز اسم جلالت (اللہ) سے کیا گیا ہے جس سے تین فائدے معلوم ہوئے:

[۱] نزول قرآن کی نسبت ربِ کریم کی طرف کی گئی ہے کہ اس کا نازل کرنے والا اللہ ہی ہے۔

[۲] نازل شدہ کتاب کی عظمت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ ربِ کائنات کا بھیجا ہوا ہے۔

[۳] اور قرآن مجید کے ''اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ'' ہونے کی شہادت دی گئی ہے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کا دلوں پر بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ج.....۔[المائدہ ۵:۸۳]

اور جب سنتے ہیں (قرآن) جو اتارا گیا رسول ﷺ کی طرف آپ اُن کی آنکھوں دیکھتے ہیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی اس لئے کہ پہچان لیا انھوں نے حق کو۔

قرآن مجید کی تلاوت کو جب جنوں نے سنا تو وہ ایمان لائے اور جا کر جنات کو کہا:

...فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۔ یَّهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ط...۔

[الجن ۷۲:۱]

سو انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کی طرف راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے۔

اَسماءِ قرآن:

قرآن مجید کے بکثرت اسماء مبارکہ ہیں جو اس کتاب کریم کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے پچپن (۵۵) اسمائے مبارکہ بیان کئے ہیں اور صاحب علوم القرآن نے ان اسمائے صفاتی کی تعداد ننانوے (۹۹) سے زائد بتائی ہے۔ بہر حال ناموں کی زیادتی مُسَمّٰی (نام والے) کی فضیلت و بزرگی کی دلیل ہے۔

قرآن مجید کے اَسماء ذاتی:

بعض علما کے نزدیک قرآن کریم کے پانچ اسماء ذاتی ہیں اور ان کے علاوہ باقی سب صفاتی نام ہیں اور ذاتی اسماء مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

اَلْقُرْاٰنُ، اَلْفُرْقَانُ، اَلذِّكْرُ، اَلْكِتَابُ، اَلتَّنْزِيْلُ۔

قرآن، فرقان ذکر، کتاب، تنزیل۔

یہ قرآن عظیم کی مختلف آیات بینات میں ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

[۱] اَلْكِتَابُ:

الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ج فِيْهِ ج هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔[البقرہ ۲:۱،۲]

الٓمّٓ ۔ وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ ...۔[ص ۳۸:۲۹]

یہ ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف اُتاری۔

کتاب سے مراد قرآن مجید، لفظ کتاب کا استعمال کئی معنوں ہوا ہے۔

[۲] اَلْقُرْاٰنُ:

قٓ ج وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۔[ق ۵۰:۱]

ق، قسم ہے بزرگ قرآن کی۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ...۔[اسراء ۱۷:۹]

بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ...۔[البقرہ ۲:۱۸۵]

مہینہ رمضان کا وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔

[۳] اَلذِّكْرُ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔[الحجر ۱۵:۹]

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

[۴] اَلْفُرْقَانُ:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔

[الفرقان ۲۵:۱]

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر

سنانے والا ہو۔

[۵] اَلتَّنْزِیْلُ:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔[الشعراء ۲۶:۱۹۲]

اور بے شک یہ قرآن ربّ العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔

قرآن حکیم کے اسماء صفاتی:

قرآن عزیز کے اسماء صفاتی مختلف سورتوں اور آیتوں میں بار بار ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ [الزخرف ۴۳:۲-۱]

اَلْبُرْهَان:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔[النساء ۴:۱۷۴]

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔

اَلْمُبَارَك:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ ....۔[الانعام ۶:۱۵۵]

یہ کتاب کہ اتارا ہم نے اس کو نہایت بابرکت ہے۔

نیز فرمایا:

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ...۔[الانبیاء ۲۱:۵۰]

اور یہ مبارک ذکر ہے جو ہم نے نازل فرمایا۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی چیزوں کے نام بھی مبارک رکھے ہیں۔

جگہ کو مبارک فرمایا:

...فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ ...۔[القصص ۲۸:۳۰]

برکت والے مقام میں ایک درخت سے ندا کی گئی۔

زیتون کے درخت کو مبارک فرمایا:

...يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ ...۔[النور ۲۴:۳۵)

(وہ چراغ) برکت والے درخت زیتون (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبارک فرمایا:

وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا ...۔[مریم ۱۹:۳۱]

اور اس نے مجھے مبارک بنایا۔

بارش کو مبارک فرمایا:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ...۔[قٓ ۵۰:۹]

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اُتارا۔

شبِ قدر کو مبارک فرمایا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ...۔[الدخان ۴۴:۳]

بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا۔

تو مطلب یہ ہوا کہ ذکرِ مبارک (قرآن) کو مبارک فرشتے نے مبارک شب میں مبارک نبی کریم ﷺ پر اُمت کے لئے (بحکمِ حق) نازل کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲)

راقم عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو بھی مبارک فرمایا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

[آل عمران ۳:۹۶]

بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کا مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں برکت والا اور سارے جہاں کے لئے رہنما۔

اَلْحَکِیْمُ:

یٰسٓ ۔وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۔[یٰسٓ ۳۶:۱-۲]

یٰسٓ ۔قسم ہے حکمت والے قرآن کی۔

اَلْعَرَبِیُّ:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔[یوسف ۱۲:۲]

بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تا کہ تم اسے خوب سمجھو۔

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ ۔[زمر ۲۸]

(ہم نے انھیں) عربی (زبان کا) قرآن (عطا فرمایا) جو کجی والا نہیں۔

اَلْعَجَبُ:

...اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۔[الجن ۷۲:۱]

بے شک ہم نے سنا ہے ایک عجیب قرآن۔

اَلْمُبِیْنُ:

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۔[یوسف ۱۲:۱]

الم۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

اَلْمَجِیْدُ:

قٓ قف وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۔[قٓ ۵۰:۱]

قٓ ۔قسم ہے بزرگ اور برتر کتاب کی۔

اَلْعَظِیْمُ:

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۔[الحجر ۱۵:۸۷]

اور بے شک ہم نے آپ کو سات آیتیں بار بار دہرائی جانے والی اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے علاوہ دس چیزوں کو عظیم فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲)

اَلصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔[الفاتحہ ۱:۵]

دکھا ہم کو سیدھا راستہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صراطِ مستقیم سے مراد قرآن مجید ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج ...۔[الانعام ۶:۱۵۳]

اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے سو تم اس کی پیروی کرو۔ (قرآن حکیم کی اتباع کرو)

اَلنُّوْرُ:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔[النساء ۴:۱۷۴]

اور بے شک ہم نے تمہاری طرف چمکتا نور اُتارا ہے۔

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا ... ۔[الاعراف ۷:۱۵۷]

اور اِتباع کی اُس نور کی جو نبی کے ساتھ نازل کیا گیا۔

اور نور سے مراد قرآن حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن مجید کو نور فرمایا اسی طرح اپنی ذات کو بھی نور فرمایا۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط۔۔۔۔[النور ۲۴:۳۵]

کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔یعنی منور کرنے والا ہے۔

اور رسولِ کریم ﷺ کو بھی نور فرمایا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔[المائدہ ۵:۱۵]

بلا شبہ تمہاری طرف اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور کتاب روشن۔

دین اسلام کو بھی نور فرمایا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ۔۔۔۔[التوبہ ۹:۳۲، الصف ۶۱:۸]

وہ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھادیں۔

اپنے بیانِ ذیشان کو بھی نور فرمایا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔[الزمر ۳۹:۲۲]

تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے (عظیم) نور پر ہے۔

تورات کو بھی نور فرمایا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ج۔۔۔۔[المائدہ ۵:۴۴]

بے شک ہم نے تورات کو اتارا اس میں ہدایت اور نور ہے۔

انجیل کو بھی نور فرمایا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۔۔۔وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ۔۔۔۔[المائدہ ۵:۴۶]

اور دی ہم نے اس کو انجیل اس میں ہدایت اور نور ہے۔

اور ایمان کو بھی نور فرمایا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔۔۔۔[الحدید ۵۷:۱۲]

اُن کا نور اُن کے آگے دوڑتا ہوگا۔

اَلْمَوْعِظَة:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔۔۔۔[یونس ۱۰:۵۷]

اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے۔

اَلْبَصَآئِر:

۔۔۔هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ۔۔۔۔[الاعراف ۷:۲۰۳]

یہ قرآن تمہارے رب کی طرف روشن دلیلوں کا مجموعہ ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ج۔۔۔۔[الانعام ۶:۱۰۴]

بیشک تمہارے پاس آ گئیں تمھارے رب کی طرف سے (ہدایت کی) روشن نشانیاں

اَلرُّوْح:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط۔۔۔۔[الشوری ۴۲:۵۲]

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی روح کی اپنے حکم سے۔(اس لئے دل اور نفس اس کے ذریعہ زندہ ہوتے ہیں۔)

اَلْوَحْيُ:

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ز۔۔۔۔[الانبیاء ۲۱:۴۵]

فرما دیجئے میں تمھیں صرف وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں۔

اَلْبَيِّنَةُ:

۔۔۔فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔۔۔۔[الانعام ۶:۱۵۷]

تو بیشک آ گئی تمھارے پاس (قرآن کی صورت میں) روشن دلیل تمھارے رب کی طرف سے۔

اَلْهُدٰى:

۔۔۔هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔[البقرہ ۲:۲]

پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔

اَلرَّحْمَة:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ۔۔۔۔[یونس ۱۰:۵۷]

فرما دیجئے (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے۔

كَلَامُ الله:

۔۔۔حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ۔۔۔۔[التوبہ ۹:۶]

یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔

اَلْحَقُّ:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ج۔۔۔۔[آل عمران ۳:۶۲]

بے شک یہی بیان حق ہے۔

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ۔[الحاقہ ۶۹:۵۱]

اور بیشک وہ یقینی حق ہے۔

اَلْفَصْلُ:

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۔[الطارق ۸۶:۱۳]

بیشک قرآن ضرور (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔

اَلتَّذْكِرَةُ:

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ۔[المدثر ۷۴:۵۴]

ہاں ہاں بیشک وہ (قرآن) نصیحت ہے۔

اَلْعَلِيُّ:

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ۔[الزخرف ۴۳:۴]

اور بے شک وہ ہمارے پاس لوحِ محفوظ میں ضرور بلند رتبہ، حکمت والا (قرآن) ہے۔

اَلْمُهَيْمِنُ:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔۔۔۔[المائدہ ۵:۴۸]

اور (اے حبیب) ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ اُتاری تصدیق کرتی ہوئی اُس کی جو اُس کے سامنے ہے (آسمانی) کتاب سے اور اس پر نگہبان۔

فَلِاَنَّهٗ شَاهِدٌ عَلٰى جَمِيْعِ الْكُتُبِ وَالْاُمَمِ السَّالِفَةِ۔ (الاتقان ۱:۱۰۲)

اس لئے وہ گواہ ہے تمام کتابوں اور تمام پہلی اُمتوں پر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَلْمُهَيْمِنُ کا معنی ہے اَلْاَمِيْنُ کہ قرآن مجید اپنے سے پہلی ہر کتاب پر امین ہے۔

اَلْمُصَدِّقُ:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ...۔

[الانعام ۶:۹۲]

یہ کتاب کہ اتارا ہم نے اس کو نہایت بابرکت ہے تصدیق کرنے والی ہے اُن (اصل آسمانی) کتابوں کی جو اس سے پہلے اتریں۔

اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ...۔ [الزمر ۳۹:۲۳]

سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے بار بار دہرائی ہوئی۔

اَلْكَرِيْمُ:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ۔ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ [الواقعہ ۵۶:۷۷-۷۸]

بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے۔ محفوظ کتاب میں۔

اللہ تعالیٰ سات چیزوں کا نام کریم رکھتا ہے:

اللہ کا نام کریم، قرآن کا نام کریم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام کریم، ثواب اعمال کا نام

کریم، عرش کا نام کریم، جبریل علیہ السلام کا نام کریم اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کتاب کا نام کریم۔ (کبیر)

اَلْحَبْلُ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا...۔ [آل عمران ۳:۱۰۳]

اور تم سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔

اَلْبَشِيْرُ النَّذِيْرُ:

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ج فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔

[حم السجدہ ۴۱:۴]

یہ قرآن مومنوں کے لئے بشیر و نذیر ہے تو اُن کے اکثر لوگوں نے (اُس سے) منہ پھیر لیا۔

اَلتَّبْصِرَةُ:

تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ۔ [ق ۵۰:۸]

جو بصیرت ہیں اور نصیحت ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے۔

اَلْقَيِّمُ:

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ...۔ [الکہف ۱۸:۲]

سیدھی (کتاب) تاکہ وہ (عبد مقدس) اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائیں۔

اَلنِّعْمَةُ:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ [الضحیٰ ۹۳:۱۱]

اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

اَلنُّجُوْم:

لَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۔[الواقعہ ۵۶:۷۵]

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔

اَلْمُنَادِی:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِیْ لِلْاِيْمَانِ ...۔[آل عمران ۳:۱۹۳]

اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے پکارتا ہے۔

اَلْعِلْمُ:

...مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لا ...۔[البقرہ ۲:۱۴۵]

پیچھے اس کے کہ آپ ﷺ کے پاس علم آ گیا ہے۔

اَلْاَمْرُ:

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ط ...۔[الطلاق ۶۵:۵]

یہ اللہ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری طرف اُتارا۔

اَلْبَلَاغُ:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ ...۔[ابراہیم ۱۴:۵۲]

یہ (قرآن) سب لوگوں کے لئے (اللہ کا) پیغام ہے۔

عَزِيْزٌ:

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۔[حم السجدہ ۴۱:۴۱]

اور بے شک وہ (قرآن) ضرور بڑی عظمت والی کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی شان میں فرماتا ہے:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۔[الشعراء ۲۶:۱۲۲]

اور بے شک آپ کا رب غالب ومہربان ہے۔

اور اپنے رسول ﷺ کی شان میں فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ...۔
[التوبہ ۹:۱۲۸]

یقیناً تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول آئے اُن پر سخت گراں ہے تمھارا مشقت میں پڑنا۔

اُمت عزیز ہے:

...وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ...۔[المنافقون ۶۳:۸]

اور عزت تو اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور ایمانداروں کے لئے ہے۔

ان سب آیات کا مفہوم ومطلب یہ ہوا کہ رب عزیز نے قرآن عزیز کو اپنے رسول عزیز پر امت عزیزہ کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔(تفسیر کبیر)

(۱) لفظ عزیز کا معنی غالب ہے قرآن دشمنوں پر غالب ہے اور جو اس کا معارضہ چاہتا ہے اُسے پچھاڑ دیتا ہے۔

(۲) عزیز کا معنی ہے جس کی مثل نہ پائی جائے۔

اَلشِّفَآء:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا ...۔
[بنی اسرائیل ۱۷:۸۲]

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفاء ورحمت ہے۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ط...۔[حم السجدہ ۴۱:۴۴]

آپ فرما دیجئے وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ لا وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔[یونس ۱۰:۵۷]

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی اور شفا ہر اُس بیماری کے لئے جو سینوں میں ہے اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔

اس آیت میں قرآن کریم کے اوصاف اربعہ بیان ہوئے ہیں:

(۱) موعظت (۲) شفا (۳) ہدایت (۴) رحمت جن سے قرآن حمید کی عظمت ظاہر ہے۔

ایمان والوں کے لئے قرآن میں روحانی بیماریوں کے لئے شفا اور علاج ہے یعنی شرک، کفر، نفاق، حسد جیسی بیماریوں کا علاج اور روحانی بیماروں کے لئے بھی قرآن شفا ہے۔

چنانچہ حضرت علی ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بہترین علاج قرآن ہے۔(رواہ ابن ماجہ)

دوسرے الفاظ میں ہے قرآن ہی علاج ہے۔

حضرت ابن مسعود ؓ کی روایت میں آیا ہے کہ (بیماری کے لئے) دو شفا کی چیزیں اختیار کرو شہد اور قرآن۔

حضرت واثلہ بن اسقع ؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے حلق کے درد کی شکایت کی فرمایا: قرآن پڑھا کرو۔(بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو سعید خدری ؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے سینہ میں دُکھ ہے۔ فرمایا: قرآن پڑھ۔ اللہ (قرآن کے متعلق فرماتا ہے) شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔

حضرت طلحہ بن مطرف ؓ کا بیان ہے کہ جب کسی بیمار کے پاس قرآن پڑھا جائے تو اس کو بیماری میں خفت محسوس ہوتی ہے۔ یہ بات (رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں) کہی جاتی تھی۔(رواہ ابوعبیدۃ۔ واللہ اعلم)(تفسیر مظہری ج ۱۰ تفسیر سورہ فلق)

ذِكْرٰى۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔[الذاریات ۵۱:۵۵]

اور نصیحت کیجئے بیشک نصیحت ایمانداروں کو فائدہ دیتی ہے۔

قرآن کریم کی صفات بہت زیادہ ہیں ان کا حصر وشمار کرنے سے انسان عاجز ہے بعض صفتیں اور اسماء صفاتی ذکر کئے ہیں۔ اللہ کریم ان صفات قرآنی کی برکت سے راقم کی تقصیرات کو معاف فرما دے۔

وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔[الاعراف ۷:۲]

نصیحت ہے ایمانداروں کے لئے۔

قرآن حکیم کی قسمیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں متعدد بار قرآن کریم کی قسمیں فرمائی ہیں جو قرآنِ حکیم کی صداقت وعظمت کی دلیل ہے۔

يٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔[یٰس ۳۶:۳-۲-۱]

یٰسٓ، قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک آپ بھیجے ہوئے رسولوں میں سے ہیں

قٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۔[قٓ ۵۰:۲-۱]

قٓ ۔ قسم ہے بزرگ قرآن کی۔

حٰمٓ ۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۔[الدخان ۴۴:۲-۱]

حٰمٓ ۔ قسم ہے اس روشن کتاب کی۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۔[صٓ ۳۸:۱]

صٓ قسم نصیحت والے اس قرآن کی۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۔ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۔ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۔ [الواقعہ ۵۶:۷۶-۷۵]

قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔ بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔ محفوظ نوشتہ میں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی قسمیں فرمائی ہیں تا کہ منکرین قرآن کو یقین ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام مقدس ہے نیز قرآن کریم کی قسمیں فرما کر جتلا دیا اور واضح کر دیا کہ یہی وہ کتاب عزیز ہے جو صحت مند دلوں کو ہدایت اور شفاء کا راستہ دکھاتی ہے اور یہی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی قسمیں فرما کر اس کی شان وعظمت اور بزرگی کو ثابت کیا ہے کہ سب سے عظمت والی کتاب قرآن مجید ہی ہے اور یہی سب کے لئے کافی اور شافی ہے۔ قرآن مجید بڑی عظمت و ہیبت والی کتاب ہے۔ قرآن مجید دنیا میں انقلاب برپا کرنے والی کتاب مبین ہے اور دلوں اور پتھروں پر اثر کرنے اور نرم کرنے والی ہے۔

علوم قرآن:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

... وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ... ۔[النحل ۱۶:۸۹]

اور ہم نے اتاری ہے آپ پر یہ کتاب اس میں تفصیلی بیان ہے ہر چیز کا۔

جَمِيْعُ الْعُلُوْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

قرآن مجید میں تمام علوم ہیں لیکن لوگوں کے ذہن ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہاں علوم قرآن سے کیا مراد ہے۔

شیخ محمد علی صابونی لکھتے ہیں:

علوم قرآن کا مقصود وہ تحقیقات ہیں جو اس ہمیشہ رہنے والی کتاب مجید سے بلحاظ نزول، جمع، ترتیب، تدوین، اسباب نزول کی معرفت، مکی و مدنی سورتوں، ناسخ و منسوخ کی معرفت، محکم و متشابہ اور بہت سی دیگر تحقیقات جو قرآن کریم سے تعلق رکھتی ہیں یا ان کا اس سے تعلق ہے اور اس تحقیق کا مقصد رسول کریم ﷺ کے بیان و توضیح اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو کچھ قرآن کی آیات کی تفسیر کے متعلق منقول ہے اس کی روشنی میں کلام اللہ کا سمجھنا ہے اور تفسیر میں مفسرین کے طریقہ اور اسالیب کی معرفت ان کے مشاہیر کے بیان اور تمام مفسرین کے خصائص کی معرفت اور شروط تفسیر اس علم کے دیگر دقائق کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ (التبیان فی علوم القرآن)

یہاں علوم قرآن کے تمام مباحث کا بیان کرنے کا ارادہ نہیں ہے بلکہ علوم مستنبط کے متعلق صرف چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید سے مستنبط علوم:

قرآن کریم میں تو بیشمار علوم بیان ہوئے ہیں مگر علما کرام اپنی اپنی استعداد و ذوق کے مطابق بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ امام فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی (المتوفی ۳۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم میں سات (۷) قسم کے علوم بیان ہوئے ہیں۔

اَلْقَصَصُ الْمَاضِيَةُ وَ الْاَخْبَارُ الْاٰتِيَةُ مِنَ الوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ وَ الْاَمْثَالُ وَالْمَوَاعِظُ وَالْاَحْكَامُ الشَّرْعِيَّةُ مِنَ الْاَمْرِ و النَّهْيِ۔

(تفسیرات احمدیہ)

اقوام گزشتہ وغیرہ کے واقعات، آئندہ وعدہ وعید کی خبریں، مثالیں، مواعظ، شرعی احکام اور اَوامر ونواہی۔

امام بیہقی نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں اور ان میں سے چار کتابوں میں سب کا علم ودیعت فرمایا ہے اور وہ چار کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قران حکیم ہیں اور پھر تورات انجیل اور زبور ان تینوں کتابوں کے علوم کو قرآن کریم میں ودیعت فرمایا ہے۔ (الاتقان)

صاحب اتقان نے اسی (۸۰) انواع میں تین سو (۳۰۰) علوم قرآن تحریر کئے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں تیرہ ہزار تین سو بتیس (۱۳۳۳۲) علوم مذکور ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

بہر حال قرآن کریم جامع العلوم ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جَمِيْعُ الْعُلُوْمِ فِي الْقُرْاٰنِ		لٰكِنْ تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

تمام علم قرآن مجید میں ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں ان کے سمجھنے سے قاصر و عاجز ہیں

(شرح شفاء لملاعلی قاری ۱:۵۵۹)

سعید بن منصور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَعَلَيْهِ بِالْقُرْاٰنِ فَاِنَّ فِيْهِ عِلْمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔

(معترک الاقران فی اعجاز القرآن ج ا ص ۱۱)

جو علم حاصل کرنے کا ارادہ کرے وہ قرآن کو لازم پکڑے بیشک قرآن میں پہلوں اور پچھلوں کے علوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ [الکہف ۱۸:۱۰۹]

(اے حبیب) آپ فرمائیے کہ اگر ہو جائے سمندر روشنائی تو یقیناً میرے رب کے کلمات (لکھنے) کے لئے تو ختم ہو جائے گا سمندر اس سے پیشتر کہ ختم ہوں میرے رب کے کلمات اور اگر ہم لے آئیں اتنی اور روشنائی اس کی مدد کو (تب بھی ختم نہ ہوں گے)۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ م بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ط۔۔۔۔ [لقمان ۳۱:۲۷]

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلم ہو جائیں اور سمندر (سیاہی)، اس کے بعد اور سات سمندر (سیاہی بن کر) اس کی مدد کریں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔

علوم پنجگانہ:

صاحب الفوز الکبیر لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں بطور نص پانچ قسم کے علوم بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) علم الاحکام:

یعنی واجب مندوب (مستحب) مکروہ اور حرام امور کا علم خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے وہ تدبیر منزل (گھریلو نظم و نسق) سے ہو یا سیاست مدن (ملکی اور انتظامی) معاملات سے ان علوم کی تفصیل بیان کرنے اور ان کی تشریح کرنے والا فقیہ کہلاتا ہے

(۲) علم مخاصمہ:

یعنی یہود، عیسائی، مشرکین اور منافقین وغیرہ ان چاروں گمراہ فرقوں سے بحث اور مخاصمہ، اس علم کی تشریح متکلمین کے ذمہ ہے اور اس علم میں مہارت حاصل کرنے والا متکلم کہلاتا ہے۔

(۳) علم تذکیر بالاء اللہ:

یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نشانیوں کا علم اس باب میں زمیں و آسمان کی پیدائش۔ جن امور کا انسان محتاج ہے اور ضرورت مند ہے ان کی بذریعہ الہام تعلیم اور اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کا ذکر بھی شامل ہے۔

(۴) علم تذکیر بایام اللہ:

یعنی اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اور پیدا فرمودہ واقعات اور حالات کا علم ہے اور اس میں ان تمام واقعات کا بیان شامل ہے جو اطاعت شعار بندوں کے انعام اور نافرمان بندوں کی سزا اور عقوبت کے سلسلہ میں پیش آتے ہیں۔

(۵) علم تذکیر بالموت:

اس باب میں موت اور موت کے بعد پیش آنے والے حالات اور واقعات کا بیان شامل ہے یعنی حشر و نشر حساب، میزان جنت اور دوزخ وغیرہ کا تفصیلی بیان اس علم سے متعلق ان تمام اُمور کی تفصیل سے آگاہی اور ان کے متعلق احادیث اور واقعات کو حفظ کرنے والا واعظ و مذکر (نصیحت کرنے والا) کہلاتا ہے۔

قرآن مجید کا انداز بیان:

ان علوم کو بیان کرنے کے لئے قرآن کریم میں قدیم عربوں کا اندازِ بیان اور پہلو اختیار کیا گیا ہے۔ متاخرون (پچھلوں) عرب کا انداز بیان تو ان میں کہیں نہ ملے گا چنانچہ ان آیات کے بیان میں جن کا تعلق احکام سے ہے متن نگاروں کی طرح اختصار پیش نظر رکھا گیا ہے اور اصولوں کے انداز بیان یعنی قواعد کے غیر ضروری اصولوں سے بحث کرنے اور ان کا تجزیہ کر کے بیان کو طول دینے پر نہیں کیا گیا ہے اور آیاتِ مُخاصَمہ میں اُن کے مشہور مسلمات اور خطابات کے مفید اسلوب سے کام لیا گیا ہے۔ جیسا کہ دورِ آخر میں ادیبوں کا اسلوب ہے۔ منطقیوں کی طرح دلیلوں کے تجزیے اور درجہ بدرجہ آگے بڑھ کر مقصد تک پہنچنے کا طریقہ نہیں اختیار کیا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے جن چیزوں کی تعلیم اپنے بندوں کے لئے اہم اور ضروری سمجھی انھیں بیان کر دیا اور اس سلسلہ میں تقویم اور تاخیر کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بے مثل ہے اسی طرح جو علوم و احکام قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں ان کا اندازِ بیان بھی بے مثل ہے۔ عام مخلوق (انسانوں) کی کتابوں کی طرح علوم و احکام کو ابواب اور فصلوں کی صورت میں بیان نہیں کیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قرآن مجید پانچ صورتوں پر نازل ہوا ہے (۱) حلال (۲) حرام (۳) محکم (۴) متشابہ (۵) امثال۔ لہٰذا تم حلال کو حلال جانو، حرام کو حرام جانو، محکم پر عمل کرو، متشابہ پر ایمان لاؤ اور امثال (قصوں) سے عبرت حاصل کرو۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل دوم بحوالہ شعب الایمان)

دعا برائے دفع رنج و بلا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیْ حُكْمِكَ عَدْلٌ فِیْ قَضَائِكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَبَصَرِیْ وَجِلَآءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔ (حصن حصین)

اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں اور میری پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تیرا فیصلہ جو میرے بارے میں وہ نافذ ہے۔ تیری قضا میرے بارے میں سراپا عدل ہے۔ تیرے ہر اس نام کے واسطہ سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جو اپنا نام تو نے خود رکھا یا جو نام تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا اپنی کسی مخلوق کو سکھایا جسے تو نے اپنے علم غیب میں اپنے پاس محفوظ فرمایا۔ میں سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میری آنکھوں کا نور بنادے اور میرے رنج کے دور ہونے اور میری فکر وغم کے چلے جانے کا ذریعہ بنادے۔ اللہ رحمت نازل فرمائے ساری مخلوق سے بہتر تمہارے سردار محمد ﷺ پر اور ان کی آل وصحابہ پر اور سلام۔

باب چہارم....... قرآن مجید کے عمومی فضائل

اس پوری کائنات میں کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں جس کا اللہ تعالیٰ کی ذات سے اتنا قریبی اور براہ راست تعلق ہو جتنا قرآن مجید کا ہے ہر چیز اور ہر ہستی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے خالق ومخلوق اور عابد ومعبود کا ہے مگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کوئی مخلوق نہیں ہے بلکہ خود اس کی ایک صفت اور اس کا کلام ہے جو اس نے اپنے کرم سے اپنے پیارے رسول ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے جب تک حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں رہے۔ اپنے نور نبوت کی کرنوں سے اور روزانہ تازہ وحی کے انوار وبرکات سے انسانوں کو فیض یاب فرماتے رہے آپ ﷺ کے بعد دنیا والوں کا وہ مسلسل اور لگاتار تعلق جو ملاء اعلیٰ سے براہ راست وحی کے ذریعہ یا زبان نبوت سے اس کی شرح وتفسیر کے ذریعہ قائم تھا ختم ہو گیا۔

اب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اپنے اس کلام کو جو نبی آخر الزمان ﷺ کے ذریعے دنیا کو دیا گیا تھا، اس کا ہر لفظ زندگی کی کمی بیشی کے بغیر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے جس کا ہر لفظ زندگی کی روحانی قوت وتاثیر اور انوار وبرکات سے لبریز ہے جو شخص اپنا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑنا چاہتا ہے اس کے لئے روئے زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی اور ذریعہ نہیں ہے کہ وہ قرآنِ حمید سے اپنا رشتہ جوڑ لے اور اس کی تلاوت اس کے سمجھنے اسی پر غور وفکر کرنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے۔ یہ عرش الٰہی سے لٹکی ہوئی ایسی مضبوط کمند ہے کہ کائنات میں اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ (انتخاب الترغیب والترہیب)

اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص۔۔۔[آل عمران ۳:۱۰۳]

اور مضبوطی سے پکڑلو اللہ کی رسی سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

کِتَابُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهٗ کَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهٗ کَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ۔ (مسلم)

کتاب اللہ (قرآن کریم) اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔جس نے اس کی پیروی کی وہ راہ راست پر ہوگا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہوگا۔

چونکہ یہ بڑی عظمت والی کتاب ہے اسی لئے اس کے پڑھنے پڑھانے کے فضائل وفوائد بے شمار ہیں۔ان میں سے پورے قرآن کریم کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

خیال رہے کہ فضائل فضیلت کی جمع ہے اور فضیلت (اضافہ) خاص بزرگی کو کہتے ہیں اور قرآن کریم کی عظمت وبزرگی اور اس کی فضیلت ورفعت کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ یہ رب کائنات کا بے مثال کلام ہے جس طرح رب کریم کو ساری مخلوقات پر برتری ہے اسی طرح قرآن کریم کو تمام کلاموں پر فضیلت حاصل ہے۔

اَقسامِ فضائل:

قرآن کریم کے فضائل تین طریقوں سے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب مقدس کے فضائل بیان فرمائے ہیں جو کہ مختلف سورتوں اور آیتوں میں مذکور ہیں۔

(۲) نبی کریم ﷺ نے تلاوتِ قرآن کریم اور تعلیم قرآن مجید کی متعدد حدیثوں

میں فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۳) صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے قرآن کریم سے فضائل وفوائد بکثرت منقول ہیں مگر پھر بھی اس کے فضائل بیان کرنے کا حق ادا نہیں کیا جاسکے گا۔کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا بھیجا ہوا ہے۔جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھے اور پڑھائے اور سنے اور سنائے اور کتاب لاجواب کا سیکھنے سکھانے والا سب سے افضل ہے۔

قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے والا سب سے بہتر ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن)

کہ تم میں بہترین وہ ہے جو خود قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔

اس حدیث میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کی بڑی شان بیان کی گئی ہے کہ اس کتاب ہُدیٰ کے پڑھنے پڑھانے والے سب سے افضل و اعلیٰ ہیں ان سے جو اس کی تلاوت وتعلیم سے غافل رہتے ہیں۔قرآن کریم کا ناظرہ پڑھنا و پڑھانا یہ سب چیزیں اس کے سیکھنے وسکھانے میں داخل ہیں۔

اور دوسری حدیث میں ہے:

وَفَضْلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰى سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ الْخَالِقِ عَلَى الْمَخْلُوْقِ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۶۱)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا قرآن کریم کی فضیلت وبزرگی دوسرے تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسی خالقِ کائنات کو ساری مخلوق پر فضیلت ہے۔

امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيْثِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ اَفْضَلُ اَعْمَالِ الْبِرِّ كُلِّهَا۔ لِاَنَّهٗ لِمَا كَانَ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ اَفْضَلُ النَّاسِ اَوْ خَيْرُهُمْ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰)

اوراس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت نیک اعمال سے زیادہ افضل ہے کیونکہ جو قرآن کریم خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے وہ سب سے افضل اور بہتر ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰)

بے شک تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

اَلْقُرْاٰنُ اَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَمَنْ وَقَّرَ الْقُرْاٰنَ فَقَدْ وَقَّرَ اللّٰهَ وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْاٰنِ فَقَدِ اسْتَخَفَّ بِحَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(جمع القرآن الکریم فی عہد خلفاء الراشدین ص ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَضْلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵۳)

قرآن کی فضیلت سارے کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت اسکی مخلوق پر ہے

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے معلم و متعلم بہترین لوگوں میں سے ہیں کیونکہ افضل ترین کتاب کی خدمت کرتے ہیں۔

نیز خوفِ خدا رکھنے والے متقی کی شان میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

...اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط...۔ [الحجرات ۴۹:۱۳]

بلاشبہ تم میں زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم و تعلم کے موقع پر نزول رحمت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ جس شخص نے کسی مسلمان سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکالیف دور کرے گا اور جو کسی تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا وآخرت میں آسانی فرما دے گا، اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ اور جو کوئی علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں قرآن مجید کی تلاوت اور تعلیم و تعلم کے لیے جمع ہوتے ہیں ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، فرشتوں کی ایک بھیڑ ان کے آس پاس جمع ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنی محفل خاص میں کرتا ہے۔ جس شخص کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا اس کا نسب اسے ترقی نہیں دلا سکتا۔

(صحیح بخاری کتاب المظالم)

اس حدیث میں بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک تلاوت قرآن کریم کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ تلاوت کرنے والوں اور پڑھنے اور پڑھانے والوں نیز دَور کرنے والوں کو سکون قلبی حاصل ہوتا ہے اور دل کی بے چینی و بیقراری دور ہوتی ہے اور یہ بڑی دولت ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ گرامی ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔[الرعد ۱۳:۲۸]

یادرکھواللہ کے ذکر سے دلوں کواطمینان حاصل ہوتا ہے۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

تلاوت قرآن کریم اعلیٰ ذکر ہے اور خصوصی رحمت نازل ہوتی ہے۔فرشتے تلاوت قرآن کو سننے کی خاطر حاضر ہوتے ہیں نیز مساجد ومدارس اور خانقاہیں نزول رحمت کے مراکز ہیں کیونکہ ان میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت براء ؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی سورہ کہف پڑھتا تھا اور اس کے قریب ایک طرف دورسیوں سے گھوڑا بندھا ہوا تھا اس کو بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ قریب ہوتا گیا گھوڑا اُچھلنے لگا۔جب صبح ہوئی تو وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ رحمت ہے جو قرآن کریم کے پڑھنے کے باعث نازل ہوئی ہے''.

تلاوت قرآن مجید پر فرشتوں کا نزول:

حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ اُسید بن حضیر اپنے گھر میں ایک رات قرآن مجید پڑھ رہے تھے (ان کی آواز بہت اچھی تھی) اتنے میں ان کا گھوڑا بدکنے لگا انھوں نے پھر پڑھا، گھوڑا پھر بدکنے لگا۔اُسید کہتے ہیں کہ میں ڈرا (ان کا بیٹا بھی وہیں نیچے سویا ہوا تھا) کہ روند نہ ڈالے۔میں اس کی طرف کو اٹھا تو دیکھتا کیا ہوں میرے سر کے اوپر ایک بدلی سی ہے جس میں چراغ روشن ہیں وہ آسمان کی طرف اُٹھتی چلی گئی یہاں تک کہ نظروں

سے اوجھل ہوگئی۔کہتے ہیں میں صبح کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں گزشتہ رات اپنے گھر میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا اتنے میں میرا گھوڑا بدکنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا ''ابن حضیر پڑھتے رہو'' میں پڑھتا رہا وہ (گھوڑا) پھر بدکا۔آپ ﷺ نے فرمایا ''ابن حضیر پڑھتے رہو'' میں پڑھتا رہا انھوں نے عرض کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا ''پڑھتے رہو'' انھوں نے عرض کیا میں اس کے بعد اٹھ کر چلا (میرا لڑکا) نیچے اس کے قریب ہی تھا میں ڈرا کہ کہیں وہ (گھوڑا) اسے روند نہ ڈالے۔میں نے دیکھا ایک بدلی سی ہے اور اس میں چراغ روشن ہیں وہ آسمان کی طرف اُٹھتی چلی گئی۔یہاں تک کہ مجھے نظر آنا بند ہوگئی۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے تمہاری قراءت سننے آئے تھے اگر تم پڑھتے رہتے تو وہ صبح تک رہتے۔لوگ ان کو دیکھتے اور وہ ان سے چھپنے کی کوشش نہ کرتے۔ (مشکوۃ مختصراً)

اَلْفَرَسُ يَقَعُ عَلَى الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى ۔(مرقاۃ)

کہ فرس کا اطلاق گھوڑے اور گھوڑی دونوں پر ہوتا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

تلاوت قرآن مجید، اللہ کا ذکر ہے اور جہاں اللہ کا ذکر ہو وہاں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔قرآن تلاوت سے سکینہ نازل ہوتی ہے۔

تلاوت قرآن حکیم کی فضیلت:

کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرنا مستحب ہے رب کائنات نے بکثرت تلاوت کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔۔[البقرہ ۲:۱۲۱]

اور وہ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے وہی لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور جو اس کا انکار کرتے ہیں تو وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۔[فاطر ۳۵:۲۹]

اور تلاوت کرتے ہیں اللہ کی کتاب کی اور نماز قائم کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز نقصان والی نہیں۔

۔۔۔يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۔[آل عمران ۳:۱۱۳]

وہ رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدہ کرتے ہیں

۔۔۔وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ج۔۔۔۔
[النمل ۲۷:۹۱۔۹۲]

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ شامل ہو جاؤں فرمانبرداروں کے زمرہ میں (نیز یہ بھی) میں تلاوت کیا کروں قرآن کی۔

ان آیات میں قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرنے والوں کی تعریف بیان فرمائی ہے اور تلاوت ہمیشہ کرنا قرآن کریم کے احکام کو جاننا اور ان احکام پر عمل کرنا مراد ہے کیونکہ مقصد تلاوت یہی ہے۔

حضرت انس ؓ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ۔

کہ تمام (نفلی) عبادتوں سے افضل عبادت قرآن کریم کو پڑھنا ہے۔

نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت:

تمام عبادات میں سے جامع ترین عبادت نماز ہے اور اس میں قراءت قرآن (قرآن نماز میں پڑھنا) فرض ہے اور نبی کریم ﷺ نے نماز میں قرآن کریم کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کیا تم سے کوئی چاہتا ہے کہ جب وہ اپنے (سفر سے) گھر لوٹے تو وہاں تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیاں پائے؟ ہم نے عرض کیا: ہاں! تو فرمایا: تین آیتیں جنہیں کوئی نماز میں پڑھ لے وہ اُسے تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔(مشکوۃ بحوالہ مسلم)

یہ صرف سمجھانے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ جیسے میٹھی نیند سونے والوں کو سمجھانے کے لئے فجر کی اذان میں کہتے ہیں ''اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کہ اس نیند سے نماز بہتر ہے۔ حالانکہ نماز تو ساری دنیا سے بہتر ہے اس طرح آیتیں بھی ساری دنیا سے افضل ہیں ان کا ثواب دنیا و آخرت میں ہے۔ مال دنیا فانی ہے مگر محض سمجھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چونکہ اہل عرب کے نزدیک اونٹ نہایت قیمتی اور پسندیدہ مال ہے بالخصوص اونٹنیاں کیونکہ ان سے زیادہ فوائد ہیں کہ ان سے نسل چلتی ہے اور دودھ دیتی ہیں اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت ایک اعلیٰ سعادت ہے۔ نماز مناجات المومنین ہے اس لئے نماز میں قرآن کریم کی تلاوت اعلیٰ قسم کی عبادت ہے اور زیادہ فضیلت والی عبادت ہے۔

اس حدیث میں دنیا حاصل کرنے کی ممانعت نہیں کی گئی بلکہ نماز میں تلاوتِ قرآن

کریم کی ترغیب دی گئی ہے۔

قرآن کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتٰبِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ (الٓمّٓ) حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ۔

(الترمذی کتاب فضائل القرآن)

جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے ہر حرف کے بدلہ میں ایک نیکی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہے میں یہ نہیں کہتا کہ سارا (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

یعنی قرآن کریم کے ہر حرف پڑھنے کے عوض ایک نیکی ملتی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہے۔ لہذا (الم) میں تین حروف ہیں اور تینوں کے پڑھنے سے تیس (۳۰) نیکیاں تلاوت کرنے والے کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کو قرآن کے کلمات کے حروف سے ہر حرف کے بدلہ میں ایک نیکی عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح جس قدر زیادہ آیات و سورتیں تلاوت کی جائیں گی تو نیکیاں بھی زیادہ ملیں گی۔

اس حدیث شریف میں حرف سے مراد اس کا اصطلاحی معنی نہیں جو اسم اور فعل کے بالمقابل ہے بلکہ اس کا لغوی معنی طرف یا کنارہ ہے کیونکہ حرف کا اصطلاحی معنی تو نئی اصطلاح ہے جو اسلام کے صدر اول کے زمانہ کے سو سال بعد وضع کی گئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدلول بول کر دال مراد لیا ہو۔ (انوار البیضاوی حصہ اول ص ۳۴)

قرآن مجید کے حروف کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں ان میں سے ایک قول امام قرطبی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن کثیر نے حضرت مجاہد تابعی متوفی ۱۰۲ سے نقل کیا ہے کہ حضرت مجاہد کہتے ہیں ہم نے خود قرآن مجید کے حروف گنے ہیں ہماری گنتی کے مطابق ان کی تعداد تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی ہے۔ (تفسیر القرطبی ج ۱ ص ۴۷)

اب پڑھنے والا خود اندازہ لگائے کہ اس کو کس قدر زیادہ ثواب حاصل ہوگا اور کس قدر زیادہ نیکیاں ملیں گی۔

تلاوت قرآن افضل عبادت ہے:

چنانچہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ عِبَادَةِ اُمَّتِىْ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔

میری امت کی افضل عبادت تلاوتِ قرآن ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَحَبَّ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّحَدِّثَ رَبَّهٗ فَلْيَقْرَءِ الْقُرْاٰنَ۔

(کنز العمال ج ۱ باب السابع)

جب تم میں سے کوئی اپنے رب سے باتیں کرنا چاہے تو وہ قرآن کریم پڑھے۔ اس کی تلاوت کرے اور اس کے معانی و مطالب میں غور و فکر کرے۔

تلاوت میں مشغول شخص کی تمام ضروریات پوری کی جاتی ہیں:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن (کی تلاوت) اور میری یاد (ذکر) مجھ سے سوال کرنے (مانگنے) سے روک لے گی میں اس کو مانگنے والوں کی بہ نسبت بڑھ کر

عطا کروں گا اور کلامِ الٰہی کی فضیلت اس کی تمام مخلوقات پر ہے۔ (مشکوۃ)

معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن کریم کرنے والوں کو زیادہ انعام واکرام دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَضْلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ الرَّحْمٰنِ عَلٰی سَائِرِ خَلْقِہٖ۔

(کنزالعمال ص۴۵۹)

قرآن کی فضیلت سب کلاموں پر اس طرح ہے جس طرح خدا رحمن کو اپنی ساری مخلوق پر برتری ہے۔

قرآن مجید، اللہ کا دسترخوان ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا دسترخوان ہے (جو علوم وعرفان سے بھرا ہوا ہے) جس قدر ہو سکے اس کے دسترخوان سے علم سیکھ لو۔ یہ قرآن اللہ کی رسی ہے، وہی واضح نور اور نفع بخش شفاء ہے۔ جو اس کو تھامے رکھتا ہے یہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور جو اس کے احکام پر عمل کرتا ہے یہ اس کے لیے نجات کا باعث بنتا ہے۔ یہ ٹیڑھا نہیں ہوتا کہ اسے سیدھا کرنے کی ضرورت پیش آئے، نہ صراطِ مستقیم سے ہٹتا ہے کہ اس پر اعتراض کیا جائے۔ اس کے عجائبات ہیں کہ ختم نہیں ہوتے، نہ یہ بار بار دہرانے سے پرانا ہوتا ہے۔ اس کی تلاوت کیجیے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیوں کے برابر ثواب دیتا ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ "الم" ایک ہی حرف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں دیکھوں کہ ٹانگ چڑھائے بیٹھا ہے اور سورۂ بقرہ نہیں پڑھتا۔ شیطان اس گھر سے دور بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے اور وہ گھر سب سے زیادہ بھلائی سے

محروم رہتا ہے جو اللہ کی کتاب سے خالی ہو۔ (مستدرک حاکم کتاب فضائل القرآن باب اخبار فی فضائل القرآن، سنن دارمی کتاب فضائل القرآن، تفسیر قرطبی)

موت کی یاد اور قرآن کی تلاوت دل کی جلاء کا باعث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یہ یاد رکھو کہ دِل زنگ پکڑتے ہیں جیسا کہ پانی پہنچنے سے لوہا زنگ پکڑتا ہے۔

صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ اس کی جلاء کا کیا ذریعہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا ان دونوں سے دل کا زنگ دور ہوگا۔ (مشکوۃ)

معلوم ہوا کہ موت کی یاد اور تلاوت قرآن کریم سے دل روشن ہوتے ہیں اور زنگ دور ہوتا ہے۔

گویا اور خاموش واعظ:

حضرت امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں اور تم میں دو واعظ (نصیحت کرنے والے) اور ناصح چھوڑے جاتا ہوں وہ ہمیشہ تمہیں پند ونصیحت کرتے رہیں گے ایک (واعظ) گویا (بولنے والا) اور دوسرا خاموش ہے۔ گویا قرآن عزیز ہے اور موت خاموش ہے۔ (کیمیاء سعادت ص۲۰۶)

دو قسم کے لوگ قابلِ رشک ہیں:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی شخص پر حسد کرنا (رشک) سوائے دو شخصوں کے جائز نہیں ہے ایک وہ مرد جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب دی ہے اور وہ رات کو اٹھ کر پڑھتا ہے اور دوسرا وہ مردِ (خدا)

ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ دن رات اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا اور خرچ کرتا ہے۔ اگر یہ دونوں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں (رشک) تو جائز ہے۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دو آدمیوں کے سوا کسی سے حسد (رشک) کرنا جائز نہیں ہے ایک اس شخص پر جسے اللہ نے قرآن سکھایا ہے اور وہ اس کو دن رات پڑھتا رہتا ہے اور اس کا پڑوسی سن کر کہتا ہے کاش مجھے بھی اسی طرح پڑھنا نصیب ہو تو میں بھی اس طرح عمل کرتا (پڑھتا رہتا) دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے اور وہ اس کو راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے پھر کوئی کہے کاش مجھے بھی یہ مال میسر (حاصل) ہوتا تو میں بھی اُسے اسی طرح خرچ کرتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کہ حسد (رشک) نہیں ہے مگر دو آدمیوں میں (درست ہے) ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا پھر اُسے راہِ حق میں خرچ کرتا ہے (یعنی اس کو مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی)۔ دوسرا وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت یعنی دین وشریعت کا علم عطا کیا وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور حکم وفیصلے کرتا ہے نیز دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔
(اشعۃ اللمعات)

مطلب یہ ہے کہ اگر حسد کرنا جائز ہوتا اور کہ کوئی اچھی چیز ہوتی تو ان مذکورہ آدمیوں کے بارے میں جائز ہوتا۔ مگر یہاں حسد سے مراد غبطہ (رشک) کرنا ہے کہ انسان آرزو کرے کہ جو چیز دوسرے کو ملی ہے مجھے بھی مل جائے یہ تمنا کرنا جائز ہے۔ اس حدیث سے راہ خدا میں خرچ کرنے اور علم قرآن کی فضیلت ثابت ہے۔

ماہر قرآن کی فضیلت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ ،وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ ،وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ ،لَهٗ اَجْرَانِ۔ (متفق علیہ)

کہ ماہر قرآن ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو لکھنے والے اور بزرگ اور نیکو کار ہیں اور وہ شخص کہ جو قرآن مجید کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور (قرآن پڑھنا) اس کے لئے مشکل ہوتا ہے تو اس کے لئے دو ثواب ہیں۔ (دوہرا اجر ہے)

ماہر قرآن وہ شخص ہے جس کو قرآن خوب یاد ہو اور اٹکے بغیر پوری روانی سے پڑھتا ہو اور اس کے لئے قرآن پڑھنا کوئی مشکل اور دشوار امر نہ ہو تو وہ فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ میں سَفَرَۃ مُسَافِر کی، بَرَرَۃ بَار کی اور کِرَامٌ کَرِیْم کی جمع ہے اور بعض کے نزدیک تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔

ارشادِ گرامی ہے: بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ
ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نیکی والے۔

ان فرشتوں سے کون سے فرشتے مراد ہیں بعض کے نزدیک وہ فرشتے مراد ہیں جو لوح محفوظ سے اللہ تعالیٰ کی کتابیں نقل کرتے تھے اور رسولوں کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ ان فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور اور مقرر ہیں۔ (یعنی کِرَامًا کَاتِبِیْنَ)

دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں جو تین صفتیں مذکور ہیں وہ انبیاء کرام کی ہیں کہ مہر قرآن قیامت کے دن خادمانہ حیثیت سے نبیوں کے ساتھ ہوگا۔ تیسرا احتمال یہ بھی

ہے کہ یہ تینوں صفتیں اصحابِ رسول اللہ ﷺ کی ہیں کیونکہ انھوں نے قرآن کریم کو پڑھا، لکھا اور جمع کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹۔ اشعۃ اللمعات حاشیہ مشکوۃ)

خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن کریم کے ماہر کی بڑی شان ہے کہ دنیا میں وہ قرآن پڑھتا تھا اور اس کے احکام پر عمل کیا کرتا تھا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ساتھ ہوگا خواہ فرشتے ہوں یا نبی یا انبیاء کرام یا صحابہ عظام ہوں۔

وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ اور دوسرا وہ جو قرآن پڑھتے وقت اس میں اٹکتا ہے زبان صاف نہیں چلتی رک جاتی ہے اور روانی سے نہیں پڑھ سکتا تو اسے دو ثواب کی بشارت دی گئی ہے ایک ثواب تو پڑھنے کا اور دوسرا ثواب اس مشقت کا جو اسے قرآن پڑھنے میں ہوئی ہے۔ اس میں درحقیقت قرآن پڑھنے کی ترغیب (رغبت) دلائی گئی ہے کہ اٹک اٹک کر پڑھنے والا مایوس ہو کر پڑھنا ہی نہ چھوڑ دے پڑھتا رہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص اٹک اٹک کر قرآن کی تلاوت کرتا ہو وہ ماہر قرآن سے زیادہ ثواب پاتا ہے کیونکہ ماہر قرآن کو تو بے حد ثواب ملتا ہے کہ اس کو فرشتوں کا ساتھ ہوگا اس سے پڑھنے والے کی بڑی فضیلت ثابت ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو ہم صُفّہ (سایہ دار چبوترے) پر بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ”تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز وادی بطحان یا عقیق (بطحان ایک نالے اور عقیق ایک جگہ کا نام ہے جہاں اونٹوں کی خریداری و فروخت ہوا کرتی تھی) کی طرف جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑے کوہان والی بغیر کسی گناہ کے اور بغیر رشتہ داری توڑے لائے“؟ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم سب پسند کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”(تو پھر سن لو کہ) تم میں سے جو شخص مسجد میں جاتا ہے اور وہاں کتاب اللہ کی دو آیتیں کسی کو سکھاتا یا خود پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیتیں اس کے لئے تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

حاصل یہ کہ آیتوں کی تعداد اونٹنیوں کی تعداد سے بہتر ہے (یعنی پانچ آیات پانچ اونٹوں سے بہتر ہیں اسی طرح آگے تک قیاس کیا جائے۔ (مسلم)

یہ صرف سمجھانے کے لئے اونٹوں کا ذکر تمثیلاً فرمایا ہے ورنہ دنیا کی تمام چیزیں ایک آیت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت اور کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتیں کیونکہ یہ مال دنیا فانی ہے اور تلاوت آیات کا ثواب باقی ہے۔

قاریٔ قرآن کا بلند مقام:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَءْ وَارْقَ وَ رَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا۔ (ابوداؤد، احمد، ترمذی، نسائی)

کہ صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن کریم پڑھتا جا اور بلندی پر درجات کی طرف بڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر عمدہ طریقہ سے پڑھ جس طرح دنیا میں پڑھا کرتا تھا کیونکہ تیری منزل اس آیت کے پاس ہے جو تو سب سے آخر میں پڑھے گا۔

یعنی قیامت کے دن جنت میں صاحب قرآن کو تلاوت کرنے کا حکم دیا جائے گا اور صاحب قرآن سے کیا مراد ہے؟

چنانچہ صاحب اشعۃ اللمعات فرماتے ہیں کہ صاحب قرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کی تلاوت کا خوگر اور عادی ہو اور اس پر عمل پیرا رہے اس سے کہا جائے گا قرآن

کریم کو پڑھ اور درجات میں اوپر کو بلند ہوتا جا جس قدر کہ قرآنی آیات پڑھ سکتا ہے۔ پھر اگر سارا قرآن پڑھے گا تو جنت کے آخری درجات تک پہنچ جائے گا جو اس کے لئے تیار کیے گئے ہیں اور اس کے لائق حال ہوں گے یہ امر وحکم تمام صاحب قرآن کو شامل ہے۔

انبیاء ومرسلین ہوں یا اولیاء وعلما اور دوسرے تمام صالحین کرام ان کے درجات کے مطابق اور ترتیل سے مراد حروف کو صاف اور بڑی عمدگی سے پڑھنا ہے۔(اشعۃ اللمعات)

بعض علما فرماتے ہیں کہ آیات قرآنی کی تعداد کے برابر درجے ملیں گے اور یہ بشارت اس کے لئے ہے جو دنیا میں اس کی تلاوت کرے پھر اس کے احکام پر عمل بھی کرے۔(حاشیہ مشکوۃ)

امام ابنِ ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صاحبِ قرآن (قرآن پڑھنے اور عمل کرنے والے) سے اس وقت یہ کہا جائے گا جب وہ جنت میں داخل ہوگا کہ تو قرآن پڑھتا جا اور اوپر چڑھتا جا تو وہ قرآن پڑھے گا اور ہدایت کے بدلہ میں اس کا درجہ بلند ہوتا جائے گا یہاں تک کہ وہ قرآن کا آخری حصہ وآیت پڑھے گا۔(تو آخری درجہ پر بھی پہنچ جائے گا)(قرطبی ۱:۸)

حضرت وہب زماری روایت کرتے ہیں کہ جس کو حق تعالیٰ نے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا پھر وہ اس کو رات دن پڑھتا ہے اور جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کرتا ہے اور وہ اسی اطاعت کرنے کی حالت میں مر گیا اللہ تعالیٰ اس کو فرشتوں اور نبیوں کے ساتھ اٹھا لے گا کہ وہ قیامت کے دن فرشتوں اور رسولوں کے ساتھ ہوگا۔(قرطبی)

قرآن کریم قیامت کے دن شفاعت کرے گا:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ قرآن مجید کو (زیادہ) پڑھا کرو۔ اس لئے کہ یہ قیامت کے دن پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔(مسلم)

یہ قرآن دنیا، قبر اور حشر میں کام آنے والا ہے اور بالخصوص حشر میں شفاعت کرے گا۔ لہذا زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزے اور قرآن بندے کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزے کہیں گے میرے رب میں نے اس (بندے) کو کھانے اور شہوت سے دن کو روکے رکھا، اس کے حق میں میری سفارش قبول کر اور قرآن کہے گا کہ میں نے رات کو اسے نیند سے روکے رکھا، میری اس کے حق میں سفارش قبول کر" تو ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔(مشکوۃ کتاب الصوم)

حافظ قرآن کے والدین کو نورانی تاج پہنایا جائے گا:

حضرت **معاذ الجھنی** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور جو قرآن میں احکام مذکور ہیں ان پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی چمک ودمک آفتاب کی روشنی سے زیادہ اعلیٰ ہو گی۔ (اگر بالفرض) تمہارے گھروں میں آفتاب ہو اب خود تم اس شخص کا مرتبہ سمجھ سکتے ہو جس نے قرآن پر عمل کیا۔(مشکوۃ بحوالہ احمد، ابوداؤد)

حفاظ اور علما شفاعت کریں گے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اسے یاد کیا اور یاد رکھا، اس کے حلال کو حلال جانا، اس کے حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے ان دس (۱۰) افراد گھر والوں کے حق میں شفاعت قبول فرمائیگا جو دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے

(الترمذی، ابن ماجہ)

معلوم ہوا حافظ باعمل اور عالم باعمل کی بڑی شان ہے کہ خود بھی نجات پائے گا اور دوسری کی بھی شفاعت کرے گا۔

حضرت عثمان غنی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ: اَلْاَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ۔

قیامت کے دن تین (۳) جماعتیں (ایمانداروں کی) شفاعت کریں گی: نبی، پھر علمائے دین اور شہدا اسلام شفاعت کریں گے۔

ان تین کو مخصوص کرنے کی وجہ ان کی فضیلت و کرامت ہے ورنہ تمام اہل خیر مسلمانوں کے لئے شفاعت کا ثبوت ہے۔ نیز حافظ باعمل اور عالم باعمل مراد ہیں۔

لہذا اپنی اولاد کو قرآن کریم پڑھانا چاہیے۔ اس کا ثواب دونوں کو ملے گا اور اگر حافظ وعالم دین کے والدین کے سر پر میدان حشر میں اس قدر روشن نورانی تاج رکھا جائے گا تو جو اجر وثواب قرآن پڑھ کر عمل کرنے والوں کو دیا جائے گا اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کی نیکیوں کا فائدہ والدین کو ہوتا ہے۔ نیز والدین کے لئے اولاد کو تعلیم دلانا لازم ہے اس میں دونوں کا عظیم فائدہ ہے اور والدین دونوں کو علم قرآن کی برکت سے قیامت کے دن ابدی زندگی اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ...۔[التحریم ۶۶:۶]

اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے ایمان والوں کو فرمایا کہ خود بھی قرآن کریم کو پڑھو اور تعلیمات قرآن پر عمل کرو اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تعلیم دو تا کہ وہ عذاب دائمی سے محفوظ رہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری باب تعلیم الصبیان القرآن کے ماتحت لکھتے ہیں کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جس سورہ کو تم مفصل کہتے ہو وہ محکم ہے۔ سعید نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی جبکہ میں صرف دس برس کا تھا حالانکہ میں محکم سورتیں پڑھ چکا تھا (یعنی وہ سورتیں جو منسوخ نہیں ہوئیں)۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں محکم سورتیں یاد کر چکا تھا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ محکم سورتیں کون سی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ محکم مفصل ہیں۔ (یعنی سورہ حجرات سے آخر تک مراد ہیں)

قرآن مجید بھلا دینے کا گناہ اور بلا ناغہ تلاوت کی ترغیب:

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے سامنے میری امت کے اجر وانعام رکھے گئے یہاں تک کہ ایک شخص اگر مسجد میں سے کوئی مٹی کوڑا بھی اٹھا کر پھینک دیتا ہے (وہ بھی دکھایا گیا اسی طرح) میری امت کے گناہ بھی دکھائے گئے مجھے ان میں کوئی گناہ اس سے بڑا محسوس نہیں ہوا کہ ایک شخص کو قرآن مجید کی کوئی سورہ یا آیت سیکھنے کی توفیق ملی تھی اور اس نے (اپنی غفلت سے) اسے بھلا دیا۔ (الترغیب والترہیب)

اور حضرت سعد بن عبادہ ؓ کہتے ہیں:

مَا مِنْ اِمْرِءٍ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَجْذَمَ ۔ (ابوداؤد ودارمی)

کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھ کر بھول جائے تو وہ قیامت

کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔

یعنی وہ ہر خیر و برکت سے محروم ہوگا۔ اَجْزَمُ۔ کٹے ہوئے ہاتھ والا، گرے ہوئے دانتوں والا، بے کار زبان والا وغیرہ معنی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کہنا بہت برا ہے کہ میں نے فلاں فلاں آیت بھلا دی۔ (اس نے وہ بھلائی نہیں بلکہ بھول گیا)

قرآنِ مجید کو یاد رکھنے کی کوشش کرو وہ لوگوں کے سینوں سے اس سے بھی کہیں زیادہ تیزی سے نکل جانے والا ہے جتنا اونٹ اپنی بندشوں سے نکل بھاگنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ (مشکوۃ)

قرآن کریم کا بھول جانا گناہ کبیرہ ہے۔ لہذا قرآن کریم کو ہمیشہ پڑھنا چاہیے تاکہ جلدی نہ بھول جائے۔

حضرت موسیٰ اشعری ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قرآن کریم کی خبر گیری کرو (یعنی قرآن برابر پڑھتے رہا کرو تاکہ بھولو نہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قرآن کریم سینوں سے جلدی نکل جاتا ہے کہ اونٹ بھی اتنی جلدی اپنی رسی سے نہیں نکلتا۔ (مشکوۃ)

جس طرح اونٹ کو باندھنے کے بعد بھی اس کی نگرانی کرنی پڑتی ہے کہ کہیں رسی توڑ کر بھاگ نہ جائے اسی طرح قرآن کریم کو پڑھنے اور حفظ کر لینے کے بعد ضرور تلاوت کی جائے۔ اگر کوتاہی کی تو قرآن کریم بھول جائے گا اور جو لوگ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ پڑھ کر اس کی تلاوت چھوڑ دیتے ہیں وہ عبرت پکڑیں۔

قرآن کی تلاوت بے دلی سے نہ کرو:

حضرت جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ، فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ

(البخاری، کتاب فضائل القرآن)

قرآن مجید کی تلاوت اس وقت تک کرو جب تک کہ دل میں رغبت و شوق رہے اور جب دل ساتھ نہ دے (اور طبیعت اکتا جائے) تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

قرآن پڑھنے والوں کی مثال:

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے نقل کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس مومن کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے سنگترے کی سی ہے جس کی خوشبو بھی بہت لطیف ہوتی ہے اور ذائقہ بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا خشک کھجور کی سی ہے جس کا ذائقہ تو میٹھا ہوتا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے خوشبودار پھول کی سی ہے جس میں خوشبو تو ہوتی ہے مگر اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید نہیں پڑھتا اندرائن کی سی ہے جس کا مزا بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی۔ ایک روایت میں منافق کی جگہ فاجر (گنہگار) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

قرآن سے خالی دِل ویران گھر کی طرح ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا دل قرآن کریم سے خالی ہے تو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (مشکوۃ)

اگر قرآن نہ جانے تو تلاوت نہ کرے اگر پڑھتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا تو ان صورتوں میں اس کا دل ویران گھر کی طرح ہے۔ گھر انسانوں اور سامان وغیرہ سے آباد ہوتا

ہے اگر یہ چیزیں گھر میں نہ ہوں تو وہ ویران ہوتا ہے اسی طرح دل قرآن کی تلاوت سے آباد ہوتا ہے جو اس نعمت سے محروم ہو اس کا دل ویران نہیں تو اور کیا ہے۔

آباد وہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے
جو یاد سے غافل ہوا، ویران ہے برباد ہے

اسی طرح وہ گھر بھی برکت سے خالی ہوتا ہے جس میں تلاوتِ قرآن مجید نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ خالی (نیکی سے محروم) وہ گھر ہے جس میں تھوڑا سا بھی قرآن مجید نہ ہو۔ (یعنی اس گھر کے لوگ قرآن مجید سے بالکل ہی کورے اور محروم ہوں)

قرآنِ مجید سُننے کا ثواب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے قرآن کی ایک آیت کان لگا کر سنی اس کو ایک بڑھتی رہنے والی نیکی ملے گی اور جس نے اس کو پڑھا ہے وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (انتخاب ج ۳۔ ۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنِ اسْتَمَعَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللهِ طَاهِرًا كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو کوئی طہارت کی حالت میں اللہ کی کتاب سے ایک حرف سنے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن سنانا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں۔ انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تیرا نام لیا تھا۔ یہ سن کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ خوشی کی وجہ سے رونے لگے۔

دوسری روایت میں سورہ بینۃ پڑھنے کا ذکر ہے اس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مجید سنانا بھی بڑی نیکی ہے اور خوشی کے وقت بھی رونا آتا ہے اور اس میں بڑا لطف حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو حکم فرمایا کہ میرے سامنے قرآن پڑھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں؟ حالانکہ قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورہ نساء شریف پڑھی۔ یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا،

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۔[النساء ۴:۴۱]

پس کس طرح ہوگا جب ہم پیش کریں گے ہر امت سے ایک گواہ اور ہم آپ کو بھی ان پر گواہ لائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بس کافی ہے'' جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (مشکوۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسروں سے قرآن کریم سننا حضور ﷺ کی سنت ہے۔قرآن کریم سن کر رونا بھی عملِ محبوب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن سننے والے کا رونا جائز ہے۔نیز محبوب کا ذکر دوسروں کی زبانوں سے زیادہ پیارا لگتا ہے۔اسی لئے حضرت رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

خوشتران باشد کہ سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

قوموں کی سربلندی اور پستی کا سبب:

حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ سے بہت سی قوموں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔بعض قوموں کو بلند کرتا ہے۔(ریاض الصالحین)

جن مسلمان قوموں نے تعلیمات قرآن پر عمل کیا انھوں نے عروج اور سربلندیاں حاصل کیں اور جنھوں نے اس کے فرمان کو فراموش کر دیا وہ رسوا ہو گئیں،

اسی لئے علامہ اقبال لکھتے ہیں:

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہو کر		اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر
وائے ناکامی کہ متاعِ کارواں جاتا رہا		کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا
رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی		فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ ،وَ مَاحِلٌ مُصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ ،وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهٗ اِلَى النَّارِ ۔(الترغیب والترہیب ۲:۳۴۹)

قرآن مجید ایک مقبول سفارشی ہے اور تصدیق شدہ فریق بھی جس نے اسے اپنے

سامنے کرلیا اسے جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پیٹھ پیچھے ڈال دیا اسے دوزخ میں لے جا کر دھکیل دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو احکام قرآن کی پیروی کرے گا تو وہ قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے جنت میں جائے گا اور جو اس کے احکام سے روگردانی کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔لہٰذا قرآن کریم بڑا وفادار دوست ہے اس کے ساتھ دوستی رکھے اور جو اس کا دشمن ہے اس کے لئے بڑا بھاری دشمن بنے۔

حضرت ابو مالک اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ ۔(مسلم)

اور قرآن تیرے حق میں دلیل ہے یا تیرے خلاف ہے۔

قرآن مجید کو پڑھتے رہنا اور اس کی حفاظت کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قرآن پڑھنے والے کی مثال صرف اس شخص کی طرح ہے جس کے اونٹ باندھے ہوئے ہوں اور اس نے ان اونٹوں کی حفاظت کی تو ان کو روکے رکھے گا اگر اس نے ان اونٹوں کو کھلا چھوڑ دیا تو وہ چلے جائیں گے۔(بخاری کتاب الفضائل)

حضرت ابو موسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْاِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا ۔(بخاری کتاب فضائل قرآن)

قرآن کی حفاظت کرو پس اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قرآن مجید رسی سے باندھے ہوئے اونٹ کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے۔

قرآن مجید کو پڑھتے رہنا اور دہراتے رہنا چاہیے تا کہ بھول نہ جائے۔

قرآن کریم ہدایت کا سرچشمہ اور فتنوں سے نجات کا ذریعہ ہے:

حضرت حارث اعور تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد سے گزرا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مسجد میں بیٹھے ادھر اُدھر کی باتوں میں مصروف ہیں۔ حضرت علی ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لوگوں کے اس طرزِ عمل کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا ”کیا فی الواقع لوگ ایسا ہی کر رہے ہیں؟“ میں نے عرض کیا: ہاں۔ اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا ”خبردار بے شک میں نے سنا رسول ﷺ سے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے، آگاہ رہو کہ عنقریب فتنہ پھیلے گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس سے نکلنے اور نجات پانے کی کیا صورت ہوگی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب کہ اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں اور واقعات ہیں اور تمھارے بعد آنے والے واقعات بھی ہیں۔ نیز اس میں تمہارے لئے ہر طرح کا حکم اور فیصلہ موجود ہے۔ قرآن دوٹوک بات کرتا ہے لاوزنی سے پاک ہے جو متکبر اور ظالم بھی اسے پس پشت ڈالے گا اللہ تعالیٰ اس کے ظلم وتکبر کو توڑے گا اور اسے پارہ پارہ کرے گا اور جو شخص ہدایت کی روشنی غیر قرآن (قرآن وحدیث کے علاوہ) سے چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کرے گا۔

قرآن کریم اللہ کی مضبوط رسی، ذکر حکیم اور صراطِ مستقیم ہے اور یہ قرآن ہی وہ چیز ہے جس کی برکت کے سبب نفسانی خواہشات کجی سے بھی محفوظ رہتی ہیں اور اس کے ساتھ زبانیں بھی ہر قسم کے اشتباہ سے بھی بچی رہتی ہیں اور علما اس سے سیر نہیں ہوتے اور اس کے بار بار تکرار وتلاوت سے اس میں بوسیدگی لاحق نہیں ہوتی (اس کی لذت میں کمی واقع نہیں

ہوتی اور نہ ہی سننے والے کا دل اس سے بھرتا ہے) اور نہ اس کے عجائبات ختم ہوتے ہیں۔

قرآن وہ کتاب ہے جسے سن کر جنات نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت ورشد کا راستہ دکھاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے (اور اس کی تصدیق کی) جس نے قرآن پڑھا اسے راست گوئی اختیار کی جس نے اس پر عمل کیا اسے اجر وثواب عطا کیا گیا جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل وانصاف کیا اور جس نے لوگوں کو اس کی طرف بلایا اسے صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت نصیب ہوگئی۔

(مشکوۃ ص ۱۸۲)

یہ حدیث مبارکہ فضائل قرآنِ پاک میں بڑی جامع ہے جس میں بڑی سبق آموز باتیں ہیں۔ مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنا آدابِ مساجد کے خلاف ہیں۔ فتنوں کے زمانہ میں قرآنِ حکیم ہی ذریعہ نجات ہے۔ خیال رہے کہ حدیث قرآنِ کریم کی تفسیر ہے اور علم فقہ قرآن کریم وحدیث کی روشنی میں مرتب شدہ ہے اور قرآن کریم وحدیث کے احکام کا خلاصہ ہے قرآن کریم میں ماضی ومستقبل کے حالات وواقعات کا مفصل بیان ہے ہمارے سارے جھگڑوں کا فیصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ۔ وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ۔[الطارق ۸۶: ۱۳-۱۴]

بے شک قرآن ضرور (حق وباطل میں) فیصلہ کرنے والا کلام ہے اور وہ ہنسی کی بات نہیں۔

قرآن کریم کو چھوڑ دینا بہت بڑی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ جب طائف سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ مقامِ نخلہ پر پہنچے تو رات کو نماز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کا ایک گروہ جو سات افراد پر مشتمل تھا انھوں نے قرآن کریم کو سنا اور پھر وہ ایمان

لائے اور اس کے بعد اپنی قوم کی طرف گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔(اسی کی طرف حدیث میں اشارہ ہے)

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنوں نے اپنی قوم کو کہا:

...اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۔ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۔[الجن ۷۲:۱ تا ۲]

بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کی راہ بتاتا ہے (یعنی توحید و ایمان) تو ہم اس پر ایمان لائے۔

غور کریں کہ جنوں جیسی سخت قوم نے قرآن کی تاثیر کا اقرار کیا کہ یہ ہدایت دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۔[بنی اسرائیل ۱۷:۹]

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے اور خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

قرآن کریم سب سے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

سورہ بقرہ کے آغاز میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ج فِیْهِ ج هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۔[البقرہ ۲:۲]

یہ بلند مرتبہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں ہے پرہیز گاروں کو ہدایت ہے۔

...هُدًى لِّلنَّاسِ...۔[البقرہ ۲:۱۸۵]

تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم سب انسانوں کے لئے ہادی ہے مگر اس کتاب مقدس سے وہ لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں جو اس کو پڑھتے اور سمجھتے ہیں اور پھر اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

تلاوت قرآنِ مجید کے بعد اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو قرآن مجید پڑھ رہا تھا اس نے پڑھنے کے بعد (لوگوں سے) کچھ سوال کیا، حضرت عمران نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ فرمارہے تھے جو قرآن مجید پڑھے وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے۔عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کریم پڑھیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کریں گے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھو مگر اسے کھانے و پینے اور مال سمیٹنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔(انتخاب الترغیب والترہیب)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص قرآن کریم اس لئے پڑھے کہ اس کے ذریعہ لوگوں سے کمائے یعنی قرآن کریم کو دنیاوی فائدہ کے لئے وسیلہ بنائے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھ کر آئے گا کہ اس کا چہرہ صرف ہڈی ہوگا اس پر گوشت نہیں ہوگا۔(مشکوۃ)

باب پنجم....... قرآن مجید کے بعض خصوصی فضائل

قرآن کریم کے ایک حصّے کا دوسرے حصّے سے افضل ہونا:

قرآن مجید کی ایک سو چودہ (۱۱۴) سورتیں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (٦٦٦٦) آیات ہیں۔ یہ سارا اللہ تعالیٰ کا کلام مقدس ہے۔ اور کلام خداوندی ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہے مگر فضائل کی رو سے بعض سورتوں کو بعض سورتوں پر اور بعض آیات کو بعض آیات پر فضیلت و بزرگی ہے۔ نیز قرآنِ کریم کے بعض حصّوں کا دوسرے بعض حصوں سے افضل ہونا احادیث مبارکہ اور بزرگانِ دین کے ارشادات واقوال سے ثابت ہے۔ لہذا عقلی طور پر اس تفاوت (فرق) کا انکار کرنا غلط ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ آيَاتُ الْقُرْاٰنِ فِيْ مَعْنَى الْكَلَامِ كُلُّهَا مُسْتَوِيَةٌ فِي الْفَضِيْلَةِ وَ الْعَظَمَةِ اِلَّا اَنَّ لِبَعْضِهَا فَضِيْلَةَ الذِّكْرِ فَضِيْلَةَ الْمَذْكُوْرِ مِثْلُ آيَةِ الْكُرْسِيِّ لِاَنَّ الْمَذْكُوْرَ فِيْهَا جَلَالُ اللّٰهِ وَ عَظَمَتُهٗ وَ صِفَاتُهٗ فَاجْتَمَعَتْ فِيْهَا فَضِيْلَتَانِ فَضِيْلَةُ الذِّكْرِ وَفَضِيْلَةُ الْمَذْكُوْرِ ۔ (شرح فقہ اکبر ص ۲۰)

قرآن کی آیتیں اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کے معنی میں سب برابر ہیں۔ فضیلت و عظمت کے لحاظ سے مگر بعض کے لئے ذکر اور مذکور کی فضیلت ثابت ہے جیسے آیۃ الکرسی کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی، عظمت اور اس کی صفات کا بیان ہے لہذا اس میں دو فضیلتیں جمع ہوگئی ہیں۔ ایک ذکر کی اور دوسری مذکور کی۔

صاحب شرح عقائد نسفی فرماتے ہیں:

اَنَّ الْقُرْاٰنَ كَلَامٌ وَاحِدٌ اَيْ فِيْ دَرَجَةٍ وَّاحِدَةٍ مِنَ الْفَضِيْلَةِ لَا يُتَصَوَّرُ فِيْ تَفْضِيْلٍ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ لِاَنَّ هٰذَا الشَّرَفَ يَعُمُّ الْاٰيَاتِ وَالسُّوَرَ كُلَّهَا ثُمَّ بِاعْتِبَارِ الْقِرَاءَةِ وَ الْكِتَابَةِ ، يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ

بَعْضُ الصُّوَرِ اَفْضَلُ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ ۔ (عقائد نسفی، نبراس ۲۰)

بے شک قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ایک کلام ہے یعنی فضیلت کے لحاظ سے ایک درجہ میں ہے اس کے کلام اللہ ہونے کے لحاظ سے فضیلت کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام ہونے کے لحاظ سے یہ شرف تمام سورتوں اور آیتوں کے لئے عام ہے ہاں پڑھنے اور کتابت کے لحاظ سے یہ درست ہے کہ بعض سورتوں کو بعض سورتوں پر فضیلت ہے جیسے حدیث پاک میں آیا ہے۔

اس فضیلت کی حقیقت اس لحاظ سے ہے کہ اس کا پڑھنا زیادہ باعث ثواب اور زیادہ فائدہ مند ہے اور بعض آیات کی فضیلت اس رو سے ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ ہونا ہے بعض علما کے نزدیک سارا کلام برابر ہے مگر راجح قول یہی ہے کہ قرآن کے بعض حصّوں کو بعض دوسرے حصوں پر فضیلت و بزرگی ہے۔ چنانچہ بعض آیات اور بعض سورتوں کے خصوصی فضائل وفوائد بیان کیے گئے ہیں ان میں سے بعض کے فضائل احادیث کی روشنی میں اس باب میں بیان کئے جاتے ہیں۔

بسم اللہ شریف کے فضائل ومسائل:

بِسْمِ اللّٰهِ شریف قرآن کریم کی ایک عظیم الشان اور بابرکت آیت کریمہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سورۃ سے دوسری سورۃ کا فرق نہیں کر پاتے تھے (یعنی فاصلہ نہیں پہنچاتے تھے) یہاں تک کہ آپ ﷺ پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل ہوئی (ابوداؤد)

اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن کی آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فرق و امتیاز کو ظاہر کرنے کے لئے نازل فرمائی جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے۔(اشعۃ اللمعات،مظاہر حق ج ۳)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص فرماتے ہیں:

لَاخِلَافَ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَّ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ قَوْلِہٖ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَرُوِیَ اَنَّ جِبْرِیْلَ علیہ السلام اَوَّلُ مَا اَوْحَی النَّبِیِّ ﷺ بِالْقُرْاٰنِ قَالَ لَہٗ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔[العلق ۹۶:۱]

کہ مسلمانوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بلاشبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن سے ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے اور روایت ہے کہ جبرئیل سب سے پہلے جو قرآن کا حصّہ حضور کے پاس لائے وہ یہ کہ جبرئیل نے کہا پڑھیے! آپ ﷺ نے فرمایا ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' جبرئیل نے کہا اپنے ربّ کے نام سے پڑھیے جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔

معلوم ہوا کہ یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے اور سورتوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے مگر یہ کسی سورۃ کا جزو نہیں ہے۔چونکہ یہ آیت قرآن ہے اس لئے نماز تراویح میں ایک مرتبہ بآواز بلند پڑھی جاتی ہے۔سورہ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ تحریر نہیں کی جاتی اور ترک تحریر میں کئی اقوال ہیں مگر امام قرطبی ایک قول نقل فرماتے ہیں:

وَالصَّحِیْحُ اَنَّ التَّسْمِیَۃَ لَمْ تُکْتَبْ لِاَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا

نَزَلَ بِھَا فِیْ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ۔

اور حق بات یہ ہے کہ اس سورۃ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ نازل ہی نہیں کی گئی۔

جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو اس کے ساتھ بسم اللہ نہیں اتاری گئی اور نہ حضور ﷺ نے اس کے آغاز میں تحریر کرنے کا حکم دیا تو یہ سورۃ بسم اللہ سے خالی رہ گئی۔(واللہ اعلم بالصواب)

بسم اللہ کی ''با'' تمام علوم کی جامع ہے:

حضرت امام جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ کتابوں کے علوم قرآن میں جمع کر دیئے ہیں اور تمام علوم قرآنی کو سورہ فاتحہ میں ودیعت رکھا ہے۔اور سورہ فاتحہ کے تمام علوم حرف ''با'' میں جمع کر دیئے ہیں۔

(اسرار الفاتحہ ص ۱۰۴،مراۃ ج ۴ ص ۳۴)

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تمام علوم تسمیہ شریف کی ب میں کیسے سما گئے ہیں اور یہ بات عقل میں نہیں آسکتی تو میں جواب میں عرض کرتا ہوں کہ جو بات عقل میں آجائے وہ معجزہ نہیں ہوتا۔معجزہ تو وہی ہوتا ہے جو عقل میں نہ آسکے اور حرف با میں تمام علوم کا سما جانا ہی تو معجزات قرآنی میں سے ایک معجزہ ہے۔

نیز صاحب اتقان فرماتے ہیں کہ اس کی توجیہ یوں بھی کی گئی ہے کہ مقصود تمام علوم سے یہی ہے کہ بندہ اپنے ربّ سے واصل ہو جائے اور بسم اللہ میں حرف اِلصاق (ملانے) کے معنی میں آیا ہے اس لئے بندے کو جناب رب العزت سے ملحق (ملانا) کر دیتا ہے اور یہی بات کمالِ مقصود ہے اس بات اور نکتہ کو امام رازی اور ابن نقیب نے اپنی تفسیروں میں ذکر کیا ہے۔

بسم اللہ شریف کو حرف ''ب'' سے کیوں شروع کیا گیا؟

چنانچہ علامہ معین الدین فراہی ہروی فرماتے ہیں کہ تمام علوم کا مقصد رب تعالیٰ کا قرب وملنا ہے اور حرف ''با'' ملانے کے معنی میں ہے۔ سو یہ بندے کو رب تعالیٰ سے ملا دیتا ہے اور یہی کمالِ مقصود ہے۔ (اسی لئے اسی حرف کو تسمیہ کے آغاز میں رکھا) نیز عہد میثاق کے وقت جب حق تعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) فرمایا تھا تو اس وقت جواب میں قَالُوْا بَلٰى (انھوں نے کہا جی ہاں) نکلا تھا۔ اس لئے حرف ب سے بِسْمِ اللہ کا آغاز کیا گیا۔ (تا کہ بندہ مومن اپنے اس میثاق عہد و پیمان کو ہر وقت یاد رکھے)

(اسرار الفاتحہ)

بسم اللہ شریف میں حق تعالیٰ کے تین اسماء مبارکہ کے ذکر کرنیکی حکمت:

رب کائنات کے بکثرت اسماء وصفات ہیں مگر تسمیہ میں صرف تین اسماء مذکور ہیں۔ ایک اسم جلالت یعنی لفظ ''اللہ'' دوسرا ''الرَّحْمٰن'' (بہت مہربان) تیسرا ''الرَّحِيْم'' (نہایت رحم والا) ہے۔ ان تینوں اسماء مبارکہ میں سے اسم جلالت رب کریم کا ذاتی نام ہے جو تمام اسماء وصفات اور کمالات کا جامع ہے۔ دوسرے دونوں نام صفاتی ہے۔

صاحب اسرار الفاتحہ، اسماء ثلاثہ (تین ناموں) کو تسمیہ میں ذکر کرنے کی یوں حکمت بیان کرتے ہیں کہ اسم جلالت سے مخلوق کے پیدا کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قدرت و برکت والا ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا۔ ''الرَّحْمٰن'' سے دائمی نعمتوں میں پرورش کرنے کی جانب اشارہ ہے۔ یعنی دنیا میں نعمتیں دینا اور پالنا مراد ہے، اور ''الرَّحِيْم'' سے آخرت میں بخشش ومہربانی کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے پہلی بار اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا پھر اپنی

ظاہری و باطنی نعمتوں سے تجھے پالا اور آخرت میں تجھے اپنی رحمت ومہربانی سے بخش دیا جائے گا۔

علامہ بدر الدّین محمود عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَقِيْلَ الرَّحْمٰنُ فِي الدُّنْيَا وَالرَّحِيْمُ فِي الْاٰخِرَةِ۔ (عمدۃ القاری ۲۵:۸۴)

اور کہا گیا ہے کہ صفت رحمن کا تعلق دنیا سے اور رحیم کا ظہور آخرت میں ہوگا۔

اسمِ جلالت (یعنی لفظ اللہ) تقریباً قرآنِ کریم میں ۲۵۶۵ ۱ مرتبہ آیا ہے اور بکثرت اس کا ذکر کیا جانا اس کی عظمت و بزرگی کی دلیل ہے نیز یہ کہ اسمِ جلالت ربّ کریم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہے۔ (اسرار الفاتحہ)

بسم اللہ شریف میں اللہ کے تین ناموں کے ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت لوگوں کے تین فرقے اور گروہ تھے۔ مشرکین عرب وہ اللہ کے اسم شریف کو جانتے اور پہچانتے تھے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ج۔۔۔ [العنکبوت۲۹:۶۱]

اور اگر آپ ان کفار سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کام میں لگا دیئے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

جس سے معلوم ہوا کہ مشرکین رب تعالیٰ کے نام اللہ کو جانتے تھے نیز وہ خالق کائنات ہونا بھی جانتے تھے اور وہ الرحمن کو نہ جانتے اور نہ پہچانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ق...۔

[الفرقان ۲۵:۶۰]

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم رحمن کو سجدہ کرو، کہتے ہیں اور رحمن کیا ہے۔

یعنی وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ رحمن بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے اسی لئے کہتے کہ رحمن کیا ہے؟ یہودی اسم رحمن کو جانتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام جب اسلام لائے تو انھوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں کتاب میں ذکر الرحمن کو نہیں دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط...۔[بنی اسرائیل ۱۷:۱۱۰]

فرما دیجئے اے حبیب ﷺ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر۔ (دونوں نام اسی ذاتِ پاک کے ہیں)

اور نصاریٰ (عیسائی) تو اسم الرحیم کو جانتے اور پہچانتے نہ تھے تو اسی لئے مخاطبین کی معرفت کی خاطر ان ہی تینوں (اللہ، الرَّحمن، الرَّحیم) ناموں کو تسمیہ میں ذکر کیا اور اختیار کیا۔

صاحبِ تفسیر اسرار الفاتحہ تفسیر زاہدی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

از نامہائے ملک تعالیٰ ہیچ نامی نیکوتر از نام اللہ نیست واز نام بندگان ہیچ نامی نیکوتر از نام مومن نیست ہر کہ خدائی تعالیٰ را بنام اللہ بخواند چنانست کہ بہمہ نامی پسندیدہ خواندہ و ہر کہ بندہ را بنام مومن بخواند چنانست کہ بہمہ نامی پسندیدہ خواند۔ (اسرار الفاتحہ)

کہ بلند مرتبہ بادشاہ حقیقی (رب کریم) کے تمام ناموں سے کوئی نام بھی اسم جلالت (لفظ اللہ) سے زیادہ بلند مرتبہ والا نہیں ہے اور یہ تمام ناموں سے صفتوں کا سردار ہے اور اسی طرح سب بندوں (انسانوں) کے ناموں میں سے سب سے زیادہ مومن نام

سے کوئی افضل نام نہیں ہے۔ لہذا جو حق تعالیٰ کو اسم جلالت (یا اللہ) کہہ کر پکارے گا تو گویا اس نے رب کریم کو تمام اسماء صفات سے پکارا ہے۔ کیونکہ یہ اسم پاک اور یہ اسم ذات سب صفتوں کا جامع ہے جو کوئی بندے کو مومن کے نام سے بلائے گا اور ندا کرے گا گویا اس نے اس کے سب اچھے ناموں سے بلایا ہے۔

اگرچہ مومن و مسلم میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا ایک ہی معنی ہے مگر حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' (اے ایمان والو) ارشاد فرمایا ہے اور یہ لفظ مومن اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے، امن دینے والا۔ اور بندے کی بھی بمعنی ماننے والا مگر یہ نام خدا کو محبوب ہے۔ بسم اللہ میں اسم ذات کے سوا دو نام اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔ ''الرحمن'' اور اسماء حسنیٰ کے متعلق ارشاد قرآنی ہے کہ اللہ کے اسماء حسنیٰ ہیں (اچھے نام) انھی سے اس کو پکارو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اے حبیب ان سے کہہ دیجئے تم ربّ کریم کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر جس نام سے بھی پکارو یہ سب اس کے اچھے نام ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی...۔[الاعراف ۷:۱۸۰]

اللہ تعالیٰ پاک و برتر نے فرمایا اور اللہ ہی کے لئے اچھے نام ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جو انھیں یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ (حدیث)

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تعداد صرف ننانوے نہیں بلکہ زیادہ ہے۔ بعض لوگوں نے ہزار اسمائے باری تعالیٰ بتائے ہیں تقریباً ایک سو تئیس (۱۲۳) اسماء مبارکہ کو راقم الحروف نے الگ مرتب کیا ہے۔

خیال رہے کہ اسماء دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن سے صرف ذات ملحوظ (مراد) ہوتی ہے ان کا مقصد صرف ذات کا تعارف ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن میں کسی نہ کسی خاص صفت کا لحاظ ہوتا ہے۔ تو پہلی قسم اسم ذات ہے اور دوسری قسم اسم صفت کہلاتی ہے۔ ربّ کریم کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے اور باقی سب صفاتی اسماء و صفات ہیں۔ بعض حضرات اَلرَّحْمٰنُ کو بھی اسم ذات قرار دیتے ہیں۔ مگر اکثر علما کے نزدیک صرف اسم جلالت ''اللہ'' ہی اسم ذات ہے۔

کیا اسم جلالت غیر مشتق ہے:

حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً ۱۲ دلیلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اسم جلالت سب ناموں سے افضل اور اسم اعظم ہے۔ (شرح اسماء الحسنی ص ۵۵)

اسم جلالت مشتق ہے یا غیر مشتق؟

اس کے متعلق امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَالَ اَكْثَرُ الْمُحَقِّقِيْنَ اِنَّهَا غَيْرُ مُشْتَقٍّ مِنْ شَيْءٍ اَصْلًا بَلْ هُوَ اِسْمٌ اِنْفَرَدَ الْحَقُّ سُبْحَانَهٗ بِهٖ كَاَسْمَاءِ الْاَعْلَامِ وَ هُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ الْحُسَيْنِ بْنِ الْفَضْلِ الْبَجَلِيْ وَ الْقَفَالِ الشَّاشِيْ وَ اَبِيْ سُلَيْمَانَ الْخَطَابِيْ وَ اَبِيْ يَزِيْدَ الْبَلْخِيْ وَ الشَّيْخِ الْغَزَالِيْ وَ مِنَ الْاُدَبَاءِ قَوْلُ الْخَلِيْلِ وَ سِيْبَوَيْهِ وَ الْمُبَرَّدِ۔ (شرح اسماء الحسنی)

کہ اکثر محققین کے نزدیک کسی لفظ سے بھی مشتق (نکالا ہوا) نہیں ہے بلکہ یہ تو دیگر ناموں کی طرح صرف ایک حق ذات کا نام ہے اور یہی قول امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور حسین بن فضل بجلی، قفال شاشی، سلیمان خطابی، یزید بلخی اور امام غزالی کا ہے۔ نیز خلیل، سیبویہ اور

مبرد کا قول بھی یہی ہے۔

اور یہی حق قول ہے جس طرح اس کی ذات بے مثل ہے اسی طرح اس کے نام بھی بے مثال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتِ عامہ:

الرحمن، الرحیم دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں اور دونوں رحمت سے مشتق ہیں اور مبالغہ کے معنی میں ہیں (بہت مہربانی کرنا)۔ اور ان دونوں صفتوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان ہے اور رحمتِ الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں (یعنی سو قسمیں ہیں مراد کثرت ہے عدد معین مراد نہیں) جن میں سے ایک حصہ رحمت جنوں، انسانوں، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان نازل فرمایا جس کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحمت کرتے ہیں اسی رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں اور ننانوے (حصے) رحمتیں محفوظ کر رکھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم و کرم فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۷)

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی بے حد رحمتیں ہیں ایک رحمت کا حصہ دنیا میں تقسیم فرما دیا جس کی وجہ سے مخلوق آپس میں محبت کرتی اور رحم سے پیش آتی ہے۔ رحمت کے باقی حصے قیامت کے دن تقسیم ہونگے۔ سبحان اللہ ان دونوں ناموں (رحمن و رحیم) میں رحمت عامہ کا تذکرہ ہے جس میں اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ سب سے زیادہ مہربان ہے۔

ہر نیک کام میں بسم اللہ شریف پڑھنا باعثِ برکت ہے:

کفار و مشرکین کی عادت تھی کہ وہ ہر کام کو شروع کرتے وقت اپنے بتوں کے نام لیا

کرتے تھے تو مومن اہل توحید کو حکم ہوا کہ اپنے ہر نیک کام کو شروع کرتے وقت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نام مبارک لیا کرو۔ تا کہ اس کام میں نامِ خدا سے برکت ہو اور نامِ خدا سب سے مقدم رہے اور تا کہ مومن و مشرک میں فرق رہے۔

نیز کھانا کھانے کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ میں بچہ تھا اور نبی کریم ﷺ کی پرورش میں تھا۔ میرا ہاتھ پیالے میں گھومتا تھا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا نام پڑھو (بسم اللہ پڑھو) اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (مشکوٰۃ ص ۶۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لئے حلال بنالیتا ہے جس پر (کھاتے وقت) بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔

حضرت اُمیہ بن مخشی سے روایت ہے کہ ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھا رہا تھا یہاں تک کہ اس کے کھانے کا ایک لقمہ باقی رہ گیا تھا تو پھر جب اس نے اپنے منہ کی طرف لقمہ اُٹھایا تو اس نے بسم اللہ (اول اور آخر بسم اللہ کہا) تو حضور ﷺ ہنس پڑے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ شیطان کھا رہا تھا پھر جب اس نے بسم اللہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۶۵)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ بند کرو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ دیا اور چراغ بجھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو اور اپنے برتن ڈھانپو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو اور مشک کا منہ باندھو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۹۸)

غرضیکہ ہر چھوٹا اور بڑا نیک کام ہو تو اس کے کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا باعث برکت ہے۔

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ جب سے مشرف با اسلام ہوا ہوں اس دن سے میرے جسم میں درد رہتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جہاں درد ہو وہاں اپنا ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ شریف پڑھو اور سات بار یہ کلمہ کہو۔

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

میں پناہ چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کی قدرت کی اس چیز کی برائی جس کو پاتا ہوں اور جس سے میں ڈرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ شریف جسمانی بیماریوں کے لئے شفاء ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام بیماریوں سے شفاء دینے والا ہے اور مصیبتوں کو دفع کرنے والا ہے۔

تسمیہ آمد علاج ہر مرض	شد دوا ہر کس کہ خواند ہر غرض

بسم اللہ شریف ہر بیماری کا علاج ہے جو بھی خلوصِ نیت سے پڑھتا ہے اس کو شفاء حاصل ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ انیس (۱۹) فرشتوں اور دوزخ کی آگ سے نجات حاصل کرے تو اس کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ورد کرنا چاہئے کیونکہ دوزخ پر جو فرشتے مقرر ہیں ان کی تعداد انیس ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ۔ [المدثر ۷۴:۳۰]

اس (دوزخ) پر اُنیس فرشتے مقرر ہیں۔

اور بسم اللہ کے بھی انیس حروف ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر حرف پڑھنے والے کے لئے ڈھال بناتا ہے اور اس کے باعث وہ ان فرشتوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(تفسیر قرطبی ج ۱، غنیۃ الطالبین ص ۱۶۴)

تسمیہ را ورد جان باید مدام　　آتش دوزخ کند برخود حرام

بسم اللہ شریف کو ہمیشہ جان کا وظیفہ بنانا چاہیے، دوزخ کی آگ اپنے اوپر حرام کر دے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ پڑھنا، بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا (کہ اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے) تو حضرت نوح علیہ السلام نے نصف بسم اللہ پڑھنے سے نجات حاصل کی اور جو تمام عمر اس کو پڑھے (اور پوری پڑھے) وہ نجات سے کب محروم ہوسکتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۵)

یہ بسم اللہ وہ مبارک آیت ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے ملک سباء کی ملکہ بلقیس کو خط لکھا تو اس نامہ مبارک کی ابتداء یوں فرمائی:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔[النمل ۲۷:۳۰]

بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ (خط) اللہ کے نام سے ہے جو بہت مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

تو اس کی برکت سے حضرت سیمان علیہ السلام کو دنیا وآخرت کی بادشاہی ملی اور جو اس کو پڑھے گا اس کو بھی دنیا وآخرت کی بادشاہی نصیب ہوگی۔

بسم اللہ شریف کی تعظیم کرنے کا فائدہ:

حضرت سعید فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص نے (کسی راستہ) میں ایک کاغذ کو دیکھا جس پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تحریر تھی تو اس نے اس کاغذ کو اُٹھا کر بسم اللہ کو چوما اور اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ادب کرتے ہوئے رکھا تو اس کو بخش دیا

گیا۔ (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۹۱)

اور اسی طرح حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے کہ انھوں نے بھی اسی طرح راستہ سے بسم اللہ والے کاغذ کو اٹھایا اور اس کے لئے خوشبو خرید کو معطر کیا اور مکان کی دیوار میں بلند جگہ رکھا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبودار کیا ہے میں تجھے دنیا اور آخرت میں خوشبودار کروں گا چنانچہ وہ نیند سے بیدار ہوئے تو توبہ کر لی۔

سبحان اللہ بسم اللہ شریف کی تعظیم کرنے سے ایک صاحب کی بخشش ہوگئی اور دوسرے کو گناہ سے توبہ کرنے کی توفیق نصیب ہوگئی اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں ولی ہوئے۔ بس اللہ تعالیٰ کے نام کی عزت کرنے میں عزّتیں ملتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بسم اللہ کی برکت سے اس کو مقبول بنالیتا ہے۔

ہر کہ عزت تسمیہ را می دہد　　حق بخاصانِ خودش شامل کند

جو کوئی بسم اللہ شریف کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔

دعا مؤلف: یا اللہ اس راقم الحروف کو بسم اللہ شریف کی برکتوں سے بہرہ ور فرما اور اپنے ناموں کی برکت سے دنیا وآخرت کی نعمتیں عطا فرما اور میری ہر نیک دعا کو قبول فرما اور میرے لئے اس تحریر کو صدقہ جاریہ بنا اور اس کے نشر واشاعت کے لئے اسباب مہیا فرما اور میری دینی ودنیاوی مشکلوں کو آسان فرما۔

آمِيْن بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سورہ فاتحہ کی فضیلت:

قرآن کریم کی جن سورتوں کے حدیثوں میں فضائل بیان ہوئے ہیں ان میں سے سورہ فاتحہ ہے اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔اس کے بیس سے زائد اسماء مبارکہ ذکر کئے گئے ہیں اور اس قدر ناموں کی کثرت اس کی بڑی فضیلت کی دلیل ہے۔اُن میں سے سورۃ الشفاء، سورۃ الصلوٰۃ، سورۃ الحمد، سورۃ الدعا، سورۃ الفاتحہ اور اُمُّ القرآن وغیرہ ہیں۔

ان ناموں میں سے ایک سورۃ الشفاء ہے اور یہ حضور ﷺ کے اس قول کے مطابق ہے۔

فِیْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ۔ (مشکوۃ فضائل القرآن فصل ۳)

سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری کی دواء ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ۔۔۔۔

[بنی اسرائیل ۱۷:۸۲]

اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو رحمت اور شفا ہے ایمان والوں کے لئے۔(یعنی قرآن مجید روحانی اور اخلاقی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ فاتحہ ہر زہر کے لئے دوا و شفا ہے۔(تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۱۲)

یعنی سورۃ فاتحہ روحانی اور جسمانی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک قافلہ کسی سفر پر روانہ ہوا تو راستہ میں کسی عرب قبیلہ سے حق ضیافت طلب کیا۔انھوں نے صاف انکار کر دیا۔اتفاق سے رئیس قبیلہ کو سانپ ڈس گیا ہزار جتن کئے مگر شفایاب نہ ہوا کسی

نے کہا ان لوگوں کے پاس چلو شاید ان کے پاس کوئی چیز ہو۔انھوں نے عرض کیا جناب ہمارے سردار کو سانپ ڈس گیا ہے ہم نے ہزار جتن کئے ہیں مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔تمھارے پاس کوئی چیز ہے؟

ہم میں سے کسی نے کہا ہاں بخدا میں خوب جانتا ہوں لیکن تم نے حق ضیافت ادا نہیں کیا ہم اُجرت کے بغیر علاج اور دم جھاڑ نہیں کریں گے چنانچہ بکریوں کے ریوڑ پر فیصلہ طے پایا گیا۔اس نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا وہ اٹھ کر چلنے لگا گویا اسے تکلیف نہ تھی اور طے شدہ اُجرت ان کے سپرد کر دی گئی۔کسی رفیق نے کہا آپس میں تقسیم کر لو۔دم جھاڑ کرنے والے نے کہا ایسا مت کرو۔ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ گزارش کریں گے۔آپ ﷺ جو فیصلہ صادر فرمائیں گے وہ تسلیم کریں گے۔چنانچہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ فاتحہ دم جھاڑ ہے؟ پھر حضور ﷺ نے ان کی تصدیق فرما کر فرمایا ان میں میرا حصہ بھی ساتھ رکھو۔(سفر السعادت ص ۲۳۵)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و ازیں حدیث معلوم شود کہ گرفتن اُجرت و اشتراط آن بر رقیہ جائز است۔

(شرح سفر السعادت ص ۴۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجرت لینا اور دم جھاڑ پر شرطیں لگانا بھی جائز ہے۔مگر اس کو پیشہ نہیں بنانا چاہئے۔

اگر حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاج سے مرض دور ہو سکتا ہے تو سورہ فاتحہ سے بدرجہ اَولیٰ شفاء حاصل ہوتی ہے مگر صدق مقال (زبان کی سچائی) اَکلِ حلال (کھانا حلال ہونا) شرط ہے۔نیز کلام خداوندی کے فیوض و برکات پر یقین رکھنا بھی ضروری ہے۔

اس سورہ مبارکہ کے اسماء مبارکہ میں ایک نام سورہ الدعا بھی ہے کیونکہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (تو ہمیں سیدھے راستہ پر چلا) دعا مانگی جاتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

کہ سب سے افضل و بہترین کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور سب سے بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔

یہاں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مراد پورا کلمہ ہے اور یونہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے مراد پوری سورہ فاتحہ ہے اور یہ سورہ عظیم الشان ہے۔

چنانچہ حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول جب بلائیں تو فوراً جواب دو پھر فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے مسجد سے جانے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں۔ (راوی کہتے ہیں) کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا جب ہم مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کریم کی عظیم الشان سورۃ بتاؤں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے اس سورۃ کی سات آیتیں ہیں اور عظمت والا قرآن ہے جو مجھے عطا ہوا ہے۔ (مشکوۃ: ۱۸۴ بحوالہ بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نماز میں قرآن کیسے پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (پڑھتا ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری

جان ہے اس جیسی سورۃ نہ ''تورات'' میں اُتری نہ ''انجیل'' میں اتری نہ ''زبور'' میں اور نہ ''قرآن'' میں۔ اور یہ سات مکرر آیات اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوا ہے۔ (مشکوۃ)

قرآن کریم میں تو سورۃ ہے تو پھر اس کا مطلب کیا ہوا کہ اس جیسی سورۃ قرآن شریف میں بھی نہیں اُتری۔ اس کے متعلق صاحب مرقاۃ شرح مشکوۃ فرماتے ہیں:

اَیْ فِیْ بَقِيَّةِ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةٌ۔

یعنی باقی قرآن کریم میں اور کوئی سورۃ، سورہ فاتحہ جیسی نہیں ہے۔

کوئی سورۃ، سورۃ فاتحہ جیسی نہیں ہے:

اس سورہ مبارکہ کی شان کا کیا کہنا کہ یہ نماز پنجگانہ کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اور اس کا بار بار ورد کیا جاتا ہے اس کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی اور یہ قرآن کریم میں تلاوت کے لحاظ سے پہلی سورہ ہے اور نزول کے لحاظ سے بھی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۔ [الحجر ۱۵:۸۷]

اور بے شک ہم نے آپ کو سات مکرر آیتیں عطا کیں اور قرآن عظیم۔

اس آیت میں سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے سورہ فاتحہ شریف مراد ہے۔ چونکہ اس کی سات آیات ہیں جو بار بار نماز میں دہرائی اور پڑھی جاتی ہیں اس لئے اس کا نام سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں:

سُمِّيَتِ الْفَاتِحَةُ بِالْمَثَانِيْ لِاَنَّهَا نَزَلَتْ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِمَكَّةَ فِيْ اَوَائِلِ وَ مَرَّةً بِالْمَدِيْنَةِ۔

سورۃ فاتحہ کو مثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دو مرتبہ نازل ہوتی ہے پہلی بار مکہ میں

نازل ہوئی اور دوسری بار مدینہ منورہ میں اتری ہے۔

سبع مثانی کے متعلق اور اقوال بھی ہیں مگر سورۃ فاتحہ کا سبع مَثَانی ہونا بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے سَبۡعَ مَثَانی اور قرآن کریم عطا کیا گیا ہے کہ اس کے آدھے حصے میں بندہ مومن رب کریم کی تعریف کرتا ہے اور دوسرے نصف حصہ میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جو رب کریم اپنے بندے کو عطا فرماتا ہے۔ نیز یہ سورۃ شریفہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس لئے اس کا نام مثانی ہے۔ (تفسیر کبیر ۱۹:۲۱۱)

فَاتِحَةُ الْكِتَابِ:

اس کا نام فَاتِحَةُ الْكِتَابِ اس وجہ سے ہے کہ قرآن کریم کی کتابت اس سے شروع کی جاتی ہے یعنی کتاب کی تلاوت و کتابت کا آغاز اسی سے کیا جاتا ہے اس کا نام اُمّ القرآن اس لئے ہے کہ قراءت میں سب سے پہلے اس کی قراءت کی جاتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصل کو اُمّ کہا جاتا ہے کہ اس میں کسی نسخ و رفع کا احتمال و شائبہ تک نہیں ہے پس اصل ثابت ہے۔ (تفسیر ماتریدی)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ شیطان چار مرتبہ بہت رویا ہے: ایک جب اسے ملعون کہا تھا۔ (فَاخْرُجۡ کا حکم ملا) دوسری بار جب اس کو جنت سے نکالا گیا، تیسری بار جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور چوتھی بار جب سورۃ فاتحہ مدینہ پاک میں نازل ہوئی۔

(تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۰۹)

سورہ بقرہ کی فضیلت:

جن سورتوں کے فضائل خصوصیت کے ساتھ حدیثوں میں بیان ہوئے ہیں ان میں سے دوسری سورۃ بقرہ شریف ہے جس کے چالیس رکوع ہیں۔ یہ قرآن کریم کی تمام سورتوں

سے طویل ہے اور اس میں سب سے زیادہ احکام بھی بیان ہوئے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تَعَلَّمُوۡا سُوۡرَةَ الۡبَقَرَةِ وَسُوۡرَةَ النِّسَاءِ وَسُوۡرَةَ الۡحَجِّ وَسُوۡرَةَ النُّوۡرِ فَاِنَّ فِيۡهِنَّ الۡفَرَائِضَ۔ (تفسیر در منثور)

کہ اے لوگو! تم سورہ بقرہ، سورہ نساء، سورہ حج اور سورہ نور کو سیکھو اور پڑھو۔ بے شک ان سورتوں میں فرائض ہیں (کہ جن کا جاننا ضروری ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ (تلاوت قرآن سے خالی نہ رکھو) بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ سبحان اللہ سورہ بقرہ شریف کتنی برکت والی سورت ہے کہ اس کی تلاوت کی برکت سے شیطان جیسا موذی دشمن بھاگ جاتا ہے، اس کو سن کر گھبراتا ہے، اس کے پڑھنے والے شیطان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں اور شیطان خود اس سورہ کی برکت کی وجہ سے اغواء کرنے سے مایوس و ناامید ہو جاتا ہے۔ ایک تو سورہ بقرہ کی تلاوت سن کر شیطان گھبراتا اور بھاگتا ہے دوسرا اذان کی آواز سن کر دور بھاگ جاتا ہے۔ اور اس سورہ مبارکہ کی تلاوت کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَفۡضَلُ الۡقُرۡاٰنِ سُوۡرَةُ الۡبَقَرَةِ۔ (نبراس ص ۴۶۵)

قرآن کریم کی سب سے زیادہ افضل سورہ بقرہ ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سورہ بقرہ

پڑھا کرو اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت وپشیمانی ہے جسے جھٹلانے والا جھٹلا بھی نہیں سکتا۔(مشکوۃ ص ۱۸۴)

احکام کا زیادہ ذکر سورہ بقرہ میں ہے:

اس سورہ مبارکہ کے فضائل میں سے یہ بھی فضیلت کی دلیل ہے کہ جس قدر احکام اس سورہ شریفہ میں بیان ہوئے ہیں کسی اور سورہ میں اس قدر احکام بیان نہیں ہوئے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک ہزار (۱۰۰۰) احکام ہیں، ایک ہزار نہی، ایک ہزار اَمر اور ایک ہزار خبریں بیان ہوئی ہیں۔(مرقات)

اور ہر ذی علم اپنی عقل واستعداد کے مطابق مسائل نکال سکتا ہے۔(ص ۹۶)

آیت الکرسی کی فضیلت:

جن آیات کریمات کے خصوصیت کے ساتھ فضائل وفوائد بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک آیۃ الکرسی ہے جو بڑی عظمت وفضیلت والی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو علوم قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں ان کی بڑی اہم تین قسمیں ہیں: (۱) علم التوحید (۲) علم الاحکام (۳) علم القصص۔ ان میں سب سے افضل علم التوحید ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی، توحید صفاتی اور توحید افعالی کا کامل بیان ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ علم توحید تمام علوم کا سردار ہے۔

چونکہ اس آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی وصفاتی کا کامل بیان ہے اس لئے یہ آیت کریمہ قرآنِ مجید کی تمام آیات سے افضل واعلیٰ ہے۔ اس آیت شریفہ میں لفظ کرسی وارد ہے جس کی بناء پر یہ آیت الکرسی کے نام سے مشہور ہے۔ لفظ کرسی سے مراد غلبہ و قدرت اور بادشاہی ہے۔

امام عبداللہ صاحب تفسیر القرطبی میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ هٰذِهِ الْاٰیَةُ تَضَمَّنَتِ التَّوْحِیْدَ وَ الصِّفَاتِ الْعُلٰی وَ هِیَ خَمْسُوْنَ کَلِمَةً وَفِیْ کُلِّ کَلِمَةٍ خَمْسُوْنَ بَرَکَةً۔

کہ یہ آیت شریفہ توحید اور بلند صفتوں کو شامل ہے (اس میں توحید وصفات کا بیان ہے) اور اس آیت کے پچاس کلمات ہیں اور ہر کلمہ میں پچاس پچاس برکتیں ہیں۔

حضرت ابی بن کعب ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اے ابومنذر! کیا جانتے ہو تمھارے پاس کتاب اللہ کی کون سی شاندار آیت ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ دوبارہ فرمایا: اے ابومنذر! تمھارے پاس کتاب اللہ کی کون سی شاندار آیت ہے؟ میں نے عرض کیا: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (یعنی آیت الکرسی ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر دستِ مبارک رکھا اور فرمایا کہ تمھیں مبارک ہو، اے ابوالمنذر!

(مشکوۃ ص ۱۸۵ بحوالہ مسلم)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی تمام آیات سے آیت الکرسی افضل اور بڑی شاندار ہے۔ اور حضرت ابی بن کعب ؓ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ نیز حصول علم (یا کسی اور نعمت) کے ملنے پر صاحب علم ونعمت کو مبارک دینا سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب ؓ کو مبارک باد دی تھی اور ایک موقع پر حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت علی ؓ کو مبارک باد دی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کو کسی نعمت پر مبارکباد پیش کرنا سنت ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے پہلی مرتبہ حضرت ابی بن کعب ؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول بہتر جانتے ہیں مگر دوسری مرتبہ دریافت کرنے پر جواب دیا کہ وہ شاندار

آیت ،آیت الکرسی ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ اس کے متعلق شارحین نے بہت سی وجوہ بیان کی ہیں مگر ان میں سے ایک وجہ اور حکمت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری یوں بیان فرماتے ہیں:

فَوَّضَ اَوَّلًا اَدَبًا وَ اَجَابَ ثَانِيًا طَلَبًا فَجَمَعَ بَيْنَ الْاَدَبِ وَ الْاِمْتِثَالِ كَمَا هُوَ دَأْبُ اَرْبَابِ الْكَمَالِ ۔(مرقاۃ ج ۴ ص ۳۴۴)

پہلی مرتبہ ازروئے ادب کے جواب کو اللہ اور اللہ کے رسول کے سپرد کیا اور دوسری مرتبہ پوچھنے پر جواب دیا تو ادب اور امتثال امر دونوں کو جمع کیا ہے جیسے کمال والوں کا طریقہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس منبر کے تختوں پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت میں داخلے سے نہ روکے گی (یعنی مرتے ہی وہ جنت میں جائے گا) اور جو بستر پر لیٹتے وقت پڑھے تو اللہ اس کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر پر اور آس پاس کے گھر والوں پر امن رکھے گا۔(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان،تفسیراتِ احمدیہ)

شیطان کی چوری:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوۃ کے مال کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ رات کو کوئی آکر لپ بھر بھر کر غلّہ اٹھا کر لینے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر جاؤں گا۔ وہ بولا میں محتاج ہوں بڑا ضرورت مند ہوں میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات والے تمہاری قیدی کا کیا ہوا؟ (کیونکہ حضرت جبریل نے شیطان کے آنے اور غلّہ لینے کی خبر سرکار کو پہلے ہی سے دے دی تھی) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !اس نے اپنی محتاجی اور عیال داری کا دکھ ظاہر کیا تھا تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ فرمایا: آگاہ ہو جاؤ اُس نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ آئندہ پھر لوٹ کر آئے گا۔ یہ سن کر مجھے اس کے دوبارہ آنے کا یقین ہو گیا۔

چنانچہ میں اس کی تاک میں رہا۔ وہ آیا اور پھر لپ میں غلّہ بھرنے لگا۔ میں نے اسے فوراً پکڑ لیا اور کہا اب تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے کر جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں محتاج ہوں اور مجھ پر عیال کا خرچہ ہے میں پھر نہیں آؤں گا۔ اس وقت پھر مجھ کو رحم آ گیا اور میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح کو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! تمھارا رات کا چور کہاں گیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !اس نے اپنی حاجت اور عیالداری کی شکایت کی تو مجھ کو اس پر رحم آ گیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اس نے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پھر تیسری مرتبہ اس کی تاک میں بیٹھ گیا چنانچہ وہ آیا اور اس نے غلّہ لینا شروع کر دیا میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھ کو ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا اور تین بار میں آخری مرتبہ ہے تو نے وعدہ کیا تھا پھر نہیں آؤں گا لیکن تو پھر آ گیا۔ اس نے کہا مجھ کو چھوڑ دو میں تم کو چند کلمات ایسے بتاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچائے گا۔ میں نے کہا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھ لو تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر ایک محافظ رہے گا اور

شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ یہاں تک کہ صبح ہوجائے۔ یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح کو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے اپنے رات کے قیدی کے ساتھ کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھے چند کلمات ایسے سکھائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مجھے نفع دے گا میں نے اس شرط پر اس کو چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر سونے کے ارادے سے آؤ تو شروع سے لے کر آخر تک آیت الکرسی پڑھ لو۔ اور اس نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر ایک محافظ رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہ آئے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہرحال اس نے یہ بات سچ کہی ہے مگر وہ ہے جھوٹا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ اے ابوہریرہ! کیا تم کو معلوم ہے کہ تم سے ان تین راتوں میں کون مخاطب تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان تھا۔ (مشکوۃ بحوالہ بخاری)

اس حدیث مبارکہ سے چند فائدے معلوم ہوئے:

(۱) آیت الکرسی کی فضیلت ثابت ہوئی کہ شیطان نے خود کہا اور اقرار کیا کہ جہاں یہ پڑھی جائے وہاں شیطان نہیں آسکتا۔

(۲) کہ شیطان ایسی چیز کو کبھی کبھی جان لیتا ہے جو مومن کو فائدہ دے۔

(۳) اور حکمت کبھی فاجر کو حاصل ہوتی ہے اور وہ اس سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اُس سے وہ حکمت (بات) لی جاسکتی ہے اور اُس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۴) کبھی کافر بھی سچ بولتا ہے جیسے مومن بولتا ہے مگر اس سچ کی وجہ سے وہ مومن نہیں ہوتا اور جھوٹا آدمی کبھی سچ بولتا ہے اور شیطان کی عادت جھوٹ بولنا ہے۔

(۵) اور جن انسانوں کے طعام کو کھا لیتے ہیں۔

(۶) اور انسانوں کے ساتھ انسانوں جیسا کلام بھی کرتے ہیں۔

(۷) اور جن چوری بھی کرتے ہیں اور دھوکا بھی دیتے ہیں۔

(۸) مثالی شکلوں میں انسانوں کو دکھائی بھی دیتے ہیں صرف اصلی شکل میں دیکھنے کی قرآن میں نفی کی گئی ہے۔ (مرات، مرقات)

آیت الکرسی میں اسماء الٰہیہ کی زیادتی:

علامہ ابوالعباس احمد بن منیر مالکی کہتے ہیں کہ میرے دادا فرماتے تھے کہ آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کے جتنے اسماء ہیں کسی اور آیت میں اتنے نہیں ہیں کیونکہ اس آیت میں سترہ جگہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے بعض جگہ اسم ظاہر ہے اور بعض جگہ اسمِ ضمیر ہے۔ اکثر گننے والوں نے سولہ اسم گنے ہیں سوا اُن کے جن کی نظر تیز اور باریک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص صبح کے وقت سورہ حم (مومن) اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (ابتدائی تین آیتیں) تک اور آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور جو ان کو شام کے وقت پڑھ لیا کرے تو صبح تک اس کی حفاظت ہوگی۔ اس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت الکرسی، آیات قرآن کی سردار ہے۔ (ترمذی)

سورہ بقرہ شریف کی آخری دو آیتوں کی فضیلت:

جن آیات کے فضائل حدیثوں میں بیان ہوئے ہیں ان میں سے سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ سے لے کر آخر تک۔

(۱) چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک رسول اللہ ﷺ نے ایک آواز سنی۔ آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ فرشتہ وہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا آپ ﷺ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ ﷺ کو دیئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے ہیں۔ ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری حصہ۔ آپ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ ﷺ کو اس کا مصداق (ثواب) مل جائے گا۔ (مسلم کتاب، فضائل القرآن)

(۲) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لے وہ اسے کافی ہیں۔ (مسلم)

یعنی تمام رنج و غم اور دکھ کو دور کرنے میں کافی ہیں اسی طرح جنوں شیطانوں اور انسانوں کے شر سے محفوظ رکھنے میں کافی ہیں۔

(۳) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جس میں سے دو آیتیں وہ اتاری ہیں جن پر سورہ بقرہ ختم فرمائی ہے یہ ناممکن ہے کہ کسی گھر میں یہ آیتیں مسلسل تین راتیں پڑھی جائیں تو پھر شیطان اس کے پاس پھٹکے۔ (مشکوۃ ص ۱۸۷)

یعنی ایسے گھر میں شیطان نہیں آسکتا۔

(۴) حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا جو مجھے اس کے عرشی خزانہ سے عطا ہوئی ہے لہٰذا ان کو سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کہ یہ رحمت اور باعثِ قربِ الٰہی اور دعا ہیں۔ (مشکوۃ)

یعنی اسی خزانہ سے عطا کی گئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے نیز حدیث معراج میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں اپنے حبیب کریم ﷺ کو معراج کی رات کو بلا واسطہ عطا فرمادیں۔ (مشکوۃ)

گویا یہ آیتیں تحفہ معراج ہیں جیسے پنجگانہ نماز تحفہ شب اسریٰ ہیں۔

سورہ آل عمران کی فضیلت:

قرآن مجید کی سورتوں میں تیسری سورہ آل عمران ہے اور اس کے بیس (۲۰) رکوع ہیں اور اس کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔ یہ بھی ان سورتوں میں سے ہے جن کے خصوصی فضائل احادیث نبویہ میں مذکور ہیں۔

(۱) چنانچہ حضرت مکحول تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو جمعہ کے دن سورہ آل عمران پڑھے تو رات تک فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ (مشکوۃ)

یعنی جو شخص سورہ آلِ عمران جمعہ کے دن پڑھے اس کے لئے فرشتے خصوصی دعائیں کرتے ہیں اور فرشتوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ سبحان اللہ وہ کتنا خوش نصیب ہے جس کے لئے فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں۔

(۲) حضرت نواس ابن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے

ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور ان لوگوں کو جو قرآن مجید پڑھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے سارے قرآن کے آگے دو سورتیں، سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران ہوں گی۔ اس طرح گویا کہ وہ اَبر کے دو ٹکڑے ہیں یا ابر کے دو سیاہ ٹکڑے ہیں ان میں سے ایک چمک ہے یا گویا دو ٹکڑیاں، صف بستہ پرندوں کی ہیں جو پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی۔

یعنی اپنے پڑھنے والوں اور عمل کرنے والوں کی شفاعت کریں گی۔

(مسلم، مشکوٰۃ، قرطبی)

اس حدیث میں سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۳) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِقْرَاءُ وا الزَّهْرَاوَيْنِ: اَلْبَقَرَةَ وَ سُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ، فَاِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ، اَوْ كَاَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ، اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَآفَّ، تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا۔ (مسلم، حصن حصین)

کہ تم دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران کیونکہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جس طرح دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے پرندوں کی قطاریں ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی۔

ان دونوں سورتوں کو زَہروان کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَ سُمِّتَا زَهْرَوَانِ لِكَثْرَةِ اَنْوَارِ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَالْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰى الْعُلِيَّةِ۔

اُن دونوں کا نام زَہرَ وان اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان میں احکام شرعیہ کے انوار اور

بلند اسماء حسنیٰ بکثرت بیان ہوئے۔

امام عبداللہ صاحب تفسیر القرطبی بحوالہ ابوداؤد شریف تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اَسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِسمِ اعظم ان دو (۲) آیتوں میں ہے ایک آیت سورہ بقرہ کی ہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

وہ تمھارا ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بہت مہربان نہایت ہی رحم کرنے والا ہے۔

اور دوسری آیت سورہ آلِ عمران کی ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ زندہ اور قائم رکھنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ دونوں آیتیں بڑی فضیلت اور بزرگی والی ہیں۔ لہٰذا ان کا بکثرت پڑھنا باعثِ اجر وثواب ہے۔

آیت شَهِدَ اللّٰهُ کی فضیلت:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت نصب کئے ہوئے تھے۔ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو وہ تمام بت سجدہ میں گر پڑے۔ نصاریٰ کے دو عالموں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کونسی شہادت بڑی ہے؟ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کو نازل فرمایا تو وہ دونوں یہ آیت سن کر ایمان لائے اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی۔ (تفسیر قرطبی ج ۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس آیت (شَهِدَ اللّٰهُ) کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے پیدا فرماتا ہے اور ان کو مقرر

کر دیتا ہے تا کہ وہ فرشتے اس پڑھنے والے کے لئے قیامت تک استغفار کرتے رہیں۔
(تفسیر القرطبی ج ۴)

وہ آیت مقدسہ یہ ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔[سورہ آلِ عمران آیت ۱۸]

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

سورہ آلِ عمران کے آخری رکوع کی فضیلت:

یوں تو پوری سورہ آلِ عمران بڑی فضیلت والی ہے اور ہر آیت میں خیر و برکت ہے مگر سورہ آلِ عمران کے آخری رکوع کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رات کو سورہ آلِ عمران کی آخری آیت کو پڑھے گا تو اس کے لئے تمام رات کی عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مشکوۃ)

رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھے یا آخری حصہ میں دونوں طرح ثوابِ عظیم کا مستحق ہوگا۔

نبی کریم ﷺ جب رات کو نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو ان آیات کی تلاوت فرماتے اور نماز تہجد میں بھی ان آیات کو پڑھتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آخر تک نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بڑی خرابی ہے اس کے لئے جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس میں غور و فکر نہ کیا۔ جیسا کہ ابن حبان نے اس

حدیث کو روایت کیا ہے۔ (نبراس ص ۳۴)

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے۔ (مراد نماز تہجد) پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے تا کہ نماز فجر کے لئے اذان دیں تو حضور اکرم ﷺ کو روتا ہوا دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ رونے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے ہر طرح کے گناہ معاف کر دیئے ہیں (یعنی آپ ﷺ معصوم ہیں) تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں اور پھر حضور ﷺ نے فرمایا آج رات اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مجھ پر نازل فرمائی ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ پھر فرمایا: خرابی ہے اس کے لئے جو اس کو پڑھے اور اس میں غور و فکر نہ کرے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات کو سورہ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرماتے تھے۔ (نبراس)

سورہ انعام کی فضیلت:

سورہ انعام شریف بھی قرآن کریم کی ان سورتوں میں سے ہے جن کے خصوصی فضائل بیان ہوئے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر سورہ انعام پوری ایک ہی مرتبہ میں اتری اور اس کی مشایعت میں ستر ہزار فرشتے تھے جن کی تسبیح و تحمید کا ایک غلغلہ تھا۔ (تفسیر مظہری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ پڑھا پھر فرمایا اس سورۃ کے پیچھے اتنے فرشتے تھے کہ آسمان کے کنارے انھوں نے بند کر دیئے تھے۔ (یعنی

پورے آسمان پر کناروں تک چھا گئے تھے)

حضرت ابن خطاب نے فرمایا سورۃ انعام قرآنِ مجید کی بزرگ ترین سورتوں میں سے ہے۔حضرت علی ؓ کا قول موقوفاً نقل کیا گیا ہے کہ سورۃ الانعام جس بیمار پر پڑھی جائے گی اللہ تعالیٰ اس کو شفاء مرحمت فرمائے گا۔(دارمی)

سورۃ سبع الطوال کی فضیلت:

یعنی وہ بڑی لمبی سات سورتیں مراد ہیں جن کے نام سورۃ البقرہ، آلِ عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور سورۃ توبہ ہیں اور بڑی فضیلت والی ہیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس نے سبع الطوال کو حاصل کیا وہی زبردست عالم ہے۔(اتقان)

یعنی ان سورتوں کو پڑھنا، حفظ کرنا، ان کے احکام کو جاننا اور ان پر عمل کرنا بڑے عالم ہونے کی دلیل ہے۔

سورہ ہُود کی فضیلت:

حضرت کعب ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن سورہ ہود شریف پڑھا کرو۔(کیونکہ اس کا پڑھنا باعثِ برکت ہے)(مشکوۃ)

حضرت ابو جحیفہ ؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو سورہ ہود اور اس جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔(شمائل ترمذی)

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں فرمایا مجھے سورہ ہود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، عَمَّ يَتَسَآءَلُوْن اور سورہ تکویر کی تلاوت نے بوڑھا کر دیا ہے۔

اس حدیث میں سورہ ہود کے علاوہ دوسری چار سورتوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ آپ ﷺ ان کو بھی بکثرت تلاوت فرماتے تھے۔ان کے علاوہ سورہ انبیاء، سورہ الحاقہ، سورہ الغاشیہ، سورہ القارعہ، سورہ المعارج اور سورہ القمر کا ذکر آیا ہے۔(شرح شمائل ص ۹۳)

چونکہ ان میں زیادہ تر احوال قیامت کا ذکر ہے جن کی وجہ سے غم لاحق ہوتا ہے۔

ابن سعید نے جعفر بن محمد کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں پیدائش کے لحاظ سے عمر میں آپ ﷺ سے بڑا ہوں اور آپ مجھ سے بہتر اور افضل ہیں۔(پھر یہ بڑھاپا کیا) آپ ﷺ نے فرمایا: شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَ اَخَوَاتُهَا کہ مجھے سورہ ہود اس کی مثل سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

(شرح شمائل۔خزائن العرفان)

معلوم ہوا کہ رنج وغم اور سخت احوال کی وجہ سے کمزوری اور بڑھاپا آ جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا۔

[المزمل ۷۳:۱۷]

پھر کیسے بچو گے اگر تم انکار کرو اس دن کا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

رسول اللہ ﷺ پر تو کوئی خاص بڑھاپا نہیں آیا تھا بلکہ بالکل تھوڑے سے بال مبارک سفید ہوئے تھے۔

آیتُ العِز کی فضیلت:

سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۱۱ کو آیَةُ الْعِزّ کہتے ہیں خزائن العرفان میں ہے کہ بنی عبد المطلب کے بچے جب بولنا شروع کرتے تھے تو ان کو سب سے پہلے یہی آیت

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یعنی آیت العز سکھائی جاتی تھی۔

سورہ کہف کے فضائل:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھے تو اس کا نور ایمانی دو جمعوں تک چمکتا رہے گا۔

(مشکوۃ)

یعنی نورِ ایمانی پڑھنے والے کے دل میں یا قبر میں یا قیامت کے دن ہوگا۔

(مرقات)

حق یہ ہے کہ ہر جگہ اس کو نور نصیب ہوگا۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو سورہ کہف کے شروع سے تین آیتیں پڑھا کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی)

ابوداؤد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص شروع سورہ کہف کی دس آیتوں پر پابندی کرے وہ دجال کے شر سے بچ جائے گا۔ یعنی اگر زندگی میں دجال ظاہر ہو جائے تو ان آیات کی تلاوت کرنے والا اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ جس طرح رب تعالیٰ کی عطائیں مختلف ہیں اسی طرح اس کے احکام کی تاثیریں بھی مختلف ہیں اور سورہ کہف سے مراد ابتدائی دس آیتیں ہیں جن کی خصوصی فضیلت بیان کی گئی ہے ویسے تو ساری سورہ مبارکہ خیر و برکت والی ہے۔

سورہ کہف کی تلاوت سے سکینہ نازل ہوتی ہے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ اس کے قریب اس کا گھوڑا دو رسوں سے بندھا تھا کہ اسے ایک ابر کے ٹکڑے نے ڈھانک لیا تھا اور وہ قریب سے قریب ہونے لگا یہاں تک کہ گھوڑے نے اچھل کود شروع کی۔ جب

صبح ہوئی تو وہ شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ وہ سکینہ (سکون قلبی) تھی جو قرآن پڑھے جانے کی وجہ سے اتری تھی۔ (بخاری مسلم)

سورہ طٰہٰ کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰسین زمین و آسمان کے پیدا فرمانے سے ایک ہزار سال (مراد طویل عرصہ ہے) پہلے پڑھی۔ جب فرشتوں نے قرآن سنا تو بولے اس امت پر خیر و خوبی ہے جس پر اترے گا اور خوبی ہے ان سینوں کو جو اس کو اُٹھائیں گے اور خوبی ہے ان زبانوں کو جو اسے پڑھیں گی۔ (مشکوۃ بحوالہ دارمی)

اس حدیث میں سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰس دونوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور ان دونوں سورتوں کا آغاز بعض روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ سے کیا گیا ہے۔ اسی لئے ان کی بڑی فضیلت ہے اور ان سورتوں کو پڑھنے والوں، یاد کرنے والوں کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے قرآن سنا تو لفظ قرآن سے مراد سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰس ہیں کیونکہ جس طرح کلام کے پورے مجموعہ کا نام قرآن ہے اسی طرح اس کے کسی جز و حصہ کو بھی قرآن ہی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن جز اور کل دونوں کا نام ہے۔ (مظاہر حق)

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

وَسَمَّاهُ قُرْاٰنًا تَفْخِيْمًا لِشَانِهَا وَقِيْلَ اِنَّهٗ يُطْلَقُ حَقِيْقَةً عَلٰى بَعْضٍ۔

(مرقاۃ ج ۴ ص ۳۶۴)

اور ان کی بڑی شان کی وجہ سے قرآن نام رکھا گیا اور کہا گیا ہے لفظ قرآن حقیقۃً بعض حصّہ پر بھی بولا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کو پڑھا اس کا مطلب ہے کہ ان سورتوں کو فرشتوں پر ظاہر کیا اور ان کا ثواب بیان کیا گویا کہ ان سورتوں کی عظمت کا اظہار تھا۔

لافتتاح کُل منهما باسم من اسمائه صلی الله علیه و آله وسلّم الدالة علی غایته کماله و نهایة اجلاله۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۳۶۴)

ان دونوں کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ناموں سے شروع کیا گیا یہ انتہائی کمال اور نہایت جلال و بزرگی کی دلیل ہے۔

اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں اسماء رسول ﷺ ہیں جن کی تعداد ستر (۷۰) بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

اور قرآن مجید میں اسماء النبی جو صراحتاً مذکور ہیں وہ ستر (۷۰) اسماء مبارکہ ہیں۔ (الاکلیل ص ۲۳۳)

اور یہ وہ اسماء مبارکہ مراد ہیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے اور یہ ناموں کی زیادتی مسمی (نام والے) کی بزرگی اور فضیلت کی دلیل ہے۔ حضور ﷺ کے دو ذاتی اسماء گرامی ہیں یعنی (محمد ﷺ) اور (احمد ﷺ) باقی سب صفاتی اسماء مبارکہ ہیں۔ ان کی زیادہ تفصیل کتاب الشفا، نسیم الریاض، انوار محمدیہ، شرح دلائل الخیرات اور مدارج النبوت وغیرہ میں ملاحظہ کریں۔

راقم الحروف نے شرح اسماء المصطفیٰ میں ایک سو چھ سے زائد اسماء شریفہ کی شرح کی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اسماء حسنیٰ اور اپنے رسول کریم ﷺ کے اسماء مبارکہ کی برکتوں سے مستفید فرمائے۔ دین و دنیا اور آخرت کی تمام حاجتیں پوری فرمائے اور اپنے کلام مقدس قرآن کریم کو دنیا و قبر اور حشر میں میرا اور سب مسلمانوں کا شافع بنائے۔ آمین

آیت کریمہ کے فضائل:

قرآن مجید کی ہر آیت، آیتِ کریمہ (بزرگی والی) ہے مگر عوام وخواص کی زبانوں پر جو آیت شریفہ آیت کریمہ کے نام سے مشہور و معروف ہے، وہ آیت کریمہ یہ ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ [الانبیاء۲۱:۸۷]

نہیں ہے کوئی معبود لائق عبادت کے سوا تیرے پاک ہے تو، بے شک میں نامناسب کام کرنے والوں سے تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ مچھلی والے کی دعا ہے کہ جب انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی (کہ نہیں ہے کوئی معبود لائق عبادت کے سوائے تیرے (اے اللہ) تو پاک ہے بیشک میں زیادتی کرنے والوں میں سے تھا) اس کے ساتھ کوئی مسلمان دعا نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ (ترمذی، احمد)

یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی تو حق تعالیٰ نے ان کو اس کی قید و بند اور مصیبت سے نجات دی۔ اسی طرح جو بھی بندہ مومن اس آیتِ کریمہ کے ساتھ دعا کرے گا اور مشکل کے وقت اس کا ورد و وظیفہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی و تکلیف اور ہر مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا۔ اور ہر قسم کے رنج و غم سے محفوظ فرمائے گا مگر دعا کی قبولیت کے لئے صدقِ مقال، اکل حلال اور یقین کامل کا ہونا ضروری ہے۔

آیت کریمہ کے مضامین:

اس آیت کو دعا جامع اور دعاء یونس بھی کہتے ہیں۔(سفر السعادت، مدارج النبوت)

اور اس دعا کے تین مضمون ہیں پہلا حصہ (مضمون) تہلیل (لَآ اِلٰهَ اِلَّآ) ہے اور اس کا درمیانہ حصّہ (مضمون) (سُبْحَانَكَ) ہے جو کہ تسبیح ہے اور اس کا آخری حصّہ (مضمون) (اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ) ہے یعنی اپنے قصور کو ماننا ہے۔ (حاشیہ جلالین)

اِنَّ اِسْمَ الْاَعْظَمِ هُوَ التَّهْلِیْلُ یَعْنِی النَّفْیَ وَالْاِثْبَاتَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَرْفَعُ دَرَجَةً مِنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الِدَلَالَتِهٖ ضَمِیْرُ الْخِطَابِ عَلٰی کَمَالِ الْحُضُوْرِ۔

(تفسیر مظہری ج ۶ ص ۲۳)

بیشک اسم اعظم وہ تہلیل ہے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے جو نفی اور اثبات کا مجموعہ ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ کا کلمہ تہلیل ہے (یعنی) یہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے درجہ میں زیادہ افضل ہے بوجہ دلالت کرنے ضمیر خطاب اَنْتَ کے کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ اس محبوب حقیقی کو خطاب کیا جاتا ہے اور محبوب کو دورانِ مناجات مخاطب کرنے میں جو لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے وہ اہل درد ہی جانتے ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ہر چند پیر خستہ دِل و ناتواں شدم — ہر کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا مختلف قسم کی تاریکیوں میں کی تھی۔

صاحبِ تفسیر روح البیان شیخ سمرقندی کی تفسیر کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ تِلْكَ الظُّلُمَاتِ کَانَتْ مِنَ الْجِهَاتِ السِّتَّةِ۔

(روح البیان ج ۷ ص ۵۱۷)

بلاشبہ یہ تاریکیاں چھ طرف سے تھیں۔

رات کی تاریکی، سمندر کی تاریکی، مچھلی کے پیٹ کی تاریکی۔ اسی لئے ظلمات ظلمۃ کی جمع ہے کہ کئی قسم کی تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کی تسبیح بیان فرمائی تو حق تعالیٰ نے ان کو غم سے نجات عطا فرمائی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔

[الانبیاء ۲۱:۸۸]

پس ہم نے ان کی پکار کو قبول کیا اور ان کو غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو یونہی نجات دیا کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جو بھی بندہ مومن اپنی مصیبت کے وقت اقرار قصور کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس کی حمد و ثنا اور تسبیح بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نجات دیتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا یہ معاملہ اور یہ کرم کسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کی بارگاہ میں آنے والوں کے لئے عام ہے۔ اس آیت کریمہ کا اندازِ بیان کیسا پیارا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ میں اللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت کا بیان ہے اور سُبْحَانَكَ میں عظمت الٰہی کا اعتراف ہے اور اپنی عاجزی اور اس کے پاک ہونے کا اقرار ہے اور اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ میں اعترافِ خطا کے ساتھ طلب و مغفرت بھی مطلوب ہے اگرچہ اپنے حال کا اظہار کیا ہے مگر سوال مغفرت نہیں کیا گیا۔

لفظ ظالمین ظلم سے ہے۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ ظَالِمِیْنَ کے معنی اپنی جانوں کو ضرر دینے والے کے ہیں۔ ظلم کے اصلی معنی کسی شئی کو بے موقع رکھنے کے ہیں۔

صاحبِ مراۃ شرح مشکوۃ لکھتے ہیں کہ ظلم کے تین معنی ہیں: کفر وشرک۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (بلاشبہ شرک بڑا ظلم ہے مراد کفر وشرک ہے) گناہ، خطا، بھول، چونکہ یہاں تیسرے معنی مراد ہیں معلوم ہوا کہ یہاں ظلم سے مراد کفر وشرک نہیں ہیں کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام نبی تھے اور نبی کفر وشرک وغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں بلکہ بھول مراد ہے کہ آپ وحی کا انتظار کئے بغیر چلے گئے تھے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمَّا قَوْلُهٗ (اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ) فَالْمَعْنٰى ظَلَمْتُ نَفْسِيْ بِفِرَارِيْ مِنْ قَوْمِيْ بِغَيْرِ اِذْنِكَ، كَاَنَّهٗ قَالَ: كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ، وَ اَنَا الْاٰنَ مِنَ التَّائِبِيْنَ النَّادِمِيْنَ، فَاكْشِفْ عَنِّي الْمِحْنَةَ۔

حضرت یونس کا قول (عرض کرنا) کہ بے شک میں نقصان اٹھانے والوں سے ہوں۔ سو اِس کا معنی ہے، اپنی قوم سے تیری اجازت کے بغیر بھاگنے اور چلے جانے کی وجہ سے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ گویا آپ نے عرض کیا میں قصوروار تھا مگر اب توبہ کرنے والوں اور پشیمانی اٹھانے والوں میں سے ہوں سو تو میری تکلیف کو مجھ سے دور فرما۔

امام ابو منصور محمد ماتریدی، ظالمین کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَيْ ضَارِّيْنَ لِاَنَّ كُلَّ ظَالِمٍ ضَارٌّ نَفْسَهٗ فِي الدَّارَيْنِ جَمِيْعًا۔

(تفسیر ماتریدی ج ۱ ص ۱۰۶)

یعنی نقصان اٹھانے والے۔ کیونکہ ہر ظالم (ظلم کرنے والا) دونوں جہان میں اپنی جان کو نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ظلم کرنے والا اپنی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ مالک کائنات ہے وہ اپنے مقبول بندوں کو ظالمین فرمائے یا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے

انکساری کی وجہ سے اپنے آپ کو ظالم، عاصی اور اثیم کہہ دیں مگر دوسروں کو حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو ظالم یا گنہگار کہیں یا ان پر اپنے آپ کو قیاس کریں کیونکہ یہ گستاخی ہوگی۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

آیت کریمہ کے ختم پڑھنے کا طریقہ:

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی مصیبت زدہ بارگاہِ الٰہی میں ان کلمات سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ (خزائن العرفان)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اور معتبر مشائخ سے بھی سند آتی ہے کہ ہر رنج ومصیبت کے وقت اس آیت کا پڑھنا تریاق مجرب ہے یعنی آزمودہ بات ہے کچھ شک وشبہ نہیں ہے اور اس آیت کے پڑھنے کا طریقہ دو طرح سے ہے: اول یہ کہ ایک لاکھ پچیس ہزار (۱۲۵۰۰۰) مرتبہ ایک طور اور ایک شکل سے ایک جلسہ یا تین جلسوں میں پڑھنا، اور دوسرا طور یہ ہے کہ ایک شخص اکیلا اندھیرے گھر میں طہارت سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بعد نمازِ عشاء کے بیٹھ کر تین سو (۳۰۰) مرتبہ اس آیت کو پڑھے اور ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا اپنے پاس رکھ لے اور دم بدم اپنے ہاتھ اس پانی میں ڈال کر اپنے بدن پر ملتا جائے۔ تین دن یا سات دن یا چالیس دن تک اسی طور اور ترتیب سے پڑھے۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ ص ۹۹ سورہ نون)

اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے مشکل آسان فرماتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحواء کی دعا کو قبول فرمایا جبکہ انھوں نے دعا کی:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتۃ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔[الاعراف ۷:۲۳]

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نہیں بخشے گا اور رحم نہیں کرے گا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں سے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

...فَتَابَ عَلَيْهِ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔[البقرہ ۲:۳۷]

اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:

حضرت نوح علیہ السلام کو جب ان کو قوم نے جھٹلایا اور ان کو دیوانہ کہا تو حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا:

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔[القمر ۵۴:۱۰]

تو حضرت نوح نے اپنے ربّ کو پکارا کہ بیشک میں مغلوب ہوں تُو میری مدد فرما۔

دوسرے مقام پر یوں ارشاد خداوندی ہے:

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۔[الانبیاء ۲۱:۷۶]

اور (اے حبیب یاد کیجئے) نوح کو جب انھوں نے پکارا اس سے قبل تو ہم نے قبول فرمایا اس کی دعا کو اور ہم نے بچایا انھیں اور ان کے گھر والوں کو سخت عذاب سے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ...۔[الانبیاء ۲۱:۸۴۔۸۳]

اور یاد کرو ایوب کو جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا قبول کی پھر ہم نے وہ تکلیف دور کر دی جو انھیں پہنچ رہی تھیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

وَ زَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ز وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى...۔ [الانبیاء ۲۱:۸۴۔۸۳]

اور زکریا کو (یاد کیجئے) جب پکارا انھوں نے اپنے رب کو اے میرے رب نہ چھوڑ مجھے اکیلا اور تو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے اور ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا اور ہم نے ان کو یحیٰ بخشا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا:

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ط...۔[یوسف ۱۲:۳۴]

سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی تو ان سے ان عورتوں کا مکر دور کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا تو فراق کے ایام ختم ہو گئے اور وصال کی بہاریں دیکھیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے بڑے خشوع خضوع کے

ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور عظیم الشان فتح نصیب فرمائی۔ اسی طرح دیگر اہل ایمان کی دعائیں قبول فرما کر ان کی تمناؤں کو پورا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور اس کی قبولیت کا وعدہ بھی فرمایا ہے لہذا دعا مانگنا عبادت ہے اور دعا عبادت کا مغز ہے اور اس کے سوا کون دعا قبول کرتا ہے اور کون مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ... ۔[النمل ۲۷:۶۲]

بھلا (بتاؤ) کون قبول کرتا ہے بیقرار کی دعا جب وہ اُسے پکارے اور (کون) تکلیف دور کرتا ہے۔

یعنی بے قرار کی دعا اللہ تعالیٰ ہی سنتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور فرماتا ہے۔

مُضطر اس مصیبت زدہ کو کہتے ہیں جسے مصائب اور شدائد نے اتنا گھیر لیا ہو کہ وہ ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی پناہ لینے پر مجبور ہو جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے غلاموں کی حالتِ اضطرار میں دعا کرنے کا حکم دیا اور یہ دعا سکھائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِي إِلٰى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں تو تو مجھے ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر اور میرے سارے کام بنا تیرے سوا کوئی میرا معبود نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی چیز غمگین کرتی

تو آپ ﷺ یوں دعا کرتے تھے۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ۔

اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے سب کو قائم رکھنے والے! تیری رحمت سے مدد مانگتا ہوں۔

راقم الحروف مضطر کی طرح عرض کرتا ہے کہ

یا اللہ میرے گناہ معاف فرما۔

یا اللہ میں تیری ساری مخلوق میں زیادہ گنہگار ہوں اور تو ستار و غفّار ہے۔

یا اللہ ہر طرح کی رسوائی اور ذلت وضلالت سے محفوظ فرما۔

یا اللہ اپنے اچھے ناموں کے طفیل اور رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے میری تمام پریشانیوں کو دور فرما میرے سب گھر والوں اور اہل ایمان پر کرم فرما۔

یا اللہ میرے والدین کی بخشش فرما انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔

یا اللہ دنیاوی غموں سے نجات عطا فرما۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔ (آمین)

سورہ الم سجدہ کی فضیلت:

یہ سورہ مبارکہ قرآن مجید کے پارہ ۲۱ میں ہے اور بڑی فضیلت والی ہے۔

چنانچہ حضرت خالد بن سعدان تابعی فرماتے ہیں کہ نجات دینے والی سورہ کو پڑھا کرو اور وہ الم تنزیل ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص یہی سورت پڑھتا تھا اس کے سوا کچھ بھی نہ پڑھتا تھا (صرف اسی کا ورد وظیفہ کیا کرتا تھا) اور وہ بڑا گنہگار تھا (جب وہ قبر میں دفن کیا

گیا) تو اس سورت نے اس کے اوپر اپنے پر پھیلا دیئے۔ بولی یا رب! اسے بخش دے کیونکہ یہ میری بہت تلاوت کیا کرتا تھا تو رب تعالیٰ نے اس کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی اور فرمایا اس کے ہر گناہ کے عوض نیکی لکھ دو اور اس کا درجہ بلند کرو (فرشتوں کو حکم دیا)۔

راوی نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑے گی۔ عرض کرے گی الٰہی اگر میں تیری کتاب (قرآن) سے ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مٹا دے اور یہ پرندے کی طرح ہو جائے گی کہ اس کے (پڑھنے والے پر قبر میں) اوپر پھیلا دے گی تو اس کی شفاعت اس کے حق میں قبول کی جائے گی اور یہ اسے عذابِ قبر سے بچائے گی اور سورہ ملک کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا گیا ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے پڑھے بغیر نہ سوتے تھے۔

حضرت طاؤس نے فرمایا: یہ دونوں سورتیں قرآن مجید کی تمام سورتوں پر ساٹھ گنا بزرگی رکھتی ہیں۔ یعنی بعض خصوصی فائدوں کی بنا پر دوسری تمام سورتوں پر ساٹھ گنا زیادہ مفید اور بابرکت ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں یہی سورۃ الم تنزیل سجدہ اور سورہ دہر شریف تلاوت فرماتے تھے۔

نیز دارمی میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ الم تنزیل اور سورہ ملک دونوں کو سوتے وقت پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ ان دونوں سورتوں کو رات کے وقت سونے سے قبل پڑھنا سنت ہے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو تعلیم دینے کے لئے تلاوت فرماتے تھے تاکہ

میری امت کے افراد پڑھیں اور عذابِ قبر و حشر سے محفوظ رہیں۔

سورہ یٰسین کے فضائل:

سورہ یٰسین قرآن کریم کے بائیسویں (۲۲) سپارے سے شروع ہوتی ہے اور تئیسویں (۲۳) سپارے میں ختم ہوتی ہے۔ یہ سورہ مبارکہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس کے پانچ رکوع ہیں یہ سورہ مبارکہ ان ہی سورتوں میں سے ہے جن کے فضائل حدیثوں میں بیان ہوئے ہیں۔ اس کے فضائل میں سے ایک یہ بھی فضیلت کی دلیل ہے کہ اسکی ابتدا اسم مصطفے ﷺ سے ہوئی ہے کیونکہ یٰسین نبی کریم ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام ہے

امام ابو برکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ سَمَّانِيْ فِي الْقُرْاٰنِ بِسَبْعَةِ أَسْمَاءٍ مُحَمَّدٌ وَ أَحْمَدُ طٰهٰ وَ يٰسٓ وَالْمُزَّمِّلِ وَالْمُدَّثِّرِ وَعَبْدُاللهِ۔ (تفسیر نسفی ج ۴)

کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے سات نام قرآن میں رکھے ہیں (بیان کیے ہیں) محمد ﷺ، احمد ﷺ، طٰہٰ ﷺ، یاسین ﷺ، مزمل ﷺ، مدثر ﷺ، عبداللہ ﷺ۔

سورہ یٰسین کو رسول اللہ ﷺ کے نام سے شروع کرنے میں کیا حکمت تھی؟

اس کے بارے میں علامہ سید آلوسی بغدادی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔

اس حدیث کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور ﷺ دل کی مانند ہیں اور سورہ مبارکہ کو قرآن کے دل (سورہ یٰسین) کو ساری کائنات کے دل (حضور ﷺ) کے ذکر

سے شروع کیا ہے۔ (روح المعانی پارہ ۲۳ ص ۶۳)

حضرت عطاء ابن ابی رباح (تابعی) کہتے ہیں:

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَأَ یٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهٗ.

کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دن کی ابتدائی حصّہ میں سورہ یٰسین پڑھتا ہے تو اس کی دینی و دنیوی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

(دارمی نے اس روایت کو بطریق ارسال نقل کیا ہے)

یعنی جس طرح بدن میں دل اصلی ہوتا ہے اسی طرح سورہ یٰسین سارے قرآن کا دل اور اصل ہے اور اس سورہ یٰسین میں بنیادی تین چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) قیامت، اور یہی تینوں اصولِ دعوت اور اصولِ ایمان ہیں۔

سورہ یٰسین قریب الموت کے سامنے پڑھنا:

حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتٰکُمْ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

کہ اپنے مُردوں کے سامنے سورہ یٰسین پڑھو۔

حضرت ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس مرنے والے کے پاس سورہ یٰسین پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی موت کو آسان کر دیتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج۹ تفسیر قرطبی ج۱۵)

معلوم ہوا کہ سورہ یٰسین کیا ہی بابرکت سورہ ہے اس کی تلاوت سے موت کی سختیاں دور ہوتی ہیں۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض علما کا قول ہے کہ سخت مشکل کام کے وقت سورہ یٰسین پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے آسان کر دیتا ہے۔ مرنے والے کے پاس جب اس کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور روح آسانی سے نکلتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۷)

لوگ زیادہ تر مشکل کے وقت ضرور پڑھتے ہیں مگر اس میں جو احکام ہیں اس سے غافل رہتے ہیں۔ اسی لئے ڈاکٹر علامہ اقبال نے کہا ہے:

بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست — کہ از یٰسین او آسان بمیری

(ارمغان حجاز)

کہ سورہ یٰسین کی آیتوں کی تلاوت کرنے سے صرف تیری غرض اتنی ہے کہ قریب الموت جلدی مر جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو قبرستان میں داخل ہو پھر وہاں سورہ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس دن ان مردوں سے عذاب کم کر دے گا اور سورہ یٰسین پڑھنے والے کو اس کے حرفوں کے برابر ثواب و نیکیاں ملیں گی۔ (شعب الایمان)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو کوئی رضائے الٰہی کے لئے سورہ یٰسین کی تلاوت کرے تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (مراد صغیرہ گناہ ہیں) (شعب الایمان)

حضرت عطاء بن ابو رباح سے روایت ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دن کے شروع میں سورہ یٰسین پڑھ لے تو اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی۔

(مشکوۃ)

صاحبِ مرقاۃ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس سورہ مبارکہ کو پڑھنے

والے کی دینی و دنیاوی اور اُخروی سب حاجتیں پوری ہوں گی اور زیادہ ظاہر اور درست یہی ہے۔ بعض بزرگ نماز فجر کے بعد سورہ یٰسین تلاوت کرتے ہیں ان کے اس عمل مبارک کی اصل یہی حدیث ہے اور جو ہر رات سورہ یٰسین پڑھے گا پھر وہ وفات پا جائے تو شہدا کا ثواب پائے گا۔(الاتقان)

نیز جمعہ کے دن بھی سورہ یٰسین پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

مفصّل سُورتوں کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا بلاشبہ ہر چیز اپنے اندر ایک بلندی اور رفعت رکھتی ہے اور قرآن کریم کی رفعت و بلندی سورہ بقرہ شریف ہے اور بے شک ہر چیز کا ایک مغز ہے اور قرآن کریم کا مغز و خلاصہ قرآن کی مفصل سورتیں ہیں۔

(مدارک)

سورہ بقرہ تمام سورتوں سے طویل ہے اور اس میں زیادہ احکام بیان ہوئے ہیں اور یہ بڑی فضیلت والی سورہ ہے اس لئے اس کو قرآن کریم کی رفعت و بلندی فرمایا ہے اور مفصل سورتوں سے مراد سورہ حجرات سے آخر قرآن تک مفصل سورتیں کہلاتی ہیں۔

صاحبِ مرقاۃ فرماتے ہیں کہ سورہ حجرات سے والنّاس تک کو مفصّل کہتے ہیں اس کے تین حصّے ہیں۔ حجرات سے بروج تک طوال مفصّل ہے اور بروج سے لَمْ یَکُنْ تک اوساط اور لَمْ یَکُنْ سے وَالنَّاس تک قصار ہے۔ جو مضامین بقیہ قرآن میں اجمالاً بیان ہوئے ہیں ان مضامین کو مفصل سورتوں میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے اس لئے ان سورتوں کو قرآنِ کریم کا مغز اور خلاصہ فرمایا گیا ہے اور یہ مفصل سورتیں کل سرسٹھ (۶۷) ہیں۔

سُورہ دُخان کے فضائل:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
جو رات کو سورہ دخان پڑھے گا وہ اس طرح سویرا (صبح) کرے گا کہ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کریں گے۔(مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو جمعہ کی رات کو سورہ حم، دخان پڑھے اس کی بخشش ہو جائے گی۔ (مشکوۃ)

سورہ فتح کی فضیلت:

حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
آج رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے وہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر آپ نے یہ تلاوت فرمائی:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔[الفتح ۱:۴۸]

(اے حبیب) بیشک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی۔(شرح حصن حصین:۲۷۱)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار تھے اور آپ ﷺ سورہ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔
(بخاری کتاب فضائل قرآن)

دوسری روایت میں ہے سورۃ الفتح کی بعض آیتوں کو آپ نرمی و ملائمت سے پڑھ رہے تھے اور آواز کو حلق میں دہرا رہے تھے۔(بخاری کتاب فضائل قرآن باب الترجیع)

سورہ رحمن کے فضائل:

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: لِكُلِّ شَيْءٍ عُرُوسٌ وَعُرُوسُ الْقُرْاٰنِ الرَّحْمٰنُ.

(بخاری، شرح حصن حصین ص ۱۷۲)

ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورہ رحمن ہے۔

عربی لفظ ''عُرُوْسٌ'' دولہا اور دلہن دونوں پر بولا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں کہ لفظ عروس مردوں اور عورتوں سب پر بولا جاتا ہے اور یہاں زینت وزیبائش مراد ہے یعنی یہ سورہ مبارکہ قرآن کریم کی خوبصورتی اور زینت ہے۔

صاحبِ مراۃ فرماتے ہیں کہ چند وجوہ سے سورہ رحمن کو قرآن کی زینت ودلہن فرمایا گیا ہے اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر اعتقاد وایمان کی زینت ہے۔ اس سورہ میں جنت کی حوریں ان کے حسن وجمال ان کے زیورات کا ذکر ہے۔ یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں۔ اس سورۃ میں ایک آیت کریمہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ اکتیس (۳۱) جگہ ارشاد ہوا ہے اس سے سورہ کی زیادہ زینت ہوگی۔ (مراۃ)

بعض سورتوں کو نبی کریم ﷺ کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ جیسے طٰہٰ یٰسین اور اس سورہ الرحمن کو پیارے نام سے شروع کیا جو اللہ تعالیٰ کا مبارک صفتی نام ہے جس میں حق تعالیٰ کی رحمت عامہ کا ذکر ہے۔

سورہ واقعہ کی فضیلت:

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھے تو اسے فاقہ نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے تھے کہ ہر رات یہ (سورہ مبارکہ) پڑھا کریں۔ (مشکوۃ)

یعنی اس سورہ مبارکہ کے پڑھنے والا فقر وفاقہ سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو

ہر قسم کی غِنٰی (مالداری) عطا فرمائے گا۔ (مراۃ، مرقاۃ)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سورہ واقعہ دولت وثروت کی سورۃ ہے، اسے خود بھی پڑھا کرو اور اسے اپنی اولاد کو بھی پڑھاؤ۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں مستورات کو یہ سکھاؤ کیونکہ یہ دولت وثروت کی سورۃ ہے۔ (درمنثور)

راقم الحروف کی دعا ہے کہ

یا اللہ! ہمیں ظاہری، باطنی تونگری عطا فرما اور لوگوں کی محتاجی سے بچا،

یا اللہ! رزق میں وسعت فرما،

یا اللہ! ان تنگ دستیوں کو دور فرما،

یا اللہ! ہم تیرے سوا کس سے مانگیں،

یا اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے،

یا اللہ! نبی کریم ﷺ قرآن مجید، اسماء حسنی کے طفیل مالی جسمانی وروحانی تکلیفوں کو دور فرما۔

یا اللہ! دین وایمان، جان ومال واولاد کی سلامتی عطا فرما اور حاسدین وظالمین کے شر سے محفوظ فرما۔ (آمین)

مُسَبِّحَات سورتوں کے فضائل:

احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت عرباض بن ساریہ ؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ایک شب کو سونے سے قبل مُسَبِّحَات کی تلاوت وقراءت فرمایا کرتے تھے کہ ان سورتوں میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار سورتوں سے افضل اور اچھی ہے

(الاتقان)

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جس آیت کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہوا ہے، وہ آیت [الحدید ۵۷:۳] کی یہ ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور مُسَبِّحَات سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کو لفظ سبحان سے شروع کیا گیا ہے جیسے سورہ اسرا، سورہ حدید، سورہ حشر، سورہ صف، سورہ جمعہ، سورہ تغابن اور سورہ اعلیٰ ہیں اور ان میں اس آیت کو اسی طرح مخفی رکھا ہے جس طرح جمعہ کے دن کی ساعت اور ماہِ رمضان کی راتوں میں شب قدر کو پوشیدہ رکھا ہے۔

وہ سورہ حشر کی آیت نمبر ۲۱ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ ہے۔ (مشکوۃ، حاشیہ ۱۸۷)

تا کہ لوگ جمعہ کی ایک ساعت کی تلاش میں پورے دن کی قدر کریں اور شب قدر کی تلاش میں شبِ بیداری کریں اور اس ایک آیت کی تلاش میں سب مُسَبِّحَات کی تلاوت کرتے ہیں اور نیک بات و عمل کی جستجو بھی نیکی اور عبادت ہے۔

سورہ حشر کی آخری تین آیات کی فضیلت:

حضرت معقل بن یسار ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو صبح کی وقت تین بار (تَعَوُّذ) کہے (پڑھے)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔

میں سننے جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود کے شر سے۔

پھر سورہ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا جو

شام تک اسے دعائیں دیں گے اور اگر یہ اس دن مر جائے تو شہید مرے گا اور جو یہ تعوذ اور آیتیں شام کے وقت پڑھے گا تو اسی درجہ میں ہوگا۔ (مشکوۃ بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد)

سورہ ملک کے فضائل:

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی ایک تیس آیتوں والی سورت نے ایک شخص کی یہاں تک شفاعت کی کہ اس کی بخشش ہوگئی وہ سورہ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ ڈال لیا تھا اور انھیں خبر نہ تھی کہ یہاں قبر ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس میں ایک شخص سورہ ملک پڑھ رہا ہے حتی کہ اس نے ختم کر لی۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر دی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ سورہ عذاب کو روکنے والی اور نجات دینے والی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دے گی۔ (مشکوۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ اپنی قبروں میں تلاوتِ قرآن کریم کرتے ہیں اور بعض قبر والے کی آواز بھی سن لیتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سورت کو پڑھنے والے کی نجات ہوگی۔ کیونکہ یہ سورۃ نجات دلانے والی ہے۔

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ الم تنزیل سجدہ اور تبارك الذی بیدہ الملك پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ (ترمذی، احمد، دارمی)

یعنی ان دونوں سورتوں کو سونے سے پہلے تلاوت فرما لیتے تھے لہذا ان دونوں سورتوں کو رات کے وقت سونے سے قبل پڑھنا سنت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک

شخص کو کہا کہ میں تمہیں ایک ایسا تحفہ دوں جس سے تم خوش ہو جاؤ۔ اس نے عرض کیا بڑی مہربانی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''سورہ ملک'' پڑھا کرو اپنی بیوی کو بھی سکھاؤ اور اپنی ساری اولاد اپنے گھر کے بچوں اور اپنے پڑوسیوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ یہ نجات دینے والی ہے۔ یہ قیامت کے دن اپنے رب کے حضور میں اپنے قاری کے لئے جھگڑا کرے گی اور اسے عذاب سے بچائے گی اور نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری امت کے ہر مرد وزن کو یہ سورہ یاد ہونی چاہیے۔

(دُرِّ منثور، مجمع الزوائد، ضیاء القرآن ج ۵)

سورۃ اعلیٰ کی فضیلت:

حضرت علی ؓ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔

(مشکوۃ بحوالہ احمد)

نبی کریم ﷺ اس سورۃ سے محبت کرتے تھے یعنی سورہ اعلیٰ سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ نبی کریم ﷺ کو بہت پیاری تھی۔ اس سے زیادہ محبت کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کے متعلق حضرت شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے اس سورۃ سے محبت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى۔

[الاعلیٰ ۸۷: ۱۹-۱۸]

بیشک یہ (قرآنی تعلیم) یقیناً پہلے صحیفوں میں موجود ہے ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

کہ قرآن کی حقانیت پر گواہ ہے اور مشرکین واہل کتاب کو رد ہے۔ اس سورہ مبارکہ

کو نبی کریم ﷺ نماز وتر کی پہلی رکعت نیز جمعہ وعیدین کی نمازوں میں بھی پڑھا کرتے تھے۔ لہذا اس سورت کا نمازوں میں پڑھنا اور کثرت سے تلاوت کرنا سنت ہے اور اس کے ساتھ محبت کرنا نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذ ؓ کو اس سورۃ اور اس جیسی سورتوں کو نمازِ عشاء میں پڑھنے کا حکم فرمایا گیا تھا۔ (مشکوۃ)

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس (۱۹) آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

سورۃ البینہ کی فضیلت:

ابو نعیم نے کتاب الصَّحابۃ میں اسمعیل بن ابی الحکیم المزنی الصحابی سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ سورہ بینہ کی قراءت سنتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو بشارت دے دو، قسم ہے مجھ کو اپنی عزت کی بیٹھک میں اس کو جنت میں مکین بنادوں گا اور ایسی نعمت اور قدرت دوں گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ (مشکوۃ)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت اُبی بن کعب ؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے سورہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پڑھوں۔ حضرت اُبی نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ سنتے ہی حضرت اُبی رو پڑے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں سورہ بینۃ کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور حضرت اُبی بن کعب کی بزرگی بیان کی گئی ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کے بلند مرتبہ قاری اور جلیل القدر صحابی رسول تھے اور یہ رونا خوشی ومسرت کی بنا پر تھا۔

سُورۃ الزلزال کی فضیلت:

یہ سورۃ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کا ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں اور

اس میں قیامت کا زیادہ حال بیان ہوا ہے اور یہ بھی ان سورتوں میں سے ہے جن کے فضائل حدیثوں میں بیان ہوئے ہیں۔

حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سورۃ زلزال آدھے قرآن کریم کے برابر ہے اور سورہ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورہ الکافرون چوتھائی قرآن کریم کے برابر ہے۔ (ترمذی)

حضرت انس ؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کو فاذہ جامع فرمایا ہے۔ فاذہ کا معنی یکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے زیادہ فیصلہ کن آیت یہ ہے:

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۔ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

[الزلزال ۹۹:۸-۷]

تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا وہ اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا وہ اسے دیکھے گا۔ (مظہری)

چونکہ اس سورہ مبارکہ میں احوالِ قیامت کا بیان ہے اس لئے اس کو آدھے قرآن کے برابر فرمایا ہے اور سورہ اخلاص کی تلاوت کا ثواب دس پاروں کے برابر ملتا ہے اور سورہ الکافرون میں ثواب پانچ پاروں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ سورہ اخلاص اور سورہ کافرون میں اثباتِ توحید اور ردِ شرک ہے اور تینوں سورتوں کی تلاوت سے پورے قرآن کریم کے پڑھنے کا ثواب ہے، لہٰذا یہ بڑی برکت والی سورتیں ہیں۔

سُورۃ العَادِیَات کی فضیلت:

ابوعبیدہ نے حضرت حسن ؓ سے مرسلاً روایت کی ہے کہ سورہ زلزال نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ العادیات بھی نصف قرآن کے برابر ہے۔ (اتقان)

یعنی سورہ عادیات ایک مرتبہ تلاوت کرنے سے پندرہ سپارے پڑھنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

سورۃ التکاثر کی فضیلت:

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ ہر روز ایک ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے۔ لوگوں نے عرض کیا روزانہ ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی یہ نہیں کرسکتا تو اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ لیا کرے۔ (اتقان)

یعنی سورۃ التکاثر ایک بار پڑھنے سے ہزار آیت پڑھنے کا ثواب ہے۔

سورہ الکافرون کی فضیلت:

حضرت نوفل بن معاویہ ؓ سے روایت ہے کہ جو سورۃ الکافرون کو پڑھ کر سو جائے تو اس کے لئے بے شک شرک سے براءت (نجات) ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورہ الکافرون پڑھنے والے کو شرک سے نجات دلانے والی ہے۔ (اتقان)

سورہ النصر کی فضیلت:

ترمذی نے حضرت انس ؓ سے روایت کی ہے کہ سورہ نصر قرآن کریم کے چوتھائی کے برابر ہے۔ (اتقان)

یعنی پانچ پاروں کے برابر ثواب ملتا ہے جس نے حصولِ ثواب کی خاطر ایک مرتبہ

سورہ نصر کو پڑھا تو اس کو پانچ پاروں کے برابر ثواب ملے گا۔

سورہ اخلاص کی فضیلت:

یہ سورہ مبارکہ بڑی فضیلت والی ہے۔ تفسیر کبیر اور تفسیر روح المعانی میں اس کے بیس اسماء مبارکہ ذکر کیے گئے ہیں اور ناموں اور صفتوں کی زیادتی، فضیلت و بزرگی کی دلیل ہے اور اس سورہ مبارکہ کی فضیلت میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں۔ مثلاً

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو بار بار پڑھتا ہے جب صبح ہوئی تو وہ جناب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ آپ ﷺ سے عرض کیا گویا اُس شخص نے اسے قلیل خیال کیا تھا۔ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے یہ سورۃ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھے، صحابہ کرام پر یہ حکم سخت اور گراں بار ہوا تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں کون یہ طاقت رکھتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ تہائی قرآن ہے (بخاری کتاب فضائل القرآن)

یعنی اس کی تلاوت و قراءت کا ثواب دس پاروں کے ثواب کے برابر ہے وہ دس پارے جن میں سورہ اخلاص نہ ہو۔ لہذا تین بار پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ اس سورہ مبارکہ کا تہائی قرآن کے برابر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بیان (۲) قصے (۳) احکام اور، اس

سورہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بیان ہے اس لئے تہائی قرآن کے برابر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے بڑی محبت کرتا ہوں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا ’’تیری یہ محبت تجھے جنت میں پہنچادے گی۔

معلوم ہوا کہ ذکر محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اور ذِکر محبوب وصلِ محبوب کا ذریعہ اور وسیلہ ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار (مدینہ) میں سے ایک آدمی (کلثوم بن ہدم) مسجد قباء میں انصار کی امامت کرتے تھے وہ جب ان سورتوں میں سے جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں، کوئی سورت شروع کرنے سے پہلے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے پھر وہ دوسری سورۃ اس کے ساتھ ملا کر پڑھتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ان کے مقتدیوں نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ تم اس سورہ سے شروع کرتے ہو پھر کیا یہ سمجھتے ہو کہ یہ سورہ کافی نہیں جبھی تو دوسری سورہ اس کے ساتھ ملاتے ہو۔ آئندہ یا تو صرف یہ سورہ پڑھا کرو یا اس کو چھوڑ کر کوئی دوسری سورۃ پڑھا کرو۔ وہ کہنے لگے کہ میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر تم راضی ہو تو میں تمہاری امامت کرتا ہوں اور اگر تم ناراض ہو تو میں امامت چھوڑ دیتا ہوں اور لوگ ان کو اپنے میں سب سے بہتر جانتے تھے اور دوسرے کی امامت ان کو ناپسند تھی۔

پس جب نبی کریم ﷺ اہلیانِ قباء کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس طرح کیوں نہیں کرتے جس طرح تمہارے ساتھی تم سے کہہ رہے ہیں اور آخر کس وجہ سے ہر رکعت میں اس سورہ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے مجھے اس سورۃ سے محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سورۃ کی محبت نے تجھے جنت دلا دی۔ اور مسجد قباء شریف کے جو امام تھے وہ حضرت کلثوم بن ہدم تھے جن کے پاس نبی کریم ﷺ ہجرت کے موقع پر مقام قباء میں ٹھہرے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے

قَالَ ابْنُ الْعَرَبِیِّ فَکَانَ هٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ یَجُوْزُ تَکْرَارُ سُوْرَةٍ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ ۔ (عمدۃ القاری ج ۴۳)

ابن العربی نے فرمایا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہر رکعت میں ایک سورۃ کو بار بار پڑھنا جائز ہے۔

حضرت سعید بن جبیر، عطاء، علقمہ، سوید بن غفلہ، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، امام اعظم ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے اور یہ ہی حضرت عثمان، حذیفہ وابن عمر اور تمیم الداری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی نماز کی امامت کرتے تو ہمیشہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر قراءت ختم کرتے تھے۔ (یعنی ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے) جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوٹے تو یہ ماجرا نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے ہو؟ لوگوں نے ان سے پوچھا وہ بولے اس لئے کہ رحمٰن کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا پسند ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے خبر دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے

محبت کرتا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

معلوم ہوا کہ سورہ اخلاص سے محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

حضرت ابوداؤد سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہر رات تہائی قرآن پڑھ لیا کرو'' لوگ بولے کیسے تہائی قرآن پڑھا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مشکوۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو روزانہ دو سو (۲۰۰) بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھ لیا کرے تو اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں)

سو معلوم ہوا کہ سورہ اخلاص کی تلاوت سے پچاس سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں

رات کو سونے کے وقت سورہ اخلاص پڑھنے کی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے بستر پر سونا چاہے تو داہنی کروٹ پر لیٹے پھر سو بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھ لے تو جب قیامت کا دن ہوگا، رب تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے اپنی داہنی طرف سے جنت میں داخل ہو جا۔ (مشکوۃ)

کیونکہ تو میرے محبوب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتا تھا اور میری حمد والی سورت کو پڑھ کر سوتا تھا اس کے انعام میں آج تم جنت کے داہنے باغ میں داخل ہو جاؤ وہ تیرا مقام ہے۔ (مراۃ)

سورہ اخلاص میں بہت سے باطل فرقوں کا رد کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فِيهَا الرَّدُّ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُجَسِّمَةِ وَالْمُشَبِّهَةِ وَالْحُلُوْلِيَّةِ وَالْاِتِّحَادِيَّةِ وَجَمِيْعِ الْاَدْيَانِ۔ (الاکلیل ص ۲۳۰ بحر الکلام)

اس سورۂ مبارکہ میں یہود ونصاریٰ، مجوسی، مشرکین، مجسمہ، مشبہہ، حلولیہ، اتحادیہ، اور تمام باطل فرقوں کا رد ہے۔ اسی لئے اس کو سورۃ التوحید کہا جاتا ہے۔

سورہ اخلاص، سورہ الفلق اور سورہ الناس کو سوتے وقت پڑھ کر بدن پر پھونکنا سنت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رات کو جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے ہاتھ جمع کر کے ان میں پھونکتے جن میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے پھر جسم شریف کے جس حصّہ تک ہوسکتا وہ ہاتھ پھیرتے۔ اپنے سر مبارک، چہرے اور جسم شریف کے سامنے والے حصّہ سے شروع فرماتے یہ (عمل) تین بار کرتے تھے۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ)

یعنی پہلے آپ ﷺ دم کرنے کا ارادہ کرتے پھر تینوں سورتوں کو پڑھ کر دم فرماتے تھے تین بار پڑھتے اور تین بار پھونکتے اور تین بار جسم کا مسح کرتے۔ نیز وصال شریف کے وقت بھی جب کہ آپ ﷺ کے لئے خود ایسا کرنا ممکن نہ رہا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سورتیں خود پڑھتیں اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک کی برکت کے خیال وارادہ سے آپ ﷺ ہی کا ہاتھ مبارک لے کر حضور اکرم ﷺ کے جسم پر پھیرتیں۔ (یہ عمل ہر مسلمان کو کرنا چاہئے کیونکہ اس میں بے شمار فوائد ہیں)

سورہ اخلاص کے پڑھنے سے جنت میں محل تیار ہوتا ہے:

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ دس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل تیار کرے گا اور جو بیس مرتبہ پڑھے اس کی برکت سے جنت میں (دو) محل تیار کرے گا اور جو تیس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے جنت میں تین محل تیار کرے گا۔ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تب تو اللہ کی قسم ہم اپنے بہت محل بنوالیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ وسعت والا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ دارمی)

لوگ کثیر روپیہ خرچ کر کے دنیاوی محلات بناتے ہیں اللہ کریم ہم کو سورہ اخلاص پڑھ کر جنت میں محلات تیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو دائمی ہیں۔

سخت بارش وتاریک شب میں تینوں سورتوں کو پڑھنا:

حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار بارش اور سخت اندھیری رات میں رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تو ہم نے حضور اکرم ﷺ کو پالیا حضور ﷺ نے فرمایا ''کہو'' میں بولا کیا کہوں تو فرمایا ''صبح وشام قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورہ الفلق والناس تین تین بار پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہیں ہر چیز سے کافی ہوں گی۔ یعنی ہر آفت ومصیبت کو رفع کرنے کے لئے کافی ہوں گی۔

سورہ اخلاص کی تلاوت سے تنگ دستی دور ہوتی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں اپنے فقر اور تنگ دستی کی شکایت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہوا گر وہاں کوئی موجود ہو تو اس کو سلام کرو اور اگر کوئی موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام بھیجو اور پھر ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو۔ اس آدمی نے اس ہدایت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے

اسے اتنا وافر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو بھی مستفید کرنے لگا۔

(قرطبی، نسیم الریاض، کبیر)

معلوم ہوا کہ سورہ اخلاص کی برکت سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور تنگدستی و محتاجی دور ہوتی ہے۔

سورہ اخلاص کے ایصال ثواب کرنے کا فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی قبرستان سے گزرے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ گیارہ بار پڑھ کر مردوں کو بخشے تو وہاں کے مردوں کی گنتی اور تعداد کے برابر اس کو ثواب دیا جائے گا۔

سورہ اخلاص کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مسجد کے اندر داخل ہوا وہاں ایک شخص نماز پڑھ کر دعا مانگتے ہوئے یوں عرض کر رہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْۤ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ یَا مَنْ لَّمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (ابن کثیر)

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی یکتا ہے، بے نیاز ہے۔ اے وہ ذات جس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اس شخص نے اپنے رب سے اس اسمِ اعظم کے وسیلے سے دعا مانگی ہے جب بھی اس کے وسیلہ سے کوئی سوال کیا جاتا ہے وہ عطا فرماتا ہے اور جب بھی دعا کی جاتی

ہے وہ قبول کرتا ہے۔

سورۃ الفلق، سورۃ النّاس کی فضیلت:

حضرت بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم دیکھتے ہو کہ آج رات دو (۲) آیات (سورتیں) اُتری ہیں جن کی مثل نہ دیکھی گئیں، (وہ) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ)

ان دونوں سورتوں کو مُعَوِّذتان کہا جاتا ہے۔ مگر جب لفظ مُعَوَّذات بولا جائے تو پھر اس سے تین سورتیں مراد لی جاتی ہیں جو کہ سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس ہیں۔

چنانچہ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

وَهِیَ بِكَسْرِ الْوَاوِ جَمْعُ مُعَوِّذَةٍ وَالْمُرَادُ بِهَا السُّوَرُ الثَّلَاثُ وَهِیَ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ وَسُوْرَةُ الْفَلَقِ وَسُوْرَةُ النَّاسِ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴)

اور لفظ معوذات واو کی زیر سے معوذۃ کی جمع ہے اور اس سے مراد یہ تین سورتیں ہیں۔ سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس۔ یہاں اس حدیث میں صرف مُعَوِّذتین کا ذکر ہے۔ سورہ اخلاص کے فضائل کے بیان میں تینوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ان کو پڑھ کر پناہ طلب کرو کیونکہ ان کی مثل سے پناہ نہیں طلب کی گی۔

(نعم الباری ج ۹ ص ۱۹۸ بحوالہ سنن نسائی، مسلم)

مسند امام احمد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھ کو ایسی

سورتیں نہ سکھا دوں جن کی مثل نہ تورات میں کوئی سورۃ نازل ہوئی ہے، نہ زبور میں اور نہ انجیل میں اور نہ قرآن کریم (ان کے علاوہ بقیہ حصّہ قرآن میں)۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کیوں نہیں، ضرور سکھائیں۔ فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔(تفسیر مظہری)

یعنی تعوذ اور پناہ لینے کے متعلق جتنی آیتیں، سورتیں ہیں ان سب سے یہ سورتیں افضل ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ رات کو اپنے بستر پر جاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کرتے، پھر ان میں دم (کرنے کا عزم) فرماتے، پھر ان میں پڑھتے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک وہ جاسکتیں ان کو اپنے جسم پر پھیرتے، ان کو پھیرنے کی ابتداء اپنے سر اور اپنے چہرے سے کرتے اور جو آپ کے جسم کے سامنے کا حصہ ہوتا، اور آپ یہ فعل تین مرتبہ کرتے۔(بخاری کتاب فضائل القرآن)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے درمیان سفر کر رہا تھا کہ اچانک ہمیں آندھی اور سخت تاریکی نے گھیر لیا تو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے لگے، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (ان دونوں سورتوں کے ساتھ) اور فرمایا ''اے عقبہ ان دونوں کے ساتھ تعوّذ کیا کرو کہ کسی بھی پناہ لینے والے نے ان جیسی سورتوں سے تعوّذ نہیں کیا۔(ابوداؤد)

نماز پنجگانہ کے بعد مُعَوِّذتین کو پڑھنا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے نماز کے بعد

مُعَوِّذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھنے کا حکم فرمایا۔(مشکوۃ)

اس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں سورتوں کو نماز پنجگانہ کے بعد پڑھنا سنت ہے۔

مُعَوِّذَتَین کو بحالت سفر نمازِ فجر میں پڑھنا مستحب ہے:

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعض سفروں کے دوران نماز فجر میں ان دونوں سورتوں کو تلاوت فرمایا ہے۔(ابن کثیر)

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بحالت سفر فجر کی نماز میں ان دونوں سورتوں کا پڑھنا مستحب ثابت ہوتا ہے۔(لمعات التنقیح ج ۳ ص ۱۴۹)

اور اسی طرح ہر بیماری سے شفاء حاصل کرنے کے لئے پڑھنا انتہائی مفید ہے۔

سورہ فلق میں دنیاوی تکلیف دہ چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے جو انسانی بدن و جان کے لئے تکلیف دہ ہیں (۱) مخلوق کے شر سے (۲) شب تاریک کے شر سے (۳) جادو کرنے والے اور حسد کرنے والے کے شر سے اور صرف ایک صفت بربِّ الفلق سے تعوّذ کی تعلیم دی گئی ہے مگر سورہ الناس میں دینی ضرر رساں (تکلیف دہ) چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا اور صرف دو چیزوں کے شر کا ذکر کیا ہے (۱) شیطان (۲) انس۔ مگر حق تعالیٰ کی تین صفتوں کے ذریعہ سے پناہ مانگی گئی ہے جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ جسم اور جان کی حفاظت سے دین وایمان اور اسلام کی حفاظت زیادہ ضروری ہے۔

جان کے دشمن نظر آتے ہیں مگر ایمان کا دشمن شیطان تو نظر نہیں آتا صرف اپنے وسوسوں سے دین و ایمان خراب کر دینے کی کوشش کرتا ہے یہ ایمان کا چور دین کا ڈاکو ہر وقت پیچھے پڑا رہتا ہے اسی لئے سورہ الناس میں شیطان اور انس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ دنیاوی نقصان سے دین کا غم زیادہ ہونا چاہیے۔

حکیم سنائی نے کیا خوب کہا ہے:

غم دین خور کہ غمِ غمِ دین است — ہمہ غمہا فروتر ازیں است

غم دنیا مخور کہ بے سوداست — کہ در جہاں ہیچ کس نیا سوداست

قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کے فضائل کا آغاز آیت تسمیہ سے کیا گیا تھا اور سورۃ الناس پر یہ مبارک ذکر اختتام پذیر ہوا ہے اس سے یہاں ایک نکتہ یاد رکھئے کہ کلام الٰہی کی ابتداء بسم اللہ شریف کی حرف با سے انتہا ناس کے حرف سین پر ہونے سے ایک بہت عمدہ نکتہ اور بھید ہے کہ ان دونوں حرفوں کو ملایئے تو ''بس'' ہوتا ہے کہ تجھ کو کافی ہے جو دو حرفوں کے درمیان ہے یعنی تیرے لئے قرآن کریم کافی ہے۔

چنانچہ حکیم سنائی علیہ الرحمۃ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اوّل وآخر قرآن از چہ با آمد وسین

یعنی اندر رہ دین رہبرِ تو قرآن بس

یا اللہ! میں تیرے تمام اسماء صفات کے وسیلہ سے نفس وشیطان اور تمام مخلوقات کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

یا اللہ! میں تیرے نیک بندوں کے توسل سے تمام حاسدین، مفسدین اور شیطانی وسوسوں کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

یا اللہ! مجھے ایمان وجان، اولاد ومال کی سلامتی عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے کلام پاک کے طفیل ہر قسم کی محتاجی، معذوری اور رسوائی سے محفوظ فرما۔

یا اللہ! میرے دینی مقاصد پورے فرما۔

یا اللہ دنیا وآخرت بہتر فرما۔ آمین

قرآنِ کریم کی بعض سورتوں کی تلاوت کے خاص اوقات:

یہ اوقات مخصوصہ بزرگوں سے منقول ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد یوسف (مریدِ خاص حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی) لکھتے ہیں۔ (تحفہ نصائح ص ۲۷)

یٰسین ونوح وعم را ہم واقعہ با ملک خواں

پس فجر وظہر وعصر ہم مغرب عشاا ے نامور

سورہ یسین، سورہ نوح، سورہ نباء، سورہ واقعہ اور سورہ ملک کو پانچ نمازوں کے وقت پڑھنا چاہیئے۔ یعنی نمازِ فجر کے بعد سورہ یٰسین، ظہر کے بعد سورہ نوح، عصر کے بعد سورہ نباء، مغرب کے بعد سورہ واقعہ اور عشاء کے بعد سورہ ملک پڑھنی چاہیئے۔

در شب جمعہ طٰہٰ بخواں یابی جزائے بے عدد

پیش از خوانی کہف ایمن از شوی شور وشر

جمعۃ المبارک کی رات کو طٰہٰ پڑھ کہ تو بیشمار ثواب حاصل کرے گا اور نماز جمعہ سے پہلے سورہ کہف پڑھ کر ہر قسم کے شور وشر سے محفوظ ہوگا۔

از بہر عزت روز وشب تو سورہ یوسف بخواں

سورہ تغابن را بخواں می ترسی از طاعون اگر

حصولِ عزت کے لئے رات ودن سورہ یوسف کو پڑھتا رہ اور اگر مرض طاعون کا خطرہ ہے تو سورہ تغابن کو پڑھا کرو۔

در بند خواں اخلاص را الحمد را با تسمیہ

میخواں چہل یکبار تو ہر تپ کہ باشد در دِسر

سورہ اخلاص کو اور سورہ فاتحہ کو بسم اللہ کے ساتھ پڑھ اگر سر میں درد ہے تو ان کو ہر رات چالیس مرتبہ پڑھ شفاء ہوگی۔(تحفہ نصائح ص ۲۷)

خواص القرآن:

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (سورہ توبہ ۱۴) اور اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے مؤمنین کے سینے کو۔

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (سورہ یونس) سینوں میں جو تکلیف ہے ان سے شفاء ہے۔

فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (سورۃ النحل ۵۷) لوگوں کے لئے ان میں شفاء ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ [بنی اسرائیل ۸۲) اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے رحمت اور شفاء ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (سورہ شعراء ۸۰) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے شفا دیتا ہے۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ (سوہ حم سجدہ ۴۴) فرمادیجئے آپ کہ مؤمنین کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔

فضائل قرآن، آدابِ قرآن، فہم القرآن اور اتباع قرآن کے موضوع پر تو کچھ ضروری باتیں تحریر ہو چکی ہیں۔ خواص القرآن کا موضوع باقی ہے۔ لہذا خواص قرآن کے بارے میں چند باتیں ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔ تو یاد رکھیں کہ خواص قرآن کے موضوع پر متعدد علما نے کتابیں تالیف کی ہیں جن میں سورتوں اور آیتوں کے خواص وفوائد بیان کئے

ہیں مگر اس کے بارے میں جو باتیں تحریر کی جاتی ہیں ان میں زیادہ باتوں کی سندیں نیک لوگوں کے تجربے ہیں اور بعض باتیں حدیث پاک سے بھی ثابت ہیں۔

شہد اور قرآنِ کریم:

ابن ماجہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تم کو دو شفائیں اپنے اوپر لازم کرنی چاہئے۔ یعنی ان دونوں میں شفاء ہے۔

حضرت واصلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے گلے (حلق) میں درد ہونے کے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو قرآن پڑھا کر۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا مجھے کچھ درد سینہ کی شکایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو قرآن شریف پڑھا کر کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

...وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ لا... -[یونس ۱۰:۵۷]

اور قرآن دلوں اور سینوں کی بیماری کے لیے شفاء ہے۔

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاتحہ شریف میں ہر بیماری کی شفاء ہے۔

نیز دوسری روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ موت کے سوا ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔

اسی طرح بعض دیگر سورتوں اور آیتوں کے بارے میں حدیثیں وارد ہیں۔ مگر چونکہ یہ بھی طویل موضوع ہے اور اس کے متعلق متعدد کتابیں دستیاب ہیں۔ لہذا صرف ایک بات یاد رکھیں کہ سارا قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اول سے آخر تک اس میں روحانی

جسمانی بیماری کے لئے شفاء ہے تو اس کی روزانہ تلاوت کر کے شفاء حاصل کرنی چاہئے کیونکہ ہر سورۃ ہر آیت بلکہ ہر حرف میں شفاء ہے۔ آیاتِ قرآنی سے شفاء حاصل کرنے کے ساتھ احکام قرآنی پر عمل کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ سارا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس میں روحانی جسمانی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ گناہوں کی بیماریوں سے اس کے احکام پر عمل کرنے سے شفاء ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم شافی ہے۔

یا اللہ! اپنے پاک ناموں کے وسیلہ سے ہماری حاجتیں پوری فرما۔

یا اللہ! ہمیں حضور اکرم ﷺ کے طفیل روحانی جسمانی بیماریوں سے نجات عطا فرما۔ (آمین)

باب ششم....... آدابِ تلاوتِ قرآن مجید

قرآن کریم کی تلاوت کے بہت سے آداب ہیں۔ جن کا بجالانا باعثِ برکت اور موجب ثواب ہے۔ مثلاً بدن لباس اور جگہ کا پاک ہونا نیز قرآن کریم کو ہاتھ لگا کر تلاوت کرنے والے کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۔[الواقعہ ۵۶:۷۹]

اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

قرآن کریم کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں اور ہاتھ لگا سکتے ہیں۔

صاحبِ تفسیر خزائن العرفان رقمطراز ہیں کہ جس کو غسل کی حاجت ہو یا جس کا وضو نہ ہو یا حائضہ عورت یا نفاس والی ان میں سے کسی کو قرآن کریم کا بغیر غلاف وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں۔ بے وضو کو زبانی قرآن شریف پڑھنا جائز ہے۔ بلکہ بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں۔ (خزائن ص ۷۷۶)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں ایک رات حضور اکرم ﷺ کے گھر سو گیا تو جب کچھ کم وبیش آدھی رات ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے اور اٹھ بیٹھے۔ اول آپ ﷺ نے چہرہ مبارک سے نیند کا اثر (ہاتھوں سے) مل کر دور کیا۔ پھر سورہ آلِ عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر ایک معلق مشکیزہ کا (دہانہ) کھول کر اس سے وضو کیا۔ (تفسیر مظہری ج۱۱ ص ۲۷۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر وضو کے (زبانی) تلاوت آیات جائز ہیں۔

مسئلہ: اگر غلاف اور جزدان قرآن کریم سے الگ ہو (یعنی کتاب کے کور کی طرح چسپاں نہ ہو) تو اس کو پکڑ کر قرآن کریم چھونا اور اٹھانا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے

مسئلہ: آستین یا دامن سے قرآن کریم کو پکڑنا بے وضو آدمی کے لئے مکروہ ہے کیونکہ یہ دونوں (آستین ودامن) ہاتھ کے تابع ہیں۔

تلاوت سے پہلے تعوّذ وتسمیہ کا پڑھنا:

قرآن کریم کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔

[النحل ۱۶:۹۸]

پس جب تم قرآن پڑھنا چاہو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔
اس کا ترک کرنا آدابِ قرآن کے خلاف ہے اور اگر شروع سورۃ سے تلاوت شروع کرے یا درمیان میں کوئی سورہ شروع ہوگی تو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھنا بھی ضروری ہے کیونکہ ہر سورۃ کے شروع میں لکھی ہوئی ہے۔

مسئلہ: تلاوت سے پہلے اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ پڑھنا سنت ہے۔(خازن)

شاگرد استاد سے پڑھتا ہو تو اس کے لئے سنت نہیں۔(شامی)

مگر پڑھنا منع بھی نہیں ہے۔(خزائن العرفان)

امام قرطبی لکھتے ہیں:

وَ مِنۡ حُرۡمَتِهٖ اَنۡ يَّسۡتَعِيۡذَهٗ بِاللّٰهِ عِنۡدَ ابۡتِدَائِهٖ لِلۡقِرَاءَةِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ وَ يَقۡرَأُ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اِنۡ كَانَ ابۡتِدَاءُ قِرَاءَتِهٖ مِنۡ اَوَّلِ السُّوۡرَةِ اَوۡ مِنۡ حَيۡثُ بَلَغَ۔(تفسیر قرطبی ج ا ص ۲۷)

اور آدابِ قرآن میں سے ہے کہ قرآن شریف کی قراءت شروع کرتے وقت شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہے اور بسم اللہ شریف کا پڑھنا ہے اگر سورۃ کے اوّل سے قراءت شروع ہو یا جہاں پہنچے۔(یعنی جہاں سے تلاوت شروع کرے)

اور استعاذہ کے دیگر الفاظ کا پڑھنا جائز ہے۔ مگر الفاظ مشہورہ کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور افضل بھی۔

چنانچہ امام قرطبی رقمطراز ہیں:

وَ هٰذَا اللَّفۡظُ هُوَ الَّذِيۡ عَلَيۡهِ الۡجُمۡهُوۡرُ مِنَ الۡعُلَمَاءِ فِي التَّعَوُّذِ لِاَنَّهٗ

لَفۡظُ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرُوِيَ عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ اَنَّهٗ قَالَ قُلۡتُ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ السَّمِيۡعِ الۡعَلِيۡمِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ فَقَالَ لِيۡ ﷺ يَا ابۡنَ اُمِّ عَبۡدٍ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ۔هٰذَا اَقۡرَانِيۡ جِبۡرِيۡلُ عَنِ اللَّوۡحِ الۡمَحۡفُوۡظِ عَنِ الۡقَلَمِ۔

اور انہی (اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم) الفاظ پر جمہور علما کا اتفاق ہے۔ استعاذہ میں کیونکہ یہ الفاظ کتاب اللہ ہی سے ماخوذ ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم کہا (پڑھا) تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام عبد کے بیٹے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اسی طرح جبرائیل امین نے لوحِ محفوظ اور قلم سے مجھے پڑھائی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ تعوذ کے الفاظ مشہورہ ہی کا پڑھنا افضل و بہتر ہے کیونکہ یہی الفاظ قرآنی سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں۔ مثلاً قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ۔ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ وغیرہ فنِ تجوید و قراءت کے اکثر علما و قراء نے سورہ براءت کے ابتداء میں بسم اللہ کا پڑھنا عدم جواز لکھا ہے مگر فقہائے کرام جواز لکھتے ہیں۔

چنانچہ صاحب بہارِ شریعت رقمطراز ہیں:

مسئلہ: سورۂ براءت سے اگر تلاوت شروع کی تو اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ، بِسۡمِ اللّٰهِ کہہ لے اور جو اس کے پہلے سے تلاوت شروع کی اور سورۃ براءت آ گئی تو تسمیہ پڑھنے کی حاجت نہیں۔(غنیۃ)

اوراس کی ابتداء میں نیا تعوذ جو آج کل کے حافظوں نے نکالا ہے، بے اصل ہے
اور یہ جو مشہور ہے کہ سورۂ توبہ ابتداءً بھی پڑھے جب بھی بسم اللہ نہ پڑھے یہ محض غلط ہے۔

(بہار شریعت حصہ سوم، مسائل قراءت بیرون نماز، مسئلہ ۴۶)

یہ اختلاف سورہ براءت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا ہے مگر اوسطا اور اجزاء
میں اختیار ہے چاہے بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ (فوائد مکیہ)

لیکن تسمیہ کا پڑھنا ہی افضل اور بہتر ہے کیونکہ ہر ذی شان اور نیک کام میں بسم اللہ
پڑھنے کا حکم ہے تو آیات کی تلاوت بھی امر ذی شان ہے۔ سورہ توبہ کے ابتداء میں بسم اللہ
شریف کیوں نہیں لکھی گئی۔ اس کی کیا وجہ ہے تو ترکِ تحریر کے متعلق امام قرطبی فرماتے ہیں:

وَالصَّحِيْحُ اَنَّ تَسْمِيَةَ لَمْ تُكْتَبْ لِاَنَّ جِبْرَائِيْلَ عليه السلام مَا نَزَلَ بِهَا فِيْ
هٰذِهِ السُّوْرَةِ۔ (تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۶۳)

اور صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ اس سورہ کے شرع میں اس لئے رقم نہیں کی گئی کہ حضرت
جبرائیل امین علیہ السلام نے اس کے ساتھ نازل ہی نہیں کی۔

دوران تلاوت نہ کھیلے اور نہ ہنسے:

کیونکہ یہ بہت بے ادبی کی بات ہے درمیان میں کسی سے بات چیت نہ کرے۔
اگرچہ سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو البتہ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو قرآن شریف کو بند کر
کے بات کرے پھر اعوذ باللہ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔ تلاوت کرنے والے کو سلام
نہیں کرنا چاہیے اور اگر کسی نے اس کو سلام کیا تو اس پر جواب دینا ضروری و واجب نہیں۔
تلاوت کے وقت خوشبو استعمال کرے اگر میسر ہو ورنہ مسواک اور وضو ہی کافی ہے اور جسے
توفیق ہو لباس بہتر پہن کر سکون و وقار کے ساتھ بیٹھے جس طرح مشائخ و بزرگوں کی خدمت

میں بیٹھتے ہیں۔ (تیسیر التجوید)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ تلاوت کرتے وقت دل میں بھی کلام اللہ کا احترام رکھے
اور چونکہ ظاہر کو باطن تک اثر پہنچانے میں بہت دخل ہے اس کے لئے احترام کی ظاہری
صورت پیدا کی جائے گی تو دل میں بھی احترام پیدا ہوگا اور ظاہری احترام کی صورت یہ ہے
کہ وضو کر کے نہایت سکون کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کر کے دوزانو
اس طرح بیٹھے جیسے استاد کے سامنے بیٹھتے ہیں اور تجوید کے موافق حروف قرآنیہ کو مخارج سے
نکالے اور ایک ایک حرف کو دوسرے سے علیحدہ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔
[ق ۵۰:۳۷]

بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل (بینا) رکھتا ہو یا (کلام الٰہی کو)
کان لگا کر سنے متوجہ ہو کر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر میں سورہ اِنَّآ اَنْزَلْنَا اور
اَلْقَارِعَة یعنی چھوٹی سورتیں سوچ کر تلاوت کروں تو یہ اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ سورہ بقرہ
اور آلِ عمران فرفر پڑھ جاؤں۔

قرآن کریم با آواز بلند پڑھنا افضل ہے یا آہستہ:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن کو
بلند آواز سے پڑھنے والا ظاہر صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور قرآن مجید آہستہ پڑھنے
والا پوشیدہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ جس طرح آہستہ قرآن پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں احادیث منقول ہیں اسی طرح با آواز بلند قرآن پڑھنے کی فضیلت کے سلسلہ میں احادیث منقول ہیں۔ لہذا دونوں طرح کی احادیث میں مطابقت یہ ہے کہ آہستہ آواز سے پڑھنا تو اس شخص کے حق میں افضل ہے جو ریاء سے بچنا چاہتا ہو اور با آواز بلند پڑھنا اس شخص کے حق میں ہے جو ریاء میں مبتلا ہونے کا خوف نہ رکھتا ہو۔ بشرطیکہ اس کی آواز بلند پڑھنے کی وجہ سے نمازیوں، سونے والوں یا کسی کو تکلیف وایذا نہ پہنچے۔

با آواز پڑھنا اس لئے افضل ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس طرح دوسرے لوگ سنتے ہیں جس سے انھیں ثواب ملتا ہے یا دوسرے لوگ قرآن سن سن کر سیکھتے ہیں کہ با آواز بلند قرآن پڑھنا شعارِ دین اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا برملا اظہار ہے۔ پڑھنے والے کے دل کو بیداری حاصل ہوتی ہے۔ اس کا دھیان کسی اور طرف نہیں بٹتا۔ اس کے دل کی غفلت کو دور کرتا ہے۔ نیند کا غلبہ کم کرتا ہے اور یہ کہ دوسروں کو عبادت کا شوق دلاتا ہے۔ بہرکیف ان فوائد میں سے کوئی ایک فائدہ بھی پیشِ نظر ہو تو پھر اس صورت میں با آواز بلند پڑھنا ہی افضل ہے۔

اس حدیث کی شرح میں صاحبِ مراۃ یوں رقم طراز ہیں:

کہ بعض حالات میں بلند تلاوت افضل ہے کیونکہ اس سے دل بیدار ہوتا ہے، دوسروں کو تلاوت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ نیند وشیطان دفع ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور بعض حالات میں آہستہ تلاوت افضل ہے جبکہ تلاوت میں ریاء کا اندیشہ ہو یا کسی نمازی وغیرہ کو تکلیف ہو۔ (مظاہر حق ج ۲ ص ۴۲۶)

معلوم ہوا کہ دونوں طرح تلاوت جائز اور باعث اجر وثواب ہے جیسے دونوں طرح

صدقہ دینا درست ہے اور تلاوت کے اختتام پر یہ کلمات پڑھنے چاہیے کیونکہ یہ الفاظ ختم القرآن کی دعا میں پڑھے جاتے ہیں۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَ نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

بڑی شان والے اللہ نے سچ فرمایا اور سچ فرمایا اس کے رسول نے جو عزت والا نبی ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں سے ہیں اور شکر کرنے والے ہیں اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہان والوں کا ربّ ہے۔

قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کا ثواب:

قرآن کریم زبانی پڑھنے سے دیکھ کر پڑھنا زیادہ افضل ہے کیونکہ قرآن کریم کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ حضرت مکحول، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَفْضَلُ عِبَادَةِ اُمَّتِيْ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ نَظَرًا۔

میری امت کی افضل عبادت قرآن کریم کو دیکھ کر پڑھنا ہے۔

حضرت عثمان ابن عبداللہ اوسی ثقفی اپنے دادا حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا بغیر مصحف (یعنی زبانی) قرآن پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن کریم کو دیکھ کر پڑھنے کا ثواب زبانی پڑھنے کے ثواب سے دو ہزار درجے زیادہ ہے۔ (مشکوۃ باب فضائل القرآن)

سجدہ تلاوت:

قرآن کریم میں سجدہ تلاوت کی چودہ آیات ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے سجدہ

کرنا واجب ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے قرآن پاک پڑھتے تھے جو سجدہ کی آیت تلاوت فرماتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاری (تلاوت کرنے والا) اور سامع (سننے والا) دونوں پر سجدہ واجب ہوتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ابن آدم آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور رو رو کر کہتا ہے ہائے ہائے میری بربادی ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اس نے سجدہ کیا اس کے لئے جنت ہے اور مجھے حکم ہوا میں نے انکار کیا میرے لئے دوزخ ہے۔

سجدہ تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے اور پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اس میں نہ سلام اور نہ تشہد ہے اور نہ اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ اُٹھانا ہے۔ نیز سجدہ تلاوت کا ارادہ کرے تو دل سے اس کی نیت کرے اور زبان سے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ تلاوت کرتا ہوں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

ثُمَّ اِذَا اَرَادَ السُّجُوْدَ یَنْوِیْهَا بِقَلْبِهٖ وَیَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ اَسْجُدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی سَجْدَةَ التِّلَاوَةِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔

مسئلہ: آیت سجدہ بیرون نماز پڑھی تو فوراً سجدہ کر لینا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ فوراً کر لے اور وضو ہو تو تاخیر مکروہ تنزیہی ہے۔ (بہار شریعت بحوالہ درمختار)

کتابِ غیاثیہ میں ہے کہ سجدہ تلاوت (یعنی وہ سجدہ تلاوت جو نماز سے باہر واجب ہوا ہو) فی الفور ادا کرنا واجب ہے حتی کہ اگر بعد میں کسی وقت ادا کر دے تو وہ ادا کرنے والا ہے قضا کرنے والا نہیں۔ (فتاوی عالمگیری)

اس سے معلوم ہوا کہ دورانِ تلاوت اگر کسی وجہ سے سجدہ تلاوت نہیں ہو سکا تو بعد میں سجدہ کرے تو وہ ادا ہی ہوگا قضا نہیں مگر نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھنے سے سجدہ فی الفور ہی کرنا واجب ہے جیسا کہ نماز تراویح میں آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد فوراً سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح فرض نماز میں آیت سجدہ تلاوت کرنے سے سجدہ کرنا ضروری ہوگا۔

قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا مستحب ہے:

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ۔

وہ شخص ہماری کامل طریقہ پر چلنے والا نہیں جو قرآن کریم کو خوش آوازی سے نہ پڑھے۔ (مشکوۃ بحوالہ بخاری)

یعنی قرآن کریم کو اچھی آواز سے پڑھنا چاہیے جیسے صاحب دلیل الخالص رقمطراز ہیں: یَتَغَنَّ یُحَسِّنُ صَوْتَهٗ بِالْقُرْاٰنِ۔ کہ اپنی آواز کو اچھا کرکے پڑھے۔

حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا

زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ۔ (احمد، ابوداؤد، دارمی)

اور قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم قرآن کو اہل عرب کی آوازوں کے مطابق پڑھو۔ اہل عشق اور اہل کتاب کے طریقہ کے مطابق پڑھنے

سے بچو۔ میرے بعد ایک قوم پیدا ہوگی جس کے افراد راگ اور نوحہ کی طرح آواز بنا کر قرآن پڑھیں گے۔ ان کا حال یہ ہوگا کہ قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا (یعنی ان کا پڑھنا قبول نہیں ہوگا) نیز ان کی قراءت سن کر خوش ہونے والوں کے قلوب (دل) فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی ورزین)

صحابی رسول حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قرآن والو! قرآن کریم کو تکیہ نہ بناؤ اور رات و دن میں اس کی تلاوت کرو جیسا کہ تلاوت کا حق ہے اور قرآن مجید کو ظاہر کرو اور خوش آوازی سے پڑھو اور اس کے معنی پر غور وفکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اس کا ثواب جلدی نہ مانگو اس کا بہت ثواب ہے۔

(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ قرآن پر تکیہ لگانا یعنی اس پر سہارا دے کر بیٹھنا یا لیٹنا اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس پر کوئی چیز رکھنا، اس کی طرف پیٹھ کرنا، اس کو روندنا اور پھینکنا یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ (مظاہر حق)

صاحب مراۃ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کو چومنا و سر پر رکھنا مستحب ہے اس سے فال نکالنا حرام ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ)

قرآن کی تاثیر:

مبارک ہیں وہ زبانیں جن کے ذریعہ سے قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور مبارک ہیں وہ آنکھیں جو کلام محبوب حقیقی کے پڑھنے یا سننے سے اشکبار ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ

مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ج ۔۔۔[المائدہ ۵:۸۳]

اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔[الانفال ۸:۲]

صرف وہی سچے ایماندار ہیں کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ کی آیتیں تو یہ بڑھا دیتی ہیں ان کے ایمان کو اور صرف اپنے رب پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۔[بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۷]

اور جب پڑھی جاتی ان پر (آیات) اور وہ منہ کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ق تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط ۔۔۔[الزمر ۳۹:۲۳]

اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں۔ دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اسے (پڑھنے) سے بدن ان کے جو ڈرتے ہیں

اپنے پروردگار سے پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ لا وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ط وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۔[الحدید ۱۶:۵۷]

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لئے کہ جھک جائیں ان کے دل یادالٰہی کے لئے اور اس سچے کلام کے لئے جو اترا ہے اور نہ بن جائیں ان لوگوں کی طرح جنھیں کتاب دی گئی اس سے پہلے پس لمبی مدت گزر گئی ان پر تو سخت ہو گئے ان کے دل اور ایک کثیر تعداد ان میں سے بن گئی۔

قرآن کریم پڑھتے وقت رونا مستحب ہے:

حضرت امام غزالی رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: قرآن پڑھیں اور روئیں یہاں تک کہ اگر آنسو خودبخود جاری نہ ہوں تو کوشش کے ساتھ بہائیں۔

(کیمیاء سعادت)

حضرت امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ جو شخص رونے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کو رونے کی صورت بنالینا چاہیے اور رنج ورقت کا اظہار بھی مناسب ہے۔

امام بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں سعد بن مالک سے مرفوعاً مروی ہے کہ بے شک یہ قرآن رنج وصدمہ کے ساتھ نازل ہوا ہے اس لئے جس وقت تم اس کو پڑھو تو رؤو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنالو۔یعنی رونے کی کوشش کرو۔

مسند میں حدیث آتی ہے کہ تم لوگ قرآن کریم کو رنج والم کے ساتھ پڑھو کیونکہ جو

حزن وملال کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔

اور طبرانی کے نزدیک قراءت اس شخص کی اچھی ہے جو قرآن کریم کو غمناک لہجہ میں پڑھے اور کتاب مہذب کی شرح میں بیان کیا گیا ہے کہ رونے کی قدرت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تہدید (قول وقرار) وعہد و (وعدوں) کی آیتوں کو پڑھتے ہوئے ان پر تامل کرے اور پھر سوچے کہ اس نے ان اُمور میں کس قدر قصور کیا ہے اور اگر ان تہدیدوں کو پڑھتے وقت رونا نہیں آیا تھا تو اسے چاہیے کہ اپنی اس کم نصیبی ہی پر گریہ زاری کرے کہ اس سے یہ موقع کیونکر چھوٹ گیا اور فی الواقع یہ ایک بڑی مصیبت ہے۔(الاتقان ج ا ص ۲۸۹)

یادِ حق میں کلام اللہ کی تلاوت کرے تو اُس وقت رونا ہی تو بڑی نعمت ہے۔مگر رونا بھی اسی کو آتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

چنانچہ حضرت مولانا جلال الدین رومی کیا خوب فرماتے ہیں:

چوں خدا خواہد کہ ما یاری کند
میل مارا جانب زاری کند

جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے تو ہمیں انکساری کی طرف مائل کر دیتا ہے۔

اے خنک چشمیکہ او گریان اوست
وے ہمایوں دل کہ او بریان اوست

مبارک ہے وہ آنکھ جو اس کے لئے روتی ہے اور وہ دل بہت ہی مبارک ہے جو اس کے لئے جل بھن رہا ہے

از پے ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

ہر رونے کے بعد بالآخر ہنسی ہے انجام پر نظر رکھنے والا مبارک انسان ہے۔

ہر کجا آب رواں سبزہ بُود

ہر کجا اشک رواں رحمت شود

جہاں آبِ رواں ہو، سبزہ ہوتا ہے جہاں کہیں اشکِ رواں ہوں رحمت ہوتی ہے۔

باش جوں دولاب نالاں چشم تر

تا ز صحن جانت بر روید خضر

رہٹ کی طرح نالاں اور گریہ والا رہ، تاکہ تیری روح کے صحن سے سبزہ اُگے۔

قرآن شریف کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا چاہئے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر سے مروی ہے کہ حروف کو عمدہ طور پر ادا کرنے اور وقف کو پہچاننے کا نام ترتیل ہے۔ (الاتقان)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ قرآن پاک کی آیات کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے اور فرماتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر وقف فرماتے اور پھر پڑھتے اور فرماتے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور پھر وقف فرماتے تھے اور پھر پڑھتے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور اس پر وقف فرماتے۔ (شمائل ترمذی)

یعنی رسول اللہ ﷺ تلاوت فرماتے وقت اپنی امت کو تعلیم دینے کے لئے ہر آیت پر ٹھہرتے تھے اگرچہ اس آیت میں موصوف کا اپنی صفت سے جدا اور قطع کرنا پایا جاتا تھا۔ اور حضور اکرم ﷺ کی اتباع ہی سب سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

(جمع الوسائل)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام ﷺ جس طرح حلال و

حرام کے احکام رسول اللہ ﷺ سے سیکھا کرتے تھے اسی طرح اوقاف (آیتوں کے آخر پر ٹھہرنے) کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ (جمع الوسائل)

لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا چاہئے اس لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

...وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ [المزمل ۷۳:۴]

اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور ترتیل لغت میں واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کئی چیزوں کی رعایت کرنے کو کہتے ہیں قرآنِ شریف کے پڑھنے میں تاکہ خوب ترتیل حاصل ہو۔

(۱) حرفوں کو صحیح نکالنا، یعنی اپنے مخرج سے نکالنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ پر ظا نہ نکلے۔

(۲) وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام میں بے موقع نہ ہونے پائے اور کلام کی صورت میں متبدل نہ ہو جائے۔

(۳) آواز کو تھوڑا بلند کرنا تاکہ قرآن شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اور دل میں کوئی کیفیت پیدا کریں۔ جیسے ذوق وشوق اور خوف اور دہشت اس واسطے کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے یہی چیزیں مطلوب ہیں۔

(۴) حرکتوں میں اتباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو آپس میں امتیاز دینا تاکہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پائے۔

(۵) اپنی آواز کو اچھا کرنا اس طور سے کہ اس میں دردمندی پائی جائے تاکہ

دل پر جلدی تاثیر کرے اور مطلب حاصل ہو جائے۔ اس واسطے کہ جو مضمون خوش آوازی سے دل تک پہنچتا ہے تو اس سے روح کو لذت ہوتی ہے اور قوی بھی اس کو جلد جذب کر لیتے ہیں اور اس سبب سے روح پر اس کی تاثیر بھی ہوتی ہے اسی واسطے اطباء نے کہا ہے کہ جب کسی دوا کی کیفیت دل کو پہنچانا منظور ہو تو اس دوا کو خوشبو میں ملا کے دینا چاہیئے۔ اس واسطے کہ دل خوشبو کا جاذب ہے یعنی کھینچنے والا ہے سو وہ اس دوا کو خوشبو کے ساتھ جلد ہی کھینچ لے گا اور اسی طرح جس دوا کی کیفیت جگر یعنی کلیجہ کو پہنچانا منظور ہو تو اس کو مٹھائی میں ملا کے دینا چاہیئے کیونکہ جگر مٹھائی کا عاشق ہے سو وہ بھی اس کو کھینچ لے گا۔

(۶) چھٹے تشدید اور مد کا جس جگہ پر ہیں وہاں لحاظ رکھنا اس واسطے کہ شد اور مد کی رعایت کے سبب سے کلام الٰہی میں عظمت اور بزرگی نمودار ہوتی ہے اور تاثیر میں بھی مدد کرتا ہے۔

(۷) اگر قرآن شریف میں کوئی خوف کا مضمون سنے تو وہاں تھوڑا ٹھہر جائے اور حق تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور اگر مضمون کوئی بہتر اپنے مقصد اور مطلب کا سنے تو وہاں بھی ٹھہرے اور اس چیز کو حق تعالیٰ کی درگاہ سے اپنے واسطے طلب کرے اور اگر قرآن شریف میں کوئی دعا یا کوئی ذکر پڑھنے کے واسطے حکم ہو تو وہاں بھی تھوڑا ٹھہرے اور کم از کم دعا یا ذکر کو ایک مرتبہ تو پڑھ لے جیسے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا یعنی اے ربّ زیادہ کر مجھے علم میں۔

یہ سب سات چیزیں ہوئیں جن کی ترتیل میں رعایت کرنا بہتر ضروری ہے اور یہ سب ایک چیز کے واسطے ہیں اور وہی چیز بالذات مقصود ہے وہ تدبر اور فہم ہے یعنی غور کرنا اور پوچھنا قرآن کے مطلب کا اور یہ بات بدوں ان ساتوں چیزوں کے حاصل نہیں ہوتی

ہے نہ پڑھنے والوں کو اور نہ سننے والوں کو بلکہ ان ساتوں چیزوں کی رعایت کے بغیر قرآن کی قراءت شعر خوانی کی طرح بے فائدہ ہو جاتی ہے اور کچھ حاصل اس سے نہیں ہوتا۔

(تفسیر عزیزی اردو پ۲۹ ص۳۱۱)

عبادت میں میانہ روی:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ (بارہ مہینے) روزے رکھتا تھا اور ہر رات کو ایک قرآن مجید پڑھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے خود ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بلا بھیجا اور میں حاضر ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر رات کو قرآن مجید ختم کرتے ہو کیا یہ بات درست ہے؟

میں نے عرض کی: جی ہاں اے اللہ کے نبی (درست ہے) اور میرا مقصد نیکی ہی ہے

آپ ﷺ نے فرمایا: بس تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر مہینے تین روزے رکھ لو۔

میں نے عرض کیا اللہ کے نبی میں اس سے افضل طاقت رکھتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے (رات کا کچھ حصہ اسے بھی دو) اور تمہارے ملنے والوں کا بھی تم پر حق ہے (دن کا کچھ حصہ ان کے لئے بھی رکھو۔ ان کے ساتھ کبھی کھانے پینے کی بھی نوبت آسکتی ہے روزہ ہو تو تم ان کے ساتھ شریک نہ ہو سکو گے اور خود تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے) رات بھر نماز اور تلاوتِ قرآن اور دن بھر روزے رکھو گے تو راحت و آرام وصحت کی رعایت نہ کر سکو گے اس لئے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام والے روزے رکھو۔

میں نے عرض کیا حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کس طرح ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا ''ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید ایک مہینہ میں ختم کیا کرو۔

میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول میں اس سے بہتر طاقت رکھتا ہوں (کچھ اور کم مدت میں ختم کرنے کی اجازت دیجیے)

آپ ﷺ نے فرمایا: چلو بیس (۲۰) دن میں ختم کرلیا کرو۔

میں نے عرض کیا اللہ کے نبی میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا دس (۱۰) روز میں ختم کرلیا کرو۔

میں نے عرض کیا اللہ کے نبی میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بس ایک ہفتہ یعنی سات (۷) روز میں ختم کرلیا کرو اور اس سے زیادہ نہ پڑھو آخر تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے ملنے والوں کا بھی تم پر حق ہے اور خود تمہارے جسم کا بھی حق ہے (ہر ایک کی رعایت کے ساتھ اپنے شب و روز کے معمولات بناؤ۔ (مسلم)

مدت ختم قرآنِ مجید و مقدارِ تلاوت:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ ۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، ابوداؤد)

جس نے قرآن مجید کو تین راتوں سے کم مدت میں پڑھا وہ اس کو نہیں سمجھا۔

مظاہر حق اس کی شرح میں یوں لکھتے ہیں کہ لہذا آج کل جو یہ رسم چل گئی ہے لوگ پورا قرآن ایک دن میں ختم کرنے یا زیادہ تیز پڑھنے کو فخر یا کمال کی بات سمجھتے ہیں یہ نہایت

بُری اور غفلت و نادانی کی بات ہے۔ بعض بزرگوں سے جو زیادہ پڑھنا ثابت ہے تو وہ ان کی کرامت ہے اس بارے میں ان کی پیروی نہ کیجئے۔ (مظاہر حق ج ۲ ص ۳۸۷)

اس سے ثابت ہوا کہ بعض بزرگوں کا تین دن سے کم مدت میں متعدد قرآن مجید ختم کرنا ان کی خصوصیات و کرامات میں سے ہے۔ لہذا عام مسلمانوں کے لئے ایسا کرنا ہرگز درست نہیں کیونکہ قرآنِ مجید کے مفہومات و معانی کا سمجھنا تو درکنار رہا الفاظ حروف وغیرہ کو بھی صحیح نہیں پڑھ سکیں گے اور حضرت امام فرماتے ہیں کہ تلاوت کی مقدار کا بھی لحاظ رکھو۔ ادنی درجہ تو یہ ہے کہ ہر مہینے میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرو اور اعلی درجہ یہ ہے کہ تین دن میں ختم کرلیا کرو تین دن سے کم مدت میں قرآن کریم ختم کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس طرح سمجھ نہیں سکو گے اور بلا سمجھے پڑھنا گستاخی ہے۔ (اسلام ص ۱۹)

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ تم ہر ماہ میں ایک قرآن کریم ختم کرلیا کرو۔

(وہ فرماتے ہیں) کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ میں اس سے زیادہ قرآنِ کریم پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں،

تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ بیس (۲۰) روز میں ختم کرو۔

میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں،

تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ دس (۱۰) روز میں ختم کرو۔

میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں،

تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ہفتہ میں قرآنِ کریم ختم کرو اور اس پر زیادتی نہ کرو۔

یعنی ہفتہ میں ایک ہی مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرو۔ (ریاض الصالحین ص ۸۲)

علامہ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن کریم سات منزلیں کر کے پڑھنے کا بیان ہے۔

مسند احمد سنن ابوداؤ داور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے وظیفے کس طرح کرتے ہیں؟ تو فرمایا! پہلی تین سورتوں کی ایک منزل، ان کے بعد کی پانچ سورتوں کی دوسری منزل، ان کے بعد کی سات سورتوں کی تیسری منزل، ان کے بعد کی نو سورتوں کی چوتھی منزل، ان کے بعد کی گیارہ سورتوں کی پانچویں منزل، ان کے بعد کی تیرہ سورتوں کی چھٹی منزل اور مفصّل یعنی سورہ ق سے لے کر آخر تک کی ساتویں منزل۔ (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۱۰)

منازل قرآن:

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو سات دنوں میں ختم کرنا صحابہ سے ثابت ہے اور اسی لئے قرآن کریم کو سات منازل میں تقسیم کیا گیا ہے اور جن کی تفصیل یہ ہے: پہلی منزل سورۃ فاتحہ تا سورۃ نساء، دوسری منزل سورہ مائدہ تا سورہ توبہ، تیسری منزل سورہ یونس تا سورہ نحل، چوتھی منزل سورہ بنی اسرائیل تا سورۃ فرقان، پانچویں منزل سورہ شعرا تا سورۃ یٰسین، چھٹی منزل سورۃ والصافات تا سورہ حجرات اور ساتویں منزل سورۃ ق تا سورۃ النّاس۔

(تفسیر ابن کثیر ج۷)

ہفتہ میں سات منازل کے اعتبار سے قرآن ختم کرے، یا تیس دنوں میں روزانہ ایک پارہ پڑھ کر قرآن مجید ختم کریں یا چالیس دنوں میں روزانہ پون پارہ پڑھ کر ختم قرآن مجید کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ لا ۔۔۔ [المزمل ۷۳:۲۰]

تو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس مین کوئی تحدید نہیں ہے جتنا سہولت سے ہو سکتا ہے آدمی اتنی قراءت کرے۔

سال میں کتنی مرتبہ قرآن ختم کرے؟

صاحب شرعۃ الاسلام لکھتے ہیں:

وَ يَخْتَتِمُ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَ هُوَ الْمُسْتَحَبُّ وَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْتَتِمُ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَرَّةً وَ خَتَمَ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ مَرَّتَيْنِ۔

اور قرآن کریم چالیس (۴۰) راتوں میں ختم کرے ایسا کرنا مستحب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سال میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم فرماتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا تو اس سال دو قرآن حکیم ختم فرمائے۔

قال الليث فی البستان: ينبغی للقاری ان يختم فی السنة مرتين ان لم يقدر علی الزيادة وروی عن ابی حنيفة انه قال من قرء القرآن فی كل سنة مرتين فقد ادی حقه لان النبی ﷺ عرض علی جبريل فی السنة التی قبض فيها مرتين ۔ (تاریخ القرآن ص۱۹)

امام ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''البستان'' میں فرماتے ہیں قرآن پاک پڑھنے والے کو چاہیے کہ سال میں دو مرتبہ قرآن کریم ختم کرے۔ اگر وہ اسے زیادہ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو ہر سال میں

دومرتبہ قرآن پڑھے تو اس نے قرآن کا حق ادا کرلیا۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے قرآن پاک کو جبرئیل کے سامنے اس سال دومرتبہ پیش کیا تھا جس سال میں آپ کا وصال ہوا تھا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن کریم کے ختم کرنے کی مدتیں مختلف ہیں جیسے قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں مثلاً تین دن، سات دن، دس دن، بیس دن، ایک ماہ، چالیس دن، چار ماہ اور ایک سال وغیرہ۔

قرآن کریم کے ایک ختم سے فارغ ہوتے ہی دوسرا ختم شروع کرنا مسنون ہے۔

چنانچہ حضرت محمد ﷺ جس وقت قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ چکتے تو اَلْحَمْد سے پھر شروع فرماتے اور اس کے پڑھ لینے کے بعد سورہ بقرہ سے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک قرآن پڑھتے اور اس کے بعد ختم قرآن کریم کی دعا فرما کر اٹھتے تھے۔

(الاتقان ج ۱ ص ۳۰۰)

اور ختم قرآن مجید کے موقع پر دعا مانگنا بھی سنت ہے اور اس حدیث کا ثبوت وغیرہ طبرانی کی اس حدیث سے ہوتا ہے جو عرباض بن ساریہ سے مرفوعاً آئی ہے کہ جس شخص نے قرآن کریم ختم کیا اس کے لئے ایک قبول ہونے والی دعا ہے اور شُعَبُ الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے قرآن کریم ختم کرکے خدا کی حمد کی اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا اور اپنے ربّ سے مغفرت مانگی تو بے شک اس نے اچھے موقع پر اپنی بہتری طلب کی۔ (الاتقان)

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ختم قرآن کریم کے وقت گھر والوں کو جمع کرنا مستحب ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم

ختم کرتے تو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور پھر دعا فرماتے:

فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تَنْزِلُ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ۔ (قرطبی ج ۱ ص ۳۱)

کیونکہ قرآنِ کریم کے ختم کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن کریم کے ختم کے وقت اکٹھا ہو جایا کرتے تھے۔ (الاتقان ج ۱ ص ۲۹۸)

مذکورہ روایات سے ثابت ہوا کہ ختم قرآن کریم کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

لہذا تمام گھر والوں کو اکٹھا کرکے خدا تعالیٰ سے دعا مانگنا ذریعہ قرب ونجات ہے۔

امام قرطبی نے تقریباً ۳۸ آدابِ تلاوت قرآن کریم ذکر کیے ہیں۔ طوالت کے خوف سے چھوڑ دیئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے قرطبی ج ۱ ص ۲۷)

صاحبِ مظاہر حق جدید لکھتے ہیں کہ جب قرآن کریم ختم ہونے کو ہو اپنے عزیز واقارب اور محبین، متعلقین کو جمع کیجئے ان کی مجالس میں قرآن کریم ختم کیجیے اور ان سب کو دعا میں شامل کیجیے کیونکہ وہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۳۸۸)

ختمِ قرآن کریم کے بعد دعا کی قبولیت:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے فرض نماز پڑھی اس کے لئے ایک مقبول دعا ہے اور جس نے قرآن کریم ختم کیا اس کے لئے (بھی) ایک مقبول دعا ہے۔

ایک مقبول روایت میں ہے کہ قرآن کریم پڑھنے والے کے لئے ہر ختم پر ایک مقبول دعا ہے۔ اور ہر قرآن کریم کے ختم کرنے کے بعد خصوصیت سے دعا قبول ہوتی ہے۔

لہذا دونوں صورتوں میں دعا مانگنی چاہیے۔

معجم طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا معمول نقل کیا گیا ہے کہ وہ جب قرآنِ مجید ختم کرتے تو اپنے اہل وعیال کو اکٹھا کرتے اور دعا کرتے تھے۔

تلاوت قرآن شریف وختم قرآن شریف کے بعد کی دُعا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِيْنًاوَّ فِي الْاٰخِرَةِ شَافِعًاوَّ فِي الْقَبْرِ مُوْنِسًاوَّ فِي الْقِيَامَةِ صَاحِبًا وَّ عَلَى الصِّرَاطِ نُوْرًاوَّ فِي الْجَنَّةِ رَفِيْقًا وَّ مِنَ النَّارِ سِتْرًا۔ (مظاہر حق)

اے اللہ قرآن کریم کو میرے لئے دنیا میں ہم نشین، آخرت میں شافع، قبر میں غم خوار، قیامت میں ساتھی، پل صراط پر نور، جنت میں رفیق اور آگ سے پردہ بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ختم القرآن کے موقع پر پڑھنے کے لئے یہ دعا سکھائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِخْبَاتَ الْمُخْبِتِيْنَ وَ اِخْلَاصَ الْمُوْمِنِيْنَ وَ مُوَافَقَةَ الْاَبْرَارِ وَ اِسْتِحْقَاقَ حَقَائِقِ الْاِيْمَانِ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَ اَسْبَابَ رَحْمَتِكَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالْخَلَاصَ مِنَ النَّارِ ۔(تفسیر روح البیان)

اے اللہ! میں تجھ سے عاجزی کرنے والوں کا سا خشوع اور یقین کرنے والوں کا اخلاص اور نیکوکاروں کی موافقت اور ایمان کے حقائق کا استحقاق اور ہر نیکی لوٹ اور گناہ سے بچا رہنا اور تیری رحمت اور تیری مغفرت کے اسباب اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔

سورہ الضحیٰ سے سورہ الناس کے خاتمہ تک تکبیر کہنا سنت ہے۔سورۃ والضحی اور اس

کے بعد جتنی سورتیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک ہیں۔ سب کے خاتمے پر تکبیر کہنا مسنون ہے۔تکبیر کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ہر سورہ کے بعد تھوڑا وقفہ کرے پھر اللہ اکبر کہے اور بعض کے نزدیک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔

(تاریخ القرآن)

بعض کے نزدیک یوں تکبیر کہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کہ تہلیل و تکبیر اور تحمید تینوں پڑھی جائیں۔مثلاً فَحَدِّثْ ۔اَللّٰهُ اَكْبَرُ یا یوں پڑھے فَحَدِّثْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

سورۃ الضحٰی کے بعد تکبیر کہنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چند روز تک نزولِ وحی میں تاخیر ہوگئی تھی اس کے بعد یہ سورۃ الضحٰی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرحت ومسرت میں تکبیر کہی اور آج تک لوگوں کا معمول ہے۔(کشف النظر)

امام جزری نے اس کے علاوہ تین اور وجوہات بھی بیان کی ہیں۔سورہ والضحیٰ سے قبل بھی تکبیر پڑھنے کا جواز ہے مگر زیادہ دلائل کی روشنی میں یہی بہتر ہے کہ سورہ والضحیٰ کے اختتام پر تکبیر پڑھے جبکہ ختم القرآن کریم کرے اور سورہ الناس تک پڑھتا جائے۔سورہ الناس کے بعد تکبیر کہہ کر سورہ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیات پڑھ کر پھر ختم قرآن کریم کی دعا کرے۔

فائدہ: ختم کے وقت آخری سورتوں میں تکبیر پڑھنا سنت ہے۔عام ہے کہ وہ ختم (قرآن) نماز میں ہو یا غیر نماز میں اور نماز بھی فرض ہو۔ یا نفل بہر کیف ہر صورت میں تکبیر سنت ہے اور بہتر یہ ہے کہ نماز میں اس تکبیر کو آہستہ کہا جائے۔(کتاب النشر)

زیادہ تفصیل قصیدہ شاطبیہ کی شروح اور کتاب النشر وغیرہ میں ملاحظہ کریں۔

تلاوت قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ضروری ہے کہ ٹھہرنے اور رکنے کے طریقوں کو جانے کہ کہاں وقف کرنا ضروری ہے اور کس طرح وقف کرنا چاہیے۔ وقف کرنے کے بعد کہاں سے شروع کرے تا کہ دورانِ تلاوت کوئی غلطی نہ ہو۔ معرفت موقوف فنِ تجوید کا ایک خاص حصہ ہے اس کے جانے بغیر تو کوئی چارہ نہیں۔

تلاوت قرآن کے مراتب:

(۱) ترتیل یعنی بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا جیسے عام طور پر جلسوں میں پڑھا جاتا ہے۔

(۲) حدر یعنی اتنی جلدی جلدی پڑھنا کہ حروف با آسانی گنے جائیں جیسے عموماً نمازِ تراویح میں پڑھا جاتا ہے۔

(۳) تدویر یعنی ترتیل اور حدر کے درمیان پڑھنا جیسے عام طور پر فرض نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔

(۴) تحقیق اس کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ وکلمات قرآن کے مفاہیم ومطالب پر غور کرتے ہوئے بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا جس سے حروف علیحدہ علیحدہ واضح اور صاف صاف ادا ہوں۔ (احکام تجوید)

قرآنِ کریم کے بارے میں چند احکام ومسائل:

حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْا وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا۔ (مشکوۃ ۱۹۲)

اے قرآن والو! قرآن سے تکیہ نہ کرو اور رات ودن میں پڑھتے رہا کرو جیسا کہ

اس کو پڑھنے کا حق ہے قرآن کو ظاہر کرو اور اسے خوش آوازی کے ساتھ پڑھو۔ جو کچھ اس قرآن میں مذکور ہے۔ اس میں غور وفکر کرو تا کہ تمہارا مطلوب (آخرت) کا حاصل ہو اور اس کا ثواب حاصل کرنے میں جلد بازی نہ کرو (یعنی دنیا میں اس کا اجر حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو) کیونکہ آخرت میں اس کا بڑا ثواب ہے۔

اس حدیث میں چند مسائل واحکامِ قرآن مجید بیان کئے گئے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

لَا تَتَوَسَّدُوْا کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ تم قرآن کریم کی تلاوت و تعلیم سے غفلت ہرگز اختیار نہ کرو بلکہ اس کو پڑھتے رہا کرو اور اس کے احکام کے معانی و مطالب میں غور وفکر اور عمل کرو۔

اس پر حاشیہ میں مرقاۃ کے حوالے سے علامہ ابن حجر کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اس حدیث کی شرح میں قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں:

وَقَدْ اَطْنَبَ ابْنُ حَجَرٍ هُنَا بِذِكْرِ الْفُرُوْعِ الْفِقْهِيَّةِ الْمُتَعَلِّقِ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ تَحْرِيْمِ تَوَسُّدِ الْمُصْحَفِ وَتَحْرِيْمِ مَدِّ الرِّجْلِ وَوَضْعِ الشَّيْءِ فَوْقَهٗ وَاسْتِدْبَارِهٖ وَتَخْطِيَتِهٖ وَتَصْغِيْرِ لَفْظِهٖ وَجَوَازِ تَقْبِيْلِهٖ وَكَرَاهَةِ اَخْذِ الْفَالِ مِنْهُ وَنَقْلِ تَحْرِيْمِهٖ مِنْ بَعْضِ الْمَالِكِيَّةِ وَاَمْثَالِ ذٰلِكَ۔ (حاشیہ مشکوۃ)

ابن حجر نے یہاں قرآن سے متعلق فقہی فروع کا طویل ذکر کیا ہے جیسے قرآن پر تکیہ لگانا حرام ہے (یعنی اس پر سہارا دے کر بیٹھنا یا لیٹنا)، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس پر کوئی چیز رکھنا، قرآن کی طرف پیٹھ کرنا، اسے روندنا اور اس کو پھینکنا یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ اور قرآن کے کسی لفظ کی تصغیر کرنا بھی حرام ہے اور قرآن کریم کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اور اس سے

فال لینا مکروہ ہے، اور بعض مالکیہ سے اس کی حرمت نقل کی گئی ہے اور اس جیسی اور باتیں۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ فرماتے ہیں:

مِنَ التَّعْظِيْمِ اَلَّا يُمَدَّ رِجْلَهٗ۔

قرآن پاک کی تعظیم سے ہے کہ اس کی طرف اپنے پاؤں کو نہ پھیلایا جائے۔

قرآن کریم سے فال نکالنا مکروہ ہے:

لفظ فال کا خیر وشر دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔قرآن سے فال نکالنا مکروہ ہے اور بلکہ بعض مالکیہ سے اس کا حرام ہونا منقول ہے۔

وَيُسْتَعْمَلُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِ۔

قرآن سے فال نکالنا مکروہ ہے کہ فال خیر وشر دونوں میں استعمال کیا جاتا ہے نیز قاموس میں لفظ خیر وبھلائی کے ساتھ خاص ہے مگر کبھی شر (برائی) میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

ممکن ہے قرآنِ مجید سے شر کے معنی میں فال لینا منع ہے جیسے حدیثوں میں آیا ہے

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں اور بہتر تو فال نیک ہی ہے لوگوں نے پوچھا فال کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ اچھا کلمہ ہے جو تم سے کوئی شخص سنے۔(بخاری کتب الطب، باب الفال)

کوئی تم میں سے اچھا کلمہ یا اچھی بات کسی سے سنے۔جیسے کوئی آدمی اپنے گھر سے کسی طلب حاجت کے لئے باہر نکلا تو اس نے کسی شخص سے سنا کہ وہ کسی کو کہتا ہے: (اے کامیاب) یا کہ کوئی بیمار یَا سَالِمُ (اے سلامتی والے) سنے تو نیک فال ہے۔

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص۲۷۴)

صاحب مراۃ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کو چومنا وسر پر رکھنا مستحب ہے اس سے فال

نکالنا حرام ہے۔(مراۃ ج۳ ص۲۷۵)

چونکہ قرآن کریم کے نزول کا مقصد ظاہر و باطن کی اصلاح کرنا ہے اور اصلاح اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ قرآنِ کریم کی تعلیمات پر عمل کیا جائے اس کا پڑھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہی کامیابی ہے۔

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ قرآن کریم سے فال دیکھنے میں ائمہ مذاہب اربعہ کے چار (۴) قول ہیں بعض حنبلیہ مباح کہتے ہیں اور شافعیہ مکروہ تنزیہی اور مالکیہ حرام اور ہمارے علما حنفیہ فرماتے ہیں ناجائز وممنوع ومکروہ تحریمی ہے۔قرآن کریم اس لئے نہ اتارا گیا۔ ہمارا قول مالکیہ کے قریب ہے بلکہ عند التحقیق دونوں کا ایک حاصل ہے۔(یعنی فال قرآن سے دیکھنا حرام ہے)(فتاوٰی افریقہ)

ملّا شمس الدّین محمد شرح مختصر میں فرماتے ہیں:

اَخْذُ الْفَالِ مِنَ الْمُصْحَفِ مَكْرُوْهٌ۔

قرآن کریم سے فال نکالنا مکروہ ہے۔

اور مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے لہٰذا فال دیکھنے سے بچنا ضروری ہے۔

دن ورات میں قرآن پڑھا کرو جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔۔۔ [البقرہ۲:۱۲۱]

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس طرح اس کی تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کرنے کا حق ہے۔

کہ وہ غور وفکر اور تدبیر کے ساتھ صحیح قرآن مجید کو پڑھتے ہیں اور تلاوت کرتے وقت خارج حروف اور صفات حروف کا پورا پورا خیال کرتے ہیں کیونکہ غلط پڑھنے سے ثواب کے بجائے گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

رُبَّ قَارِیءٍ لِلْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ۔ (تیسیر التجوید)

بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر الٹا لعنت کرتا ہے۔

کیونکہ وہ قرآن کریم کو صحیح نہیں پڑھتے اور اس کے حکموں پر عمل بھی نہیں کرتے ہیں

قرآن کے حروف میں تمیز کرنا لازم ہے:

مندرجہ ذیل حروف میں فرق کرنا ضروری ہے:

ط ت، س ص، ذ ز ژ ظ، ا ء ع، ح ہ، ظ ض۔

اگر ان حرفوں میں صحیح طور پر امتیاز نہ کیا تو معنی فاسد ہو جانے کی صورت میں نماز نہیں ہوگی مد۔ غُنّہ۔ اظہار۔ اِخفا۔ امالہ بے موقع پڑھا یا جہاں پڑھنا ہے نہ پڑھا تو نماز ہو جائے گی مگر ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ حق تلاوت میں ان چیزوں کی ادائیگی کا خیال کرنا بھی ضروری ہے۔

وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ۔ کہ تم قرآن کو ایسے پڑھو جیسے پڑھنے کا حق ہے۔

قرآنِ کریم پڑھتے وقت چار باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

اول بات یہ کہ الفاظ کو درست اور صحیح ادا کیا جائے۔

دوسری بات یہ کہ مفہوم اور معانی سمجھنا چاہیے۔

تیسری بات یہ کہ مفہوم ومعانی کا مقصد (تفسیر) سمجھنا چاہئے اور

چوتھی بات یہ کہ جو کچھ پڑھا جائے اس پر عمل کیا جائے۔

نیز جب قرآن کریم پڑھا جائے تو قرآن کریم کا سننا اور خاموش رہنا چاہیے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

[الاعراف ۷:۲۰۴]

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش ہو کر غور سے سنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَافْشُوْہُ۔ کہ قرآن کو ظاہر کرو۔

یعنی قرآن کریم با آواز بلند پڑھو تا کہ دوسرے لوگ سنیں اور انھیں قرآن پڑھنے کا شوق پیدا ہو۔ قرآن کریم دوسرے لوگوں کو پڑھاؤ اور سکھاؤ۔ قرآن کریم کے احکام پر عمل کرو اور اپنی زندگی اسی کے مطابق سنوارو اور قرآن کریم لکھو اور اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرو اور قرآن کریم کی تعظیم کرو۔

وَتَغَنُّوْا۔ قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھو۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھو کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن و جمال کو زیادہ کرتی ہے۔ (دارمی)

وَتَدَبَّرُوْا مَافِیْہِ۔ اور جو قرآن کریم میں مذکور ہے اس میں غور وفکر کرو تا کہ دنیا سے بے رغبتی ہو اور آخرت کی طرف میلان ہو۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

وَلَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَہٗ۔ یعنی تم دنیا ہی میں قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کا بدلہ و ثواب حاصل کرنے میں جلدی نہ کرو۔ اس کا ثواب و بدلہ آخرت میں ملے گا جو دائمی ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھا وہ صدیقین وشہداء وصالحین کے ساتھ لکھ دیا جائے گا اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔(الاتقان)

یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے اس کو ہی ثواب ملتا ہے جو اللہ کی رضا کے لئے پڑھتا ہے۔(الاتقان)

کیونکہ اخلاصِ عمل جانِ عمل ہے۔

بعض مسائل:

مسئلہ: ایک آیت حفظ کرنا (زبانی یاد کرنا) ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور پورے قرآن کریم کا حفظ کرنا فرض کفایہ اور سورہ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورۃ یا اس کی مثل مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک آیت کا حفظ کرنا واجب عین ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: قرآن کریم کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے، نہ پاؤں پھیلائے جائیں، نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں، نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: بقدر ضرورت مسائل فقہ کا جاننا فرض عین ہے اور حاجت سے زائد سیکھنا، حفظ جمیع (سارے) سے مسائل افضل ہے۔

مسئلہ: ساتوں قراءتیں جائز ہیں مگر اولیٰ (بہتر) یہ ہے کہ عوام جس سے ناآشنا ہوں وہ نہ پڑھے کہ اس میں ان کے ذہن کا تحفظ ہے جیسے ہمارے یہاں قراءت امام عاصم بروایت حفص رائج ہے لہذا یہی پڑھے۔(بہار شریعت)

مسئلہ: جب بلند آواز سے پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا کافی ہے اگرچہ اور

اپنے کام میں ہوں۔(فتاوی رضویہ)

مسئلہ: قرآنِ کریم بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جب کسی نمازی یا مریض یا سوئے کو ایذا (تکلیف) نہ پہنچے۔(بہار شریعت)

قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کا حکم:

مسئلہ: قران کریم کے بوسیدہ اوراق کو کیا جائے۔قرآنِ کریم پرانا، بوسیدہ ہو گیا اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لئے لحد بنائی جائے تا کہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔مصحف شریف (قرآن) اگر بوسیدہ ہو جائے تو اس کو جلایا نہ جائے۔(عالمگیری)

مجموعہ فتویٰ میں ہے کہ پرانا قرآن مجید جو بوسیدہ ہو جائے اور اس میں پڑھنے کی صورت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو اس کو ایسے مکان میں دفن کر دیا جائے جس میں وہ محفوظ رہے جیسا کہ دفن کرنے میں مومن کے بدن کی بزرگی ہے ایسی جگہ جس میں محفوظ ہو جب کسی برتن یا تختی پر کوئی قرآن کی آیت یا ذکر لکھا جائے اور پانی وغیرہ سے مٹا دیا جائے اور وہ پانی پی لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اسی بارے میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی اور علما کرام نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ آیات قرآنی اور ذکر لکھتے اور حکم فرماتے کہ پانی بیمار کو پلایا جائے اور یہ دلیل کافی ہے کہ ذکر کے لئے برکت ہے اور وہ پانی جس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا وہ پانی بھی مبارک ہے اس میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر ڈالا گیا حالانکہ وہ بھی

بیمار تھے اور صحابہ کرام ؓ اسی پانی سے برکت حاصل کرتے تھے۔ اور اس کے باوجود وضو مٹی وغیرہ پر فرمایا کرتے تھے اور مجھے کوئی خبر نہیں ملی کہ اس کو مٹی پر اور اس کی مثل کسی چیز پر ڈالنا منع ہو اور میں اسی بارہ میں کچھ نہیں جانتا پھر اگر لکھائی کا نشان مٹادینے کے بعد باقی حروف نظر نہ آئیں تو جنبی پر اس کا چھونا حرام نہیں ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جس کاغذ وغیرہ پر حروف باقی نہ رہیں تو اس کی عزت و تکریم نہیں ہے۔ (مجموعہ الفتاوی)

مظاہر حق جدید میں ہے کہ اس بارہ میں علما کا اختلاف ہے کہ مصحف (قرآن کریم) کے ان پرانے اور بوسیدہ اوراق کا کیا کیا جائے۔ جن سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا ہو۔ یعنی ان میں پڑھنا اور تلاوت کرنا ممکن نہ رہا ہو۔ آیا انھیں جلا دینا بہتر ہے یا دھوڈالنا۔

چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان اوراق کو جلا دینا بہتر ہے کیونکہ جلا دینے کی صورت میں کلام کی ذلت و بے حرمتی کسی بھی صورت میں نہ ہونے کا یقین ہے بخلاف دھونے کے اس کا دھونا زمین پر بہتا ہے اور پیروں کے نیچے پڑتا ہے بعض علما کا قول ہے کہ دھونا اولیٰ ہے اس کا دھوون پاک جگہ میں ڈالا جائے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اس کا پانی پی لیا جائے کیونکہ وہ ہر مرض کی دوا اور سینہ کی علتوں کی شفا ہے۔ (مظاہر حق ج ۲ ص ۴۶۳)

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اگر مصحف کے چند اوراق کو اور بوسیدہ ہوجانے کی بناء پر یا ایسی ہی کسی اور وجہ سے بیکار بنادینے کی ضرورت آپڑے تو ان کو دیوار کی دراڑ یا کسی اور ایسی ہی جگہ میں رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات وہ جگہ سے نکل کر گر پڑتے ہیں اور پامال ہوجاتے ہیں اسی طرح ان اوراق کو پھاڑ ڈالنا بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس فعل میں حروف کو ایک دوسرے سے جدا کرنا اور کلمات کو پراگندہ کرنا لازم آتا ہے اور اس بات سے لکھی ہوئی چیز کی بے حرمتی

ظاہر ہوتی ہے۔

الحلیمی نے ایسا ہی کہا ہے کہ اس کو پانی سے دھوڈالنا مناسب ہے اور اگر آگ میں جلا دے تو کوئی نقصان نہیں اس لئے کہ حضرت عثمان ؓ نے ان مصاحف کو آگ میں جلوادیا تھا جن میں منسوخ آیتیں اور قراءتیں درج تھیں اور ان کی یہ بات کسی نے بری قرار نہیں دی مگر ایک اور عالم نے کہا ہے کہ دھونے سے آگ میں جلا دینا زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس کا دھوون زمین پر ضرور گرتا ہے لیکن قاضی حسین نے اپنی کتاب تعلیق میں مصحف کو آگ میں جلانے کو وثوق کے ساتھ ناجائز بتایا ہے اس لئے کہ یہ بات احترام و تعظیم کے خلاف ہے۔

نووی نے بھی اس کی کراہت کا حکم لگایا ہے۔ احناف کی بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جس وقت مصحف بوسیدہ ہوجائے تو اس کو جلانا نہیں چاہیے بلکہ اسے زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس میں دفن کر دینا چاہیے مگر اس قول کے ماننے میں تامل ہے کہ ایسی حالت میں اس کی پامالی کا اندیشہ قوی ہوتا ہے۔ (الاتقان ج ۲ نوع ۷۶ اُردو)

پامالی کا تب اندیشہ ہوتا ہے جبکہ غیر محفوظ جگہ میں دفن کیا جائے اگر کسی محفوظ جگہ میں اور محفوظ طریقہ سے دفن کیا جائے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

وَ مِنْ حُرْمَتِهٖ اَلَّا يَتَّخِذَ الصَّحِيْفَةَ اِذَا بَلِيَتْ وَ دَرَسَتْ وِقَايَةً لِلْكُتُبِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ جَفَاءٌ عَظِيْمٌ وَلٰكِنْ يَمْحُوْهَا بِالْمَاءِ۔

قرآنِ مجید کے آدابِ عظمت میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن مجید جب اور پرانا ہو جائے اور اس کے حروف مٹ جائیں تو اس کے اوراق کو دوسری کتابوں کے لئے وقایہ (یعنی بطورِ حفاظت کا ذریعہ) نہ بنایا جائے۔ بلاشبہ اس طرح کرنا ظلم عظیم ہے ہاں ان بوسیدہ اوراق

کو پانی سے دھوڈالے۔

علامہ خازمی بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق جو نا قابلِ انتفاع ہوں ان کو جلانے کے بجائے پاک کپڑے میں ملفوف کر کے پاکیزہ جگہ پر لحد کی طرح گڑھے میں دفن کیا جائے۔ اگر لحد کی طرح گڑھا نہ ہوتو پھر اس گڑھے کو مسلمان میت کی قبر کی طرح پتھر یا لکڑی کے تختوں سے مُسَقَّف کر کے مٹی ڈالی جائے یا ان اوراق کو ایسی جگہ میں رکھا جائے جو ہر طرح کی نجاست اور گرد وغبار سے محفوظ و مصئون ہوں۔ (آداب القرآن)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جمع القرآن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا: **وَاَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ۔**

(مشکوۃ کتاب فضائل قرآن فصل تیسری)

ان مصاحف کے علاوہ ہر اس صحیفے یا مصحف کو جلا دیا جائے جس میں قرآن لکھا ہوا ہے۔ ابن حجر فرماتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل (بوسیدہ قرآن کو) جلانے کو ترجیح دیتا ہے انکے جلانے کا مقصد مکمل طور پر حفاظت کیلئے تھا اس میں تحقیر وتوہین کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ (مرقاۃ)

قبرستان میں قبر سی بنا کر دفن کر دینا بہتر ہے اور اگر جلا دیا جائے تو عند الضرورت جائز ہے۔

آیاتِ قرآنی کو در و دیوار پر لکھنے کی ممانعت:

وَمِنْ حُرْمَتِهٖ اَلَّا یُکْتَبَ عَلَی الْاَرْضِ وَلَا عَلٰی حَائِطٍ کَمَا یُفْعَلُ بِهٖ فِی الْمَسَاجِدِ الْمُحْدَثَةِ۔ (تفسیر قرطبی)

اور قرآن کریم کے آداب عظمت میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی آیات کو زمین پر یا

دیوار پر نہ لکھا جائے جس طرح آج کل مساجد میں لکھنے کا رواج ہے۔

قرآن مجید کو در ودیوار پر لکھنا یا برتن اور لباس وغیرہ کو اس سے مزین کرنا (خواہ تبرک ہی کے خیال سے کیوں نہ ہو) مکروہ ہے۔

چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

وَلَا یَنْبَغِی الْکِتَابَةُ عَلٰی جُدْرَانِهٖ اَیْ خَوْفًا مِنْ اَنْ تَسْقُطَ وَتُوْطَا۔

دیواروں پر قرآن کی آیات کا لکھنا مناسب نہیں ہے ان آیات کے گرنے اور روندے جانے کے ڈر سے۔

بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ میں علامہ خازمی فرماتے ہیں:

وَکُرِهَ کِتَابَةٌ عَلَی الْحِیْطَانِ وَ الرُّخَامِ وَالْاَرْضِ مَکَانَ النُّقُوْشِ لِمَظَانِ السُّقُوْطِ تَحْتَ الْاَقْدَامِ۔

در ودیوار سنگِ مرمر اور زمین پر آیات قرآنی کا لکھنا مکروہ ہے کہ وہ آیات نوشتہ مبادا گر کر پاؤں کے نیچے روندی جائیں۔

علامہ شیخ عبدالغنی نابلسی طریقہ محمدیہ کی شرح الحدیقۃ الندیہ میں لکھتے ہیں کہ در ودیوار اور زمین پر آیاتِ قرآنی کا لکھنا زیب وزینت وزیبائش کے خیال سے مکروہ ہے اس میں قرآن کی توہین ہے۔

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ دیواروں اور محرابوں پر آیات قرآنی کا لکھنا مستحسن نہیں کیونکہ پاؤں کے نیچے روندے جانے کا احتمال وامکان ہے۔ (اس بے حرمتی کے پیشِ نظر اجتناب کرنا چاہیے) آیاتِ قرآنی اور اسماء الٰہی کے کتبے جلی حروف میں لکھ کر اگر تذکیر ونصیحت کے خیال سے مکان میں آویزاں کئے جائیں تو بہتر ہے اور اگر محض زینت وزیبائش مقصود

ہوتو پھر مکروہ ہے۔(آداب القرآن)

آج کل یہ عام رواج ہو چکا ہے کہ اخبار، خطوط اور دیگر سیاسی کتب ورسائل وغیرہ میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو لکھ دیا جاتا ہے نیز بعض عام وقتی اشتہارات میں بھی اسماء مبارکہ کے لکھنے کا رواج پڑ گیا ہے جو کہ بے ادبی اور بے حرمتی کا باعث ہے کہ ان چیزوں کا احترام بالکل نہیں کیا جاتا۔لوگ پڑھ کر ردی کاغذوں میں ڈال دیتے ہیں لہذا بچنا چاہیے۔

باب ہفتم ...... مراتبِ تعلیمات قرآن مجید

حقوق القرآن:

قرآن مجید کے بندوں پر بہت سے حقوق ہیں جن کو ادا کرنا نجات اُخروی کے لئے ضروری ہے:

(۱) قرآن مجید پر ایمان لانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے۔

(۲) قرآن کریم کی تعظیم اور تکریم کرنا۔

(۳) بکثرت تلاوت قرآن حکیم کرنا۔

(۴) قرآن کی سمجھ حاصل کرنا۔

(۵) دعوت قرآن کو لوگوں تک پہنچانا۔

(۶) احکام قرآن مجید پر عمل کرنا۔

اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حقوق قرآن ادا کرنے کی توفیق دے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا تِلَاوَةَ كِتَابِكَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ وَفَهْمَهٗ حَقَّ فَهْمِهٖ وَالْعَمَلَ بِهٖ حَقَّ الْعَمَلِ وَخِدْمَةَ الدَّعْوَةِ اِلَيْهِ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔(علوم القرآن)

اے اللہ! ہمیں اپنی کتاب کی تلاوت کی توفیق عطا فرما جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔اے اللہ! ہمیں اس کتاب کی سمجھ عطا فرما جیسا اس کے سمجھنے کا حق ہے۔اے اللہ! اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، جیسا کہ عمل کرنے کا حق ہے۔اے اللہ! اس کی طرف خدمت کی دعوت کی توفیق عطا فرما جیسا تو پسند کرے اور تو راضی ہو۔

تعلیمات قرآن کریم کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ:

تلاوتِ آیات (قرآن مجید کی تلاوت کرنا)، ناظرہ پڑھنا، حفظ کرنا پھر اس کی بار بار تلاوت کرنا تا کہ قرآن کریم بھول نہ جائے اور تعلیمات قرآن عزیز کا یہ پہلا درجہ ہے۔

دوسرا درجہ:

تعلیم قرآن کا فہم قرآن مجید ہے کہ قرآن عزیز کا ترجمہ وتفسیر سیکھنا اور پڑھنا ضروری ہے تا کہ ارشادات خداوندی کا علم ہو۔خیال رہے کہ جس طرح قرآن کریم ناظرہ پڑھنے اور حفظ کرنے کے لئے استاد کی ضرورت ہے۔اسی طرح قرآن سے پڑھنا لازمی

ہے۔تا کہ فہم قرآن کی دولت حاصل ہو۔

تیسرا درجہ:

قرآن کریم کی تعلیم کا احکام قرآن پر عمل کرنا ہے اور یہی اس کتاب مقدس کے پڑھنے پڑھانے کا اعلیٰ ترین مقصد ہے اسلامی زندگی وہی ہے جو قرآن کریم کے مطابق گزرے اور دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی بھی اسی میں ہے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

تلاوتِ آیات:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تلاوتِ آیات کا حکم دیا اور وحی کا آغاز ہی تلاوتِ قرآن سے ہوا۔

(۱) اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۔[العلق ۹۶:۱]

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔

(۲) وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ کِتَابِ رَبِّکَ ج...۔[الکہف ۱۸:۲۷]

آپ تلاوت کریں جو آپ کے رب کی کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی۔

(۳) وَاَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ ج...۔[النمل ۲۷:۹۲]

اور (مجھے حکم دیا گیا ہے) کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔

(۴) ...وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ۔[المزمل ۷۳:۴]

اور خوب ٹھہر ٹھہر کر (قرآن) پڑھو۔

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے مطابق رسول اکرم ﷺ قرآن کریم کی خوب

تلاوت فرماتے رہے۔مکی و مدنی زندگی میں ہر موقع پر قرآن کریم کی آیات کو تلاوت فرمایا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کی شان میں فرماتا ہے:

...یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ...۔[ال عمران ۳:۱۶۴]

وہ ان پر اس کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں۔

تلاوتِ آیات قرآنیہ رسول اکرم ﷺ کی صفتوں میں سے ایک عظیم الشان صفت ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں دعائے ابراہیمی کے علاوہ تین مقامات پر کیا گیا ہے مثلاً سورہ بقرہ، سورہ آلِ عمران اور سورہ جمعہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے چاہا کہ خدمت اسلام میں وہ کام کریں جو سخت مشکل ہو مسلمانوں نے بتایا کہ سب سے مشکل کام قریش کو قرآن سنانا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ دھن کے پکے تھے قریش کے مجمع میں پہنچے اور تلاوتِ قرآن شروع کر دی۔تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو ان کا سارا بدن لہولہان تھا اور زخموں نے چہرہ کو بے پہچان بنا دیا تھا اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو آیاتِ قرآنیہ پڑھ کر سنانا کتنا مشکل کام تھا اور نبی کریم ﷺ روز اسی کام میں لگے رہتے تھے۔آبادی مکہ کے اندر ہر ایک مجمع میں پہنچتے تھے اور قرآن سناتے تھے۔ہر شخص کو تنہائی میں ملتے اور اُسے پیام الٰہی پہنچاتے تھے۔آبادی سے باہر بھی جتنے رستے آنے جانے والوں کے تھے ان سب پر دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں حضور ﷺ جا پہنچتے تھے اور قرآن کی تلاوت سے آنے جانے والوں کے کانوں میں حکم الٰہی ڈالتے تھے۔(رحمۃ للعلمین ج ۳ ص ۵)

یعنی تلاوتِ قرآن کریم فرماتے تھے اور آیات قرآنیہ سناتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

...يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ج... ۔[القصص ۲۸:۵۹]

وہ ان پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتے ہیں۔

تلاوت آیات سے مراد قرآن کریم پڑھ کر سنانا ہے۔

فہم القرآن کی ضرورت:

قرآن کریم پڑھنے اور حفظ کرنے کے بعد فہم قرآن ضروری ہے اور فہم قرآن کو تعلیم کتاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کو سکھا دیا تھا جس کا ذکر سورہ رحمن میں ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۔عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔[الرحمن ۵۵:۲-۱]

رحمن نے، (رسول کو کل علم والا یہ) قرآن تعلیم فرمایا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو قرآن کی تفسیر وتشریح بھی سکھا دی تھی تا کہ اُمت کو سمجھانے میں آسانی ہو اور اسی لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔[القیمہ ۷۵:۱۹]

پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

یعنی جس طرح قرآن کریم کا پڑھا دینا اور سینہ مبارک میں محفوظ کر دینا ہمارے ذمہ ہے اسی طرح قرآن مجید کے مطالب ومعانی اور تفسیر وتشریح کا بیان کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

اَیْ بَعْدَ حِفْظِهٖ وَتِلَاوَتِهٖ نُبَيِّنُهٗ لَكَ وَنُوَضِّحُهٗ وَنُلْهِمُكَ مَعْنَاهُ عَلٰى مَا اَرَدْنَا وَشَرَعْنَا۔

یعنی اس کے حفظ کرانے تلاوت کرانے کے بعد تجھے اس کے مطالب تبین وتوضیح کے ساتھ سمجھا دیں گے تا کہ ہماری اصلی مراد اور صاف شریعت سے تو آپ آگاہ ہو جائیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم کی تفسیر سکھا دی تھی کیونکہ کتاب سمجھنا اور سمجھانا ضروری ہوتا ہے۔

نزول قرآن کا مقصد فہم قرآن ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

...وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۔ [النحل ۱۶:۴۴]

اور ہم نے نازل کیا آپ پر ذکر تا کہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کے لئے (اس ذکر کو جو) نازل کیا گیا ہے اُن کی طرف تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

یعنی قرآن کریم کے معنی بیان کرو اور لوگوں کو اس کی تفسیر سمجھا دو۔ اس فرمان عالی شان کے مطابق رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں:

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۔

[البقرہ ۲:۱۵۱]

اور وہ تمھیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں اور تمھیں وہ سکھاتے ہیں جو تم نہ جانتے تھے۔

قرآن کریم میں تدبر کرنے کی تاکید:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ ...۔[ص ۳۸:۲۹]

یہ کتاب ہے جو ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف بڑی برکت والی تا کہ وہ تدبر

کریں اس کی آیتوں میں۔

اس آیت میں حق تعالیٰ سے قرآن کریم میں غور وفکر اور تدبر کرنے کی ترغیب دی ہے اور تدبر سے مراد اس کے اسرار و معنی سمجھنا ہے۔

لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے؟

چنانچہ رب کائنات اپنے بندوں کو قرآن میں تدبر کرنے کی ترغیب فرماتا ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ط وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۔[النساء ۴:۸۲]

تو کیا وہ غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۔ [محمد ۴۷:۲۴]

تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

کتاب اللہ سے ناواقف:

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۔
[البقرہ ۲:۷۸]

اور بعض ان میں سے ان پڑھ ہیں کہ اپنے خیالات باطل کے سوا کتاب سے واقف نہیں وہ صرف گمان سے کام لیتے ہیں۔

اس آیت میں قرآن مجید سے ناواقف اور جاہل رہنے کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ جو لوگ کتاب سے ناواقف ہیں وہ من گھڑت باتوں کی پیروی کرتے ہین اور کتاب ربانی سے جاہل ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھتے وقت اس کے معنی کا سمجھنا اور اس کے مطالب پر غور وفکر کرنا سنت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم پڑھنے کا بہترین مقصد اور سب سے اعلی مدّعا یہی ہے کہ اس سے دل میں نور اور قلب میں سرور پیدا ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فہم القرآن:

حضرت عبداللہ بن حبیب ابوعبدالرحمن رحمہ اللہ (مشہور تابعی) بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے مثلاً حضرت عثمان بن عفان، عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھوں نے ہمیں بتایا کہ جب وہ رسول اکرم ﷺ سے دس آیات پڑھ لیتے تو اس وقت تک ان سے آگے نہ بڑھتے جب تک ان آیات کے معانی سے آگاہ نہ ہو جاتے۔ اس طرح انھوں نے حضور اکرم ﷺ سے قرآن کریم کے ساتھ ساتھ علم وعمل بھی سیکھ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک سورہ کے حفظ کرنے میں کافی مدت صرف کر دیا کرتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مؤطا (مؤطا مالک ص ۷۱) میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ حفظ کرنے پر آٹھ سال صرف کئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات نے آمادہ کیا تھا:

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ ...۔[ص ۳۸:۲۹]

ہم نے بابرکت کتاب کو آپ ﷺ پر نازل کیا تاکہ اس کی آیات میں غور وفکر کریں۔

اس آیت میں تدبر کی تلقین کی گئی ہے معانی کو سمجھے بغیر تدبر کا کوئی امکان نہیں۔

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ کو بارہ سال کی مدت میں پڑھا تھا اور جب سورہ بقرہ کو ختم کیا تو ایک اونٹ ذبح کیا تھا۔ (تفسیر القرطبی)

یعنی بطور شکرانہ اونٹ ذبح کیا اور خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔

ان دلائل وشواہد سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر کا جاننا ضروری ہے تاکہ کتاب اللہ کی آیات میں غور فکر اور تدبر ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا مفہوم سمجھ آسکے۔ نیز عمل کرنے میں آسانی ہو اور اسی کا نام فہم القرآن ہے۔ بالعموم پورے قرآن مجید کو سمجھنا چاہیے اور سارے قرآن کا ترجمہ وتفسیر پڑھ لینا چاہیے۔ کیونکہ ہر آیت رب کائنات کا فرمان ہے اور ہر آیت میں لاتعداد اسرار ورموز ہیں مگر بالخصوص جس حصے کا احکام سے تعلق ہے اس کا سیکھنا اور سمجھنا تو زیادہ ضروری ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

کہ قرآن کریم میں جو آیات احکام کے متعلق ہیں ان کا جاننا شرط ہے تمام قرآن کا جاننا اور اس کا حفظ کرنا ضروری نہیں ہے۔ (عقد الجید)

مَبادی قرآن:

جاننا چاہئے کہ مطالب قرآن کو سمجھنے کے لئے مبادی قرآن کا جاننا ضروری ہے۔ اور مبادی قرآن سے مراد علم صرف، علم نحو، علم بلاغت، ناسخ ومنسوخ، اصول فقہ اور اصول تفسیر وغیرہ ہیں کہ بقدر ضرورت ان کا حصول لازم ہے۔ ان کے جانے بغیر فہم القرآن کی لازوال دولت حاصل نہیں ہوسکتی۔

ذکر العلمین:

اللہ تعالیٰ اپنی شان میں فرماتا ہے رب العلمین اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم

حضرت محمد ﷺ کی شان میں فرماتا ہے رحمۃ للعلمین اور خانہ کعبہ کے بارے میں فرماتا ہے ہدًی للعلمین اور اپنی کتاب عزیز کی شان میں فرماتا ہے ذکر للعلمین۔ جب یہ کتاب عزیز سب کے لئے نصیحت ہے تو اس کی پیروی بھی فرض ہے اور اتباع قرآن میں اتباع سنت رسول ﷺ داخل ہے کیونکہ جس طرح سنت رسول کے بغیر فہم القرآن ناممکن ہے اسی طرح اتباع قرآن، اتباع سنت رسول کے بغیر مشکل ومحال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع اتباعِ قرآن ہے اور اتباع قرآن، اتباع رسول ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی پیروی کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ لہذا دونوں اتباع کے اعتبار سے برابر ہیں۔

اتباع قرآن مجید کی تاکید:

قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور ترجمہ وتفسیر سمجھنے کا مقصد احکام قرآن کی اتباع اور پیروی کرنا ہے بلکہ نزولِ قرآن کا مقصد ہی یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ...۔[آل عمران ۳:۱۰۳]

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ (احکام قران کی اتباع کرو)

(۲) اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ج ...۔[الانعام ۶:۱۰۶]

اے حبیب آپ ﷺ پیروی کریں اس کتاب کی جو آپ ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے رب کی طرف سے اس آیت میں صاحب قرآن کو پیروی کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے اور امت کا ہر فرد اس حکم میں داخل ہے۔

نیز رب کائنات فرماتا ہے:

(۳) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ج ۔۔۔۔[الزخرف ۴۳:۴۳]

توآپ اُسے مضبوطی سے تھامے رہیں جو آپ ﷺ کی طرف وحی کی گئی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

(۴) وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ج وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ۔

[الزخرف ۴۳:۴۴]

اور بے شک یہ بڑا شرف ہے آپ ﷺ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے اور (اے لوگو! اس کے متعلق) تم سے سوال کیا جائے گا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(۵) وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔[الانعام ۶:۱۵۵]

اور یہ کتاب ہم نے اتاری ہے جو برکت والی ہے تم اس کی پیروی کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔

معلوم ہوا قابلِ رحم وہ لوگ ہیں جو اس مبارک کتاب کی پیروی کرتے ہیں اور اس کو اپنی پوری زندگی کا دستور العمل بناتے ہیں۔

گرتو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

۶) اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔[الاعراف ۷:۳]

اے لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اترا اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ اور بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

(۷) وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔[الزمر ۳۹:۵۵]

اور اس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی تمہارے رب سے تمہاری طرف اتاری گئی قبل اس کے کہ عذاب تم پر اچانک آجائے اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(۸) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ۔۔۔۔[بنی اسرائیل ۱۷:۹]

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

(۹) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔۔۔۔

[بنی اسرائیل ۱۷:۸۲]

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

(۱۰) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ لا وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔[یونس ۱۰:۵۷]

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔

قرآن کریم اعتقادی عملی وغیرہ بیماریوں کا علاج ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنے میں دنیا و دین کی کامیابی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کی کتاب کا علم حاصل کیا پھر اس میں جو کچھ ہے اس کی پیروی کی اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں گمراہی سے بچالے گا اور ہدایت پر قائم رکھے گا اور قیامت کے روز اسے برے حساب سے بچالے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ کی کتاب کی پیروی کی وہ دنیا میں گمراہ نہ ہوگا اور آخرت میں

برے انجام سے دو چار نہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی:

...فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۔[طٰہٰ ۲۰:۱۲۳]

کہ جس نے میری کتاب کی پیروی کی وہ گمراہ اور بد بخت نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی دولت و سعادت دین و شریعت کی متابعت میں ہے۔ غرضیکہ قرآن مجید پڑھنے کا مقصد اس کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ قرآن مجید سے غافل قیامت کے روز نامراد ہوں گے جس کا ذکر قرآن پاک میں بار بار آیا ہے۔

ظالم فرطِ ندامت سے ہاتھوں کو کاٹے گا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۔ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ط وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۔[الفرقان ۲۵:۲۷ تا ۳۰]

اور اس روز ظالم (فرطِ ندامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو (اور) کہے گا کاش میں نے اختیار کیا ہوتا (رسول مکرم) کی معیت میں (نجات کا) راستہ ہائے افسوس، کاش! نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو اپنا دوست واقعی اس نے بہکا دیا مجھے اس قرآن سے اس کے میرے پاس جانے کے بعد اور شیطان تو ہمیشہ سے انسان کو (مشکل کے وقت) بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے۔ اور رسول ﷺ عرض کریں گے اے میرے رب بلاشبہ میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ (جمال القرآن)

معلوم ہوا کتاب و سنت کو نہ ماننے والے اور ان کی پیروی نہ کرنے والے قیامت کے دن ندامت کی وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹیں گے اور افسوس کریں گے کہ کاش ہم رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اختیار کرتے اور قرآن پر عمل کرتے۔

قرآن کریم سے اعراض کرنے والوں کا حشر:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۔ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ج وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۔[طٰہٰ ۲۰:۱۲۴ تا ۱۲۶]

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کے لئے زندگی (کا جامہ) تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے اٹھائیں گے قیامت کے دن اندھا کر کے وہ کہے گا اے میرے رب کیوں اٹھایا ہے تو نے مجھے نابینا کر کے میں تو (پہلے بالکل) بینا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس طرح آئی تھیں تیرے پاس میری آیتیں سو تو نے انھیں بھلا دیا تھا۔ اس طرح آج تجھے فراموش کر دیا جائے گا۔ (یعنی جو نہ تو قرآن پر ایمان لائے اور نہ اس کے احکام پر عمل کرے اس کی دنیا و آخرت برباد ہوگئی۔)

بد اعمال لوگوں کی مثال گدھے کی سی ہے:

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔[الجمعہ ۶۲:۵]

ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انھوں نے اس کی حکم برداری نہ کی۔ گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔(کنزالایمان)

(یعنی جس طرح گدھے پر کتابیں ہوں) اور بوجھ کے سوا ان سے کچھ بھی نفع نہ پائے اور جو علوم ان میں ہیں ان سے اصلاً واقف نہ ہو یہی حال ان یہود کا ہے جو توریت اٹھائے پھرتے ہیں اس کے الفاظ رٹتے ہیں اور اس سے نفع نہیں اٹھاتے اس کے مطابق عمل نہیں کرتے اور یہی مثال ان لوگوں پر صادق آتی ہے جو قرآن کریم کے معانی کو نہ سمجھیں اور اس پر عمل نہ کریں اور اس سے اعراض کریں۔(خزائن وغیرہ)

یہود کی بدعملی اور بے ایمانی یہ تھی کہ ایک تو حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لاتے تھے اور جو تورات میں لکھی گئی حضور ﷺ کی نعت وصفت ہوتی تھی تو وہ اس کو بدل دیتے اور یا لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ نیز تورات کے جو احکام تھے وہ ان پر عمل بھی نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے قرآن کریم کے دوسرے مقام پر ارشاد ہے تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے۔

پس پشت ڈالنے سے مراد احکام تورات پر عمل نہ کرنا ہے آج کل اکثر مسلمانوں نے قرآن کریم تو خود بھی پڑھنا چھوڑ دیا اور نہ اپنی اولاد کو پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں جو پڑھتے ہیں وہ بھی جلد بھلا دیتے ہیں۔ بعض غلط پڑھتے مگر اصلاح و درستگی کا ذرہ خیال نہیں کرتے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

گرتو قرآن بدیں غلط خوانی   ببری رونق مسلمانی

اگر تو قرآن اس طریقہ سے پڑھے گا تو مسلمانی کی رونق ہی ختم کردے گا۔

بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں معنی و احکام کو جانتے ہیں مگر اس پر عمل پھر بھی نہیں کرتے ہیں۔

حلف القرآن: حضرت مولانا محمد امجد علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں تغلیظ (سختی کرنا) یا حلف (قسم) کی ایک صورت بہت زیادہ مشہور ہے کہ قرآن مجید ہاتھ میں دے کر کچھ الفاظ کہلواتے ہیں۔ مثلاً اسی قرآن کی مار پڑے، ایمان پر خاتمہ نصیب نہ ہو، خدا کا دیدار نصیب نہ ہو وغیرہ وغیرہ تو یہ سب باتیں خلافِ شرع ہیں۔ قرآن مجید ہاتھ میں اُٹھانا حلف (قسم) شرعی نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۱۳ ص ۲۹)

معلوم ہوا قرآن اٹھوانا اور اُٹھانا خلاف شرع ہے۔ نیز یہ ایک نئی بات ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے اور غلط الفاظ کہنے بھی ناجائز ہیں۔

قرآن کریم کی فریاد اور اس کا احتجاج

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں		آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں		دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے		اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے		خوشبوؤں میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو		کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں		اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لئے		تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے		ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں

دل سوز سے خالی رہتے ہیں		آنکھیں ہیں کہ نم ہوتیں ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں		پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے		سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں		سو بار رلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے		قانوں پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے تنگ کرتے ہیں		ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں		کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں		مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

(قرآن نمبر ا ص ۲۴۰)

باب ہشتم....... حاملین قرآن کی فضیلت

قرآن مجید رب کریم کا وہ کلامِ مقدس ہے جس کی بزرگی تمام مخلوق کے کلاموں پر ایسی ہے جیسی رب تعالیٰ کی برتری ساری مخلوقات پر ہے۔ اسلئے اس قرآن پاک کے پڑھنے اور پڑھانے والے دوسروں سے افضل ہیں۔ جب قرآن پاک کی جلد اور اس کا غلاف قابلِ احترام ہیں تو پھر معلمین قرآن پاک کیوں نہ قابلِ تعظیم وتکریم ہوں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ۔

کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو خود قرآن حکیم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

اس حدیث میں قرآن حکیم سیکھنے وسکھانے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور کلمہ ''مَنْ'' عام ہے کہ اس فضیلت کا تعلق کسی خاندانی شرافت سے نہیں ہے بلکہ جو بھی جس خاندان کا فرد یہ دولت حاصل کرے گا وہ عزت والا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ۔

کہ میری امت کے بزرگ ترین لوگ قرآن کو پڑھنے پڑھانے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں اور قرآن والے اور رات کو تلاوت کرنے والے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَکْرِمُوْا حَمَلَۃَ الْقُرْاٰنِ فَمَنْ اَکْرَمَھُمْ فَقَدْ اَکْرَمَنِیْ۔

کہ تم قرآن کے حاملین کی عزت کیا کرو تو جس نے ان کی عزت کی تو بے شک اس نے میری عزت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَھْلُ الْقُرْاٰنِ اَھْلُ اللہِ۔

کہ قرآن عزیز (پڑھنے، پڑھانے) والے اللہ والے ہیں۔

حضرت ابن امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حَامِلُ الْقُرْاٰنِ حَامِلُ رَایَۃِ الْاِسْلَامِ وَمَنْ اَکْرَمَہٗ فَقَدْ اَکْرَمَ اللہَ وَمَنْ اَھَانَہٗ عَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللہِ۔

کہ قرآن مجید کا حامل اسلام کا پرچم اٹھانے والا ہے اور جس نے اس کی عزت کی تو بلاشبہ اس نے اللہ کی تعظیم کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے کو قرآن نہ جاننے والے پر ایسی فضیلت ہے جیسی رب رحیم اور خالق کائنات کو ساری مخلوقات پر برتری ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا مَاتَ حَامِلُ الْقُرْاٰنِ اَوْحَی اللّٰهُ اِلَی الْاَرْضِ اَنْ لَّا تَاْكُلَ لَحْمَهٗ قَالَتْ اِلٰهِیْ كَیْفَ اٰكُلُ لَحْمَهٗ وَ كَلَامُكَ فِیْ جَوْفِهٖ۔

جب قرآن کا حامل مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم فرماتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا۔ زمین عرض کرتی ہے اے میرے معبود! میں کیسے اس کا گوشت کھاؤں جس کے پیٹ (سینہ) میں تیرا کلام ہو۔

حضرت امام ابوعبداللہ بن احمد انصاری قرطبی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں فرماتے ہیں:

وَاِنَّ الْاَرْضَ لَا تَاْكُلُ الْاَنْبِیَاءَ وَالشُّهَدَاءَ وَ الْعُلَمَاءَ وَ الْمُؤَذِّنِیْنَ وَ الْمُتَّقِیْنَ وَ حَمَلَةَ الْقُرْاٰنِ۔

اور بے شک نبیوں، شہیدوں، علما ربانی، ثواب کی خاطر اذانیں دینے والوں، پرہیزگاروں اور حاملین قرآن کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔

کہ ان کے اجسام مبارکہ محفوظ رہتے ہیں اور ان ہی میں سے حاملین قرآن بھی ہیں جن کے بدن قبروں میں محفوظ ہوتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری امت سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کا احترام واکرام نہ کرے اور چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے علما کو قدر ومنزلت

سے نہ پہچانے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور اچھی بات کا (طاقت کے باوجود) حکم نہیں کرتا اور برائی سے نہیں روکتا وہ ہم سے نہیں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ من جملہ اللہ سُبْحَانَهٗ کی تعظیم سے ہے بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا اور قرآن کریم پڑھنے والے کی تعظیم کرنا جو اس میں غُلو نہیں کرتا اور عادل (مسلمان) بادشاہ کی عزت کرتا ہے۔

اس حدیث میں جن کی عزت کرنے کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے شمار کیا گیا ہے ان میں قرآن کریم پڑھنے پڑھانے والا ہے۔

علماء ربانی کی شان:

حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم دین تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاكُمْ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَ اَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرَضِیْنَ حَتَّی النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَ حَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ۔ (رواہ الترمذی، ابواب العلم)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت اس شخص پر جو تم میں سے ادنیٰ درجہ کا ہو۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اس شخص کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی (علم دین) سکھاتا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

...وَ اِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ حَتَّى الْحِيْتَانُ فِي الْمَاءِ ، وَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ ، اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ ، اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا ، اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ ، فَمَنْ اَخَذَ بِهٖ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ۔

اور بے شک عالم کے لئے ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر ہے (فرشتے) اور جو زمین کے اوپر ہے (انسان، جن) اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت رکھتا ہے جیسے چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔ اور عالم انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء وراثت میں دینارو درہم نہیں چھوڑ گئے۔ ان کا ورثہ علم ہے لہذا جس نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔

عالم دین کی تعریف:

مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان نے کسی دریافت کرنے والے سے فرمایا: معلوم ہوا کہ علم دین اور عالم دین باعمل کی بڑی شان ہے کیونکہ یہ تو حَمَلَۃُ القرآن ہیں۔

عرض: عالم کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد: عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔ (ملفوضات اعلیٰ حضرت حصّہ اول)

فتاوی افریقہ میں ہے کہ علم فقہ اس کی اپنی ضروریات کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہل سنت سے پورا واقف کفر واسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب جاننے والا ہو۔

مظاہر حق میں ہے کہ عالم سے مراد وہ شخص ہے جو تحصیل علم کے بعد عبادات ضروریہ فرائض، واجبات اور سنن و مستحبات پر اکتفا کر کے ایسے واقعات کا بقیہ درس تدریس میں مشغول رکھتا ہے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے وہ بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ وَ الشُّهَدَاءِ الْمُعَلِّمُوْنَ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ بُقْعَةٍ بَعْدَ الْمَسَاجِدِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْبُقْعَةِ الَّتِيْ يُتْلٰى فِيْهَا الْكِتَابُ ۔ (بستان العارفین ص ۴۱۶)

تمام بندوں سے پیارہ بندہ اللہ کے نزدیک نبیوں اور شہیدوں کے بعد (علم دین) سکھانے والا ہے اور مساجد کے بعد زمین کا کوئی خطہ وجگہ اس قدر پیاری نہیں جس قدر وہ جگہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے بیٹے کو قرآن سکھایا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن تین جوڑے پہنائے گا۔ جنتی جوڑوں سے ایک جوڑا دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا اور لوگ ننگے بدن ہوں گے پھر اس کو اللہ کی کتاب کے ہر حرف کے بدلہ میں درجہ عطا ہوگا۔ (بستان العارفین)

علما واساتذہ کی تکریم:

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جس نے بغیر کسی ظاہری شرعی سبب کے عالمِ دین سے بغض رکھا تو اس پر خوف کفر ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ، سورہ الحجرات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اولیاء وعلما کی غیبت کرنا اور ان کے حق میں فاسق وفجور جیسے تکلیف دہ الفاظ وغیرہ استعمال کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے۔ (روح المعانی)

امام زادہ بخاری محمد رکن الاسلام حنفی میں فرماتے ہیں:

وَيُقَدِّمُ حَقَّ مُعَلِّمِهٖ عَلٰى اَبَوَيْهِ وَسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (شرعۃ الاسلام: ۴۴)

اور اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے حقوق سے اپنے دینی استاد کا حق مقدم ہے۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حق ہمہ اہل حق آور بجا		والدہ و والد و اُستاد را
از ہمہ حقِ مُعلم فزوں		اوست ترا سوئے خدا را ہمنوا

کہ تم سب حقداروں کے حق ادا کرو۔ والدہ، والد اور استاد کے مگر سب کے حقوق سے استاد کا حق زیادہ ہے کیونکہ وہ تجھے اللہ کی طرف راہ دکھاتا ہے اور ہدایت کا راستہ بتلاتا ہے۔

شرعہ میں آیا ہے اگر استاد کسی کام کا حکم دے اور والدین بھی ساتھ ہی حکم دے دیں تو استاد کا کام مقدم ہے کیونکہ وہ بہترین دینی باپ ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ استاد کے حقوق بھی ضرور ہیں مگر والدین کے حقوق سب سے زیادہ ہیں۔

قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ : اَلْاٰبَاءُ ثَلٰثَةٌ، اَبٌ مَنْ وَلَدَكَ وَ اَبٌ مَنْ

زَوَّجَكَ وَ اَبٌ مَنْ عَلَّمَكَ وَ خَيْرُ الْاٰبَاءِ مَنْ عَلَّمَكَ۔ (عمدۃ الاسلام ص ۷۵)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا! باپ تین ہیں ایک وہ جس نے تجھ کو جنا، دوسرا وہ باپ جس نے تجھ سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور تیسرا وہ باپ ہے جس نے تجھ کو علم سکھایا اور تمام باپوں سے زیادہ بہتر باپ وہ ہے جس نے تجھے علم سکھایا۔

علما سُوء کے شر کا ذکر:

علما ربانی کی بڑی شان وعظمت ہے مگر علما سُوء کی بڑی مذمت بیان کی گئی ہے کیونکہ وہ وقت کے ساتھ احکام دین کو تاویلات فاسدہ سے بدلتے رہتے ہیں اور عوام الناس کو اپنے گمراہ کن واعظوں سے گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ دل خوف خدا سے خالی اور حصول دنیا کی حرص سے بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام ہی باقی رہے گا اور قرآن مجید کی صرف خوبصورتی رہ جائے گی۔ (پڑھا پڑھایا جائے گا مگر عمل نہیں کیا جائے گا) ان کی مسجدیں آباد نظر آئیں گی مگر حقیقت میں ہدایت وعلم اور عبادت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان کے علما اور دانش مند لوگ آسمان کے نیچے بدترین لوگ ہوں گے انہی کے اندر سے فتنہ اٹھے گا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔ (مشکوۃ، کتاب العلم)

یعنی نام تو اسلامی ہوں گے مگر کام غیر اسلامی۔ قرآن عمدگی سے پڑھیں گے مگر احکامِ القرآن پر عمل نہیں ہوگا۔ مسجدوں میں نمازیوں کا ہجوم ہوگا۔ مگر ذوق عبادت سے دل خالی ہوں گے۔ علما روئے زمین پر بدکردار لوگوں کے معاون ومددگار ہوں گے تو پھر ان پر انہی ظالموں کو مسلط کر دے گا۔ (اشعۃ اللمعات)

حضرت احوص بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شر (برائی یا لوگوں) کے بارے میں دریافت کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے شر کے متعلق نہ پوچھو بلکہ خیر کے متعلق دریافت کرو۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار دہرائی۔

پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آگاہ رہو سب سے برے سے برے علما ہیں اور سب نیکوں سے نیک علما ہیں۔ (دارمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! جُبّ حُزْن (غم کے کنواں) سے تم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جُبِّ حُزْن کیا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔

دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟

فرمایا: قرآن پڑھنے والے اپنے اعمال میں ریاء کاری کرنے والے۔ (ترمذی)

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چیز (فتنہ و بلاء) کا ذکر فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب جہان سے علم ختم ہو چکا ہوگا۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کیسے ختم ہوگا؟ حالانکہ ہم لوگ قرآن پاک پڑھتے اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد آگے اپنی اولاد کو پڑھائے گی یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے زیاد! تیری ماں تجھے روئے۔ میں تو تجھے مدینے کا

بہت دانا اور بہت سمجھدار انسان سمجھتا تھا۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل پڑھتے ہیں مگر جو تعلیمات ان میں ہیں اس پر کچھ عمل نہیں ہے۔ (ابن ماجہ)

اصل مقصد تو تعلیماتِ قرآن پر عمل کرنا ہے مگر آج مسلمانوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔

وائے ناکامی کہ متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

زیادہ تر لوگ علما و مشائخ اور حکام وقت کے پیروکار ہوتے ہیں اگر ان کے تینوں جماعتوں کے اعمال و اخلاق خراب ہوں گے تو پھر عوام کے اخلاق اور اعمال بھی برباد ہوں گے اور ان کی اصلاح مشکل ہوگی جیسا کی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا:

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ
وَ اَحْبَارُ سُوْءٍ وَ رُهْبَانُهَا

دین کو بادشاہوں، علمائے سوء اور مشائخ ہی نے تو خراب کیا ہے۔

علما اور قراء کو ریاکاری پر تنبیہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا۔ [النساء۴:۳۶]

اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ کرو۔

نیز ارشاد فرمایا:

...فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔ [الکہف۱۸:۱۱۰]

سو جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط۔۔۔[التوبہ ۹:۳۴]

اے ایمان والو! بیشک (اہل کتاب کے) اکثر علما اور درویش لوگوں کا مال ناحق ہی کھاتے ہیں اور وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کا فیصلہ ہوگا وہ ایک شہید ہوگا۔ اسے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کر کے اس کی نعمتیں یاد دلائی جائیں گی۔ جب وہ سب نعمتوں کا اقرار کرے گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں کا شکر تو نے کس طرح ادا کیا؟

وہ عرض کرے گا: باری تعالیٰ! میں آپ کے راستہ میں جہاد کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جھوٹ کہتے ہو، تم نے تو اس لیے لڑائی کی کہ تمہیں بہادر کہا جائے، سو وہ کہا جا چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم مس پھینک دیا جائے گا۔ پھر ایک ایسے آدمی کو دربار عالی میں لایا جائے گا جو دنیا میں قرآن سیکھتا سکھاتا رہا ہوگا اور اس کی تلاوت بھی کی ہوگی۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جائیں گی تو وہ ان کا اعتراف کرلے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا: یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تھیں تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟

وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھتا رہا۔

باری تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم جھوٹ کہتے ہو، تم نے اس لیے علم سیکھا کہ تمہیں عالم کہا جائے، اور اس لیے قرآن کی تلاوت کی کہ تمہیں قاری کہا جائے اور یہ سب کچھ کہا جا چکا۔ پھر اسے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پر منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

پھر ایک تیسرے آدمی کو پیش کیا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت وسعت وفراخی دی ہوگی اور ہر طرح کے مال سے نواز ہوگا۔ اسے یہ سب نعمتیں یاد دلائی جائیں گی۔ جب وہ سب کچھ مان لے گا تو اس سے پوچھا جائے گا اب تم بتاؤ، تم نے کیا عمل کیا؟

وہ کہے گا: میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جہاں مال خرچ کرنا آپ کو پسند ہو اور میں نے نہ کیا ہو۔

ارشاد ہوگا: تم جھوٹ کہتے ہو، تم نے تو اس لیے مال خرچ کیا کہ تمہیں سخی کہا جائے، سو وہ کہا جا چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی)

یا اللہ! تیری بارگاہ میں بندہ مسکین کی عرض ہے زندگی بھر کوئی نیک کام اخلاص سے نہیں کیا گیا، اپنے فضل وکرم سے اخلاص پیدا فرما دے اور زندگی بھر کے گناہوں عیبوں کو بخش دے۔ قرآن پاک کی برکت سے دنیا وآخرت بہتر فرما دے میرے اس نیک کام میں تعاون کرنے والوں کی بھی حاجتیں پوری فرما، اور میرے ظاہری باطنی گناہوں کو معاف فرما دے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

خاتمہ۔۔۔۔قرآنی دعائیں:

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ (آمین)

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ (اے اللہ) ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہم کو سیدھا راستہ چلا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کا راستہ جو (تیرے) غضب میں مبتلا ہوئے اور نہ گمراہوں کا (الٰہی قبول فرما)۔ [الفاتحہ ۱تا۷]

(۲) رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ

النَّارِ۔ [البقرہ ۲:۲۰۱]

اے ہمارے رب! دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔

(۳) رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔ [البقرہ ۲:۲۵۰]

اے ہمارے رب ہم پر ڈال دے صبر اور ہمارے قدموں کو جما دے اور مدد فرما ہماری کافر لوگوں کے مقابلہ میں۔

(۴) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔ [البقرہ ۲:۲۸۶]

اے ہمارے رب! نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔ اے ہمارے رب! نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا کہ تو نے رکھا تھا بوجھ ہم سے پہلے لوگوں پر۔ اے ہمارے رب! نہ اٹھوا ہم سے وہ چیز جس کی ہمیں طاقت نہیں اس کے اٹھانے کی اور درگذر فرما ہم سے اور بخش دے ہمیں اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا مالک ہے اور تو غالب کر ہم کو کافروں پر۔

(۵)...رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ [آل عمران ۳:۱۶]

اے ہمارے پروردگار ہم (تجھ پر) ایمان لائے ہیں تو ہمارے گناہ معاف فرما۔ اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

(۶) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ [آل عمران ۳:۸]

اے ہمارے رب نہ پھیر ہمارے دل ہدایت دینے کے بعد اور دے ہمیں اپنے پاس سے رحمت بے شک تو ہی دینے والا ہے۔

(۷)...رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ط وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ق رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

[آل عمران ۳:۱۹۱ تا ۱۹۴]

اے ہمارے رب نہیں پیدا کیا تو نے اسے باطل (عبث) پاک ہے تو پس بچا ہمیں عذاب دوزخ سے۔ اے ہمارے رب بلاشبہ جسے تو داخل کردے گا دوزخ میں سو اسے تو رسوا ہی کردے گا اور نہیں ہے ظالموں کا کوئی مددگار۔ اے ہمارے رب بے شک ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو پکار رہا ہے ایمان کے لئے کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر پھر ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب پس بخش دے ہمارے لئے ہمارے گناہ اور دور کر ہم سے ہماری برائیاں اور وفات دے ہمیں نیکوں کے ساتھ۔ اے ہمارے رب اور عطا فرما ہم کو جو تو نے وعدہ کیا ہم سے اپنے رسولوں (کی) زبان پر اور نہ رسوا کر ہم کو روز قیامت بے شک تو نہیں خلاف کرنے والا اپنے وعدے کو۔

(۸)...رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ [الاعراف ۷:۲۳]

اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم ضرور ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے۔

(۹) رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔ [الاعراف ۷:۱۲۶]

اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر ڈال دے اور (اپنی) فرمانبرداری کی حالت میں ہم کو موت دے۔

(۱۰)...رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ [یونس ۱۰:۸۶-۸۵]

اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ظلم کا تختہ مشق نہ بنا۔ اور اپنی رحمت سے ہم کو ان لوگوں (کے پنجے) سے نجات دے جو کافر ہیں۔

(۱۱)...فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ [یوسف ۱۲:۱۰۱]

اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا رفیق ہے۔ تو مجھ کو اپنی فرمانبرداری کی حالت میں (دنیا سے) اٹھائے۔ اور مجھ کو (اپنے) نیک بندوں میں داخل کر۔

(۱۲) رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ق رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ [ابراہیم ۱۴:۴۰-۴۱]

اے ہمارے رب کردے نماز قائم رکھنے والا اور میری اولاد میں سے بھی۔ اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو

اور تمام ایمان داروں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

(۱۳)...رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔[بنی اسرائیل ۱۷:۲۴]

اے میرے رب رحم فرما اور ان دونوں (والدین) پر جیسا پرورش کی میرے بچپن میں۔

یا اللہ! راقم السطور کے والدین کی بخشش فرما ان پر رحم فرما اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا فرما۔

(۱۴)...رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔[بنی اسرائیل ۱۷:۸۰]

اے میرے پروردگار مجھ کو اچھی جگہ پہنچا اور مجھ کو اچھی طرح نکال اور اپنی جناب سے مجھ کو (دشمنوں پر) فتحیابی کے ساتھ غلبہ دے۔

(۱۵) رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔

[الکہف ۱۸:۱۰]

اے ہمارے رب دے ہم کو اپنی طرف سے رحمت اور مہیا کر ہمارے لئے (سامان) ہدایت۔

(۱۶)...رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔[طٰہٰ ۲۰:۱۱۴]

اے میرے پروردگار! میرے علم کو زیادہ فرما۔

(۱۷)...اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔[الانبیاء ۲۱:۸۳]

اے میرے پروردگار مجھ کو بیماری لگ گئی ہے، اور تو سب سے بڑا مہربان ہے (تو مجھ پر رحم فرما اور شفا دے)۔

(۱۸)...رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ۔[الانبیاء ۲۱:۸۹]

اے میرے پروردگار مجھ کو اکیلا (یعنی بے اولاد) نہ چھوڑ اور (یوں تو) سب سے اچھا وارث ہے۔

(۱۹)...رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ۔[المومنون ۲۳:۹۸]

اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کی چھیڑ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آئیں۔

(۲۰)...رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔

[المومنون ۲۳:۱۰۹]

اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر ہے۔

(۲۱)...رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔ [المومنون ۲۴:۱۱۸]

اے میرے پروردگار (ہمارے قصور) معاف کرو اور (ہمارے حال پر) رحم فرما۔ اور تو (سب) رحم کرنے والوں سے بہتر (رحم کرنے والا) ہے۔

(۲۲)...رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا

[الفرقان ۲۵:۶۵]

اے ہمارے پروردگار! عذاب دوزخ کو ہم سے دور رکھ (کیونکہ) دوزخ کا عذاب (بڑی بھاری) مصیبت ہے۔

(۲۳)...رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ [الفرقان ۲۵:۷۴]

اے ہمارے رب! عطا فرما ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے

ٹھنڈک آنکھوں کی اور بنا ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا۔

(۲۴)...رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ۔
[النمل ۲۷:۱۹]

اے میرے رب! توفیق دے مجھے کہ میں شکر کروں تیری اس نعمت کا جو تو نے عطا کی مجھ کو اور میرے والدین کو اور یہ کہ میں کروں نیک کام جو تو پسند کرے اور داخل کر اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں کو جو نیک ہیں۔

(۲۵)...رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔[القصص ۲۸:۲۴]

اے میرے پروردگار! میں اس بھلائی کا جو تو میری طرف اتارے محتاج ہوں۔

(۲۶)...فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۔[المؤمن ۴۰:۷]

بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی اور بچا ان کو جہنم کے عذاب سے۔

(۲۷)...وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔
[الاحقاف ۴۶:۱۵]

اور میری اولاد میں نیک بختی پیدا کر میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔

(۲۸)...رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ [الحشر ۵۹:۱۰]

اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے

ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب بیشک تو بہت رحمت والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

(۲۹)...رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔
[الممتحنہ ۶۰:۵۔۴]

اے ہمارے رب! ہم نے تجھ ہی پر توکل کیا اور ہم تیری ہی طرف رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! بیشک تو ہی بہت غالب ہے بڑا حکمت والا۔

(۳۰)...رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
[التحریم ۶۶:۸]

اے ہمارے پروردگار ہمارے لیے ہمارا نور کامل کر دے اور ہمارے گناہ بخش دے کیونکہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(۳۱)رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ...۔[نوح ۷۱:۲۸]

اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص میرے گھر میں ایماندار ہو کر آئے اور تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

(۳۲) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔[الفلق]

تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے اور ان عورتوں کے شر سے جو

گرہوں میں پھونکتی ہیں اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔(کنزالایمان)

(۳۳) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ مَلِكِ النَّاسِ ۔ اِلٰهِ النَّاسِ ۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ لا الْخَنَّاسِ ۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۔[الناس]

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب سب لوگوں کا بادشاہ سب لوگوں کا خدا اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔جن اور آدمی۔(کنزالایمان)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

دعائے مؤلف:

میں انتہائی خلوصِ دل سے رب کریم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے عظمت قرآن کے موضوع پر چند باتیں تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔اور میرے دلی ارادہ کو پورا کرنے میں میری مدد فرمائی۔

یا اللہ! میں تیری ذات وصفات اور اسماء حسنیٰ کے وسیلے سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تیری بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ میری سعی وکوشش کو قبول فرما اور اپنی پاک کتاب کے فضائل کو عوام وخواص میں مقبولیت عامہ عطا فرما اور سب مسلمانوں کیلئے فائدہ مند بنا۔

یا اللہ! ہم سب کے لئے ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ بنا۔

یا اللہ! دنیا وآخرت کی نعمتیں عطا فرما اور قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے

محفوظ فرما۔

یا اللہ! ہر آنے والی مصیبتوں سے محفوظ وماموں فرما۔

یا اللہ! اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے۔

یا اللہ! ہمیں حاسدین اور مفسدین کے شر سے محفوظ فرما۔

یا اللہ! ظاہری اور باطنی دشمنوں سے بچا۔

یا اللہ! ہر قسم کی رسوائی وشرمندگی سے محفوظ فرما۔

یا اللہ! دنیا ودین اور آخرت کے معاملات تیری سپرد ہیں تو ہی ہر میدان میں کامیابی عطا فرما۔

یا اللہ! اپنی کتاب عزیز کی سورتوں، آیتوں، حروف وکلمات کی برکتوں سے جسمانی وروحانی اور ہر پریشانی سے نجات کاملہ عطا فرما۔

یا اللہ! خزانہ غیب سے وافر روزی عطا فرما۔تیرے سوا میرا کوئی رازق نہیں ہے۔

یا اللہ! میرے والدین، اہل وعیال اور سب متعلقین اور دوستوں پر رحمت وکرم کی بارشیں نازل فرما۔

یا اللہ! ہم سب کو حرمین کی بار بار حاضری نصیب فرما۔

یا اللہ! خانہ کعبہ کا بار بار طواف کرنے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ! مقام ملتزم کے پاس عاجزانہ دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! مقام ابراہیمی کے پاس نوافل پڑھنے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ! گنبد خضری کو دیکھنے سے آنکھیں ٹھنڈی فرما۔

یا اللہ! مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں

درود وسلام عرض کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! وہاں جا کر درود، سوز وگداز اور محبت و پیار کے ساتھ اشکبار ہونے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! ریاض الجنہ کے ستونوں کے پاس نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! ہم سب کو دیارِ حبیب کی بار بار حاضری نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم سب کو شب وروز قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنی کتاب کے احکام پر عمل کرنے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! صاحبِ قرآن، صاحب معراج اور صاحب شفاعت کبری ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے میری دعاؤں اور التجاؤں کو قبول فرما کیونکہ تو نے خود اپنے بندوں سے قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے۔

یا اللہ! اپنے مقبول بندوں کی دعاؤں کے ساتھ میری دعائیں بھی قبول فرما۔

یا اللہ! دنیا، نزع، قبر وحشر کی تمام منزلیں آسان فرما۔

یا اللہ! میری عمر بھر کے گناہوں، خطاؤں کو معاف فرما۔

یا اللہ! میری عاقبت بہتر بنا، یا اللہ میرے والدین، دوست واحباب کی بخشش فرما۔

یا اللہ! میری اولاد اور اہل خانہ سب کو دنیا وآخرت میں کامیابی عطا فرما۔

یا اللہ! اپنی پاک کتاب کو دنیا، قبر، حشر میں ہمارا ساتھی بنا۔

یا اللہ! دین پر استقامت عطا فرما۔

یا اللہ! ہم سب کو اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! میری سب تالیفات کو صدقہ جاریہ اور ہماری نجات کا ذریعہ بنا۔ (آمین)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمِ۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اشاعت اول — ربیع الاول ۱۴۱۶ھ، ۶ ستمبر ۱۹۹۵ء

نظر ثانی — ۱۴۳۶ — ۲۰۱۵

بندہ مسکین ابوعطاء غلام حسین ماتریدی

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

خلاصۃ علم التجوید

مرتب

متعلم مجتبیٰ

حرف آغاز

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

چار علوم کا جاننا ضروری ہے

قرآن مجید پڑھنے پڑھانے قاری (مقری) کے لئے چار علموں کا جاننا ضروری ہے (۱) ایک تو علم تجوید یعنی حروف کے مخارج اور اس کے صفات کا جاننا۔ (۲) علم اوقاف ہے یعنی اس بات کو جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہئے اور کس طرح نہ کرنا چاہئے (۳) رسم عثمانی ہے اس کا جاننا نہایت ضروری ہے یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہئے۔ (۴) علم قرات ہے۔ اور وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی معلوم ہوتے ہیں جس کا پڑھنا صحیح ہے اور اس کی قرآنیت کا

اعتقاد کرنا ضروری اور لازمی ہے اور انکار اور استہزاء گناہ اور کفر ہے اور یہ وہ قرات ہے جو قراء عشرہ سے بطریقہ تواتر اور شہرت ثابت ہوئی ہے۔ سب سے پہلے علم تجوید کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد بتدریج دوسرے علوم سے بھی واقفیت حاصل کی جائے گی۔ انشاءاللہ۔ وما توفیق الا باللہ۔

خلاصۂ تجوید

حروف تہجی کے بیان میں: حروف تہجی ۲۹ ہیں:

الف　باء　تاء　ثاء　جیم　حاء　خاء　دال　ذال

راء　زاء　سین　شین　صاد　ضاد　طا　ظاء　عین

غین　فاء　قاف　کاف　لام　میم　نون　واؤ　ھاء

ہمزہ　یاء

حرکات کے ادا کرنے کا طریقہ: وہ ۳ ہیں

فتحہ (زبر) کسرہ (زیر) ضمہ (پیش)

نیز ان حرکات کو دگنی مقدار میں ادا کرنے سے الف واو اور یائے مدہ پیدا ہوتے ہیں جسے ب سے بات سے تا سے تِی، بُ سے بُو بنتا ہے۔

مخارج حروف

اصول مخارج: اصول مخارج پانچ ہیں

(۱) حلق (۲) لسان (۳) شفتین (۴) جوف دہن (۵) خیشوم

حلق

حلق کے تین حصے ہیں: (۱) انتہائے حلق (۲) وسط حلق (۳) ابتدائے حلق

پہلا مخرج: انتہائے حلق: یہ ء اور ھاء کا مخرج ہے

ءَ ءِ ءُ ہَ ہِ ہُ

دوسرا مخرج: وسط حلق یہ ع اور ح کا مخرج ہے

عَ عِ عُ حَ حِ حُ

اَعْ اِعْ اُعْ اَحْ اِحْ اُحْ

تیسرا مخرج: ابتدائے حلق یہ غ اور خ کا مخرج ہے

غَ غِ غُ خَ خِ خُ

اَغْ اِغْ اُغْ اَخْ اِخْ اُخْ

مندرجہ بالا مخارج کے چھ حروف کو حروف حلقی کہتے ہیں۔

لسان (زبان) کے تین حصے ہیں:

(۱) زبان کی جڑ (۲) وسط زبان (۳) نوک زبان

چوتھا مخرج: زبان کی جڑ اور تالو کا نرم حصہ یہ ق کا مخرج ہے۔

قَ قِ قُ اَقْ اِقْ اُقْ

پانچواں مخرج: ق کے مخرج سے تھوڑا سامنہ کی طرف ہٹ کر زبان کی جڑ اور تالو کا سخت حصہ یہ ک کا مخرج ہے۔

كَ كِ كُ اَكْ اِكْ اُكْ

چھٹا مخرج: وسط زبان اور وسط تالو۔ یہ ج، ش اور ی کا مخرج ہے۔

جَ جِ جُ اَجْ اِجْ اُجْ

شَ شِ شُ اَشْ اِشْ اُشْ

یَ یِ یُ اَیْ اِیْ

نوٹ: یا ساکن ماقبل مکسور میں یاء مدّہ ہو جاتی ہے جیسے نَستَعِینُ۔ اور یا ساکن ماقبل مضموم کی کوئی مثال نہیں ہے۔

دانتوں اور داڑھوں کا نام:

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور دو ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو

ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس کہ کہتے ہیں قراء اضراس انہیں کو

ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

دانتوں کے نام: ثنایا رباعی انیاب

داڑھوں کے نام: ضواحک طواحن نواجذ

ساتواں مخرج: (حافّہ لسان): یعنی زبان کا بغلی کنارہ جو حلق کی طرف ہو اس کے دائیں بائیں اوپر داڑھوں کی جڑیں یہ ض کا مخرج ہے۔

ضَ ضِ ضُ اَضْ اِضْ اُضْ

طرف لسان: زبان کا کنارہ راس لسان زبان کی نوک

آٹھواں مخرج: طرف لسان اور ضواحک سے ثنایا تک مقابل کا تالو، یہ لام کا مخرج ہے۔

لَ لِ لُ اَلْ اِلْ اُلْ

نواں مخرج: لام کے مخرج سے تھوڑا سامنہ کی طرف ہٹ کر انیاب سے ثنایا تک مقابل کا تالو، یہ

ن کا مخرج ہے۔

نَ نِ نُ آنْ اِنْ اُنْ

دسواں مخرج: نوک زبان مائل پشت اور مقابل کا تالو، یہ راء کا مخرج ہے

رَ رِ رُ آرْ اِرْ اُرْ

گیارہوں مخرج: نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑیں، یہ ت د ط کا مخرج ہے۔

تَ تِ تُ آتْ اِتْ اُتْ

دَ دِ دُ آدْ اِدْ اُدْ

طَ طِ طُ آطْ اِطْ اُطْ

بارہواں مخرج: نوک زبان اور ثنایا علیا کے کنارے یہ ث ذ ظ کا مخرج ہے

ثَ ثِ ثُ آثْ اِثْ اُثْ

ذَ ذِ ذُ آذْ اِذْ اُذْ

ظَ ظِ ظُ آظْ اِظْ اُظْ

تیرھواں مخرج: نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا، یہ ز س ص کا مخرج ہے۔

زَ زِ زُ آزْ اِزْ اُزْ

سَ سِ سُ آسْ اِسْ اُسْ

صَ صِ صُ آصْ اِصْ اُصْ

شفتین

چودھواں مخرج: ثنایا علیا کا کنارہ اور نچلے ہونٹ کا تر حصہ یہ ف کا مخرج ہے۔

فَ فِ فُ آفْ اِفْ اُفْ

پندرہواں مخرج: دونوں ہونٹ، یہ ب م وغیر مدہ کا مخرج ہے۔

دونوں ہونٹوں کے تر حصوں سے ب۔

بَ بِ بُ آبْ اِبْ اُبْ

دونوں ہونٹوں کے خشک حصوں سے م

مَ مِ مُ آمْ اِمْ اُمْ

دونوں ہونٹوں کو گول کر کے تمام ملانے سے واو غیر مدہ یعنی واو لین اور واو متحرک ادا ہوتی ہے

وَ وِ وُ آوْ اُوْ

جوف دہن

سولہواں مخرج: جوف دہن یہ حروف مدہ کا مخرج ہے، حروف مدہ تین ہیں: اوی یعنی الف ساکن ماقبل مفتوح، ی ساکن ماقبل مکسور، واو ساکن ماقبل مضموم، مثلاً نُوْحِیْھَا

آعُوْذُ الف ہمیشہ ساکن اس سے پہلے زبر ہوتا ہے اور درمیان یا آخر میں آتا ہے، شروع میں نہیں آتا۔ اَلْحَمْدُ میں ہمزہ بصورت الف ہے۔

حرف لین اَوْ فَوْقَ اَیْ بَیْ

واو لین یائے لین

نوٹ: بعض کتابوں میں جوف دہن حروف کا پہلا مخرج تحریر کیا ہے، جیسا مقدمہ جزریہ میں ہے۔

خیشوم

ستر ھواں مخرج: خیشوم یعنی ناک کا بانسہ (ناک کی جڑ ہے)، یہ غنہ کا مخرج ہے۔

غنہ کی مثالیں: لَمَّا اَمَّا اِمَّا مِمَّا

اِنَّ اَنَّ هُنَّ

صفات حروف

صفات کا بیان کے بعد کیا جاتا ہے، صفات لازمہ اور صفات عارضہ کا جاننا ضروری ہے۔

صفات لازمہ متضادہ دس ہیں:

(۱) آواز اونچی نیچی (۲) آواز میں سختی نرمی (۳) موٹا باریک ہونا

(۴) منہ بھر کر یا کھل کر نکلنا (۵) آواز پھسلنے یا جمنے والی ہونا۔

صفات لازمہ غیر متضادہ:

(۱) قلقلہ (۲) تفشی (۳) استطالت (۴) صفیر (۵) لین (۶) انحراف (۷) تکریر

صفات عارضہ صفات کبھی حرف میں یہ صفت پائی جائے اور کبھی نہ پائی جائے۔ اور یہ آٹھ حروف ہیں: جیسے اویرملون۔

(۱) نون ساکن نون تنوین کے چار قاعدے ہیں:

(۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اخفاء

اظہار حرف کو اس کے مخرج سے بغیر غنہ کے ادا کرے جب نون ساکن اور نون تنوین کے بعد حروف حلقی میں سے کوئی حرف آجائے حروف حلقی چھ ہیں ء ھ ع ح غ خ۔

نون ساکن کے بعد حرف حلقی کی مثالیں مِنْ اَجَلٍ اَنْعَمْتَ

نون تنوین کی مثال جیسے سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

ادغام ایک حرف ساکن کو دوسرے حرف میں ملا دینا جب نون ساکن اور نون تنوین کے بعد حروف یَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف۔

ادغام کا بیان

ادغام کی تین قسمیں ہیں: مثلین، متجانسین، مستقاربین

ادغام مثلین: اگر ایک حرف دو مرتبہ ایک یا دو کلموں میں جمع ہو اور پہلا اُن میں سے ساکن اور دوسرا متحرک ہو تو پہلے کو دوسرے میں مدغم کریں گے، اس کو ادغام مثلین کہتے ہیں مثلاً اذْذَهَب

ادغام متجانسین: اگر ایسے دو حرف ایک کلمہ یا دو کلموں میں جمع ہوں جن کا مخرج ایک ہو اور حروف الگ الگ اور پہلا حرف ساکن اور دوسرا حرف متحرک ہو تو پہلے کو دوسرے میں مدغم کریں گے۔

اس کو ادغام متجانسین کہتے ہیں جیسے عَبَدْتُّمْ، قَدْتَّبَيَّنَ

ادغام مثلین اور متجانسین کی دو قسمیں ہیں: واجب جائز

واجب: مثلن اور متجانسین کا پہلا حرف اگر خود ہی ساکن ہو تو وہاں ادغام واجب ہے اور اس کو ادغام صغیر بھی کہتے ہیں جیسے اذْذَّهَب، قَدْتَّبَيَّنَ

آئے تو وہاں ادغام ہوگا لام، واء میں بلاغنہ، باقی یومن کے چار حروف میں باغنہ ادغام ہوگا۔

نون ساکن کی مثال مَنْ يَّفْعَلْ

نون تنوین کی مثال غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

قلب (یا اقلاب) لغوی معنی بدلنا اصطلاح تجوید میں ایک حروف کو دوسرے حرف سے بدل دینے کا نام قلب ہے جب نون ساکن اور نون تنوین کے بعد باء ائے تو نون ساکن اور نون تنوین کو میم سے بدل کر غنہ کے ساتھ پڑھیں گے جیسے مِنْۢ بَعْدِ اَلِيْمٌۢ بِمَا مَنْۢ بَخِلَ سَمِيْعٌۢ

مُ بَصِیْرٌ

تنوین دو زبر ً دو زیر ٍ دو پیش ٌ نون ساکن انْ

حروف چھ حروف یرملون چھ الف اور با کے علاوہ حروف پندرہ ہیں

اخفا لغوی معنے پوشیدہ کرنا۔ اصطلاح تجوید میں اظہار اور ادغام کی درمیانی حالت نون ساکن اور نون تنوین کے بعد جب حروف حلقی اور حروف یرملون الف اور باء کے سوا باقی حروف میں سے کوئی حرف آئے تو اخفا ہو گا یعنی نون ساکن اور نون تنوین کو اس کے مخرج سے اسی طرح پڑھنا کہ زبان نون کے مخرج تک نہ پہنچے البتہ قریب ہو جائے اور غنہ ایک الف برابر ہوتا ہے حروف اخفا مندرجہ ذیل میں ہیں ت ث ج د ذ ز س ش ص ض ط ظ ف ق ک جیسے اِنْتِقَامٌ نون ساکن اور نون تنوین جیسے قَوْلاً ثَقِیْلاً

تفخیم پر کرنا   ترقیق باریک پڑھنا

کل انتیس حروف میں سے حروف مستعلیہ یعنی خص ضغط قظ ہر حالت میں پر پڑھے جاتے ہیں۔

ان کے علاوہ باقی تمام حروف متفلہ باریک پڑھے جاتے ہیں مگر الف، لام، لاء کبھی باریک اور کبھی پر پڑھے جاتے ہیں۔

الف کے قواعد: الف ہمیشہ پانے ماقبل کا تابع ہوتا ہے، اگر ماقبل حرف باریک ہو تو الف بھی باریک پڑھا جاتا ہے اور اگر ماقبل حرف پر ہو تو الف بھی پر پڑھا جاتا ہے جیسے قال میں پر اور ملک میں باریک۔

لام کے قوائد: لفظ اللہ کا لام جبکہ اس سے پہلے حرف پر زبر یا پیش ہو تو پڑ پڑھا جاتا ہے جیسے واللہ، رسول اللہ، اللھم وغیرہ اور اگر اس لام کے ماقبل حرف پر زیر ہو تو باریک پڑھا جاتا ہے مثلا:

لِلّٰہِ، بِاللّٰہِ وغیرہ۔

حرف را چھ صورتوں میں پر پڑھی جائی گی۔

جبکہ راء مفتوح ہو یا مضموم مثلا رَشَدًا، رُشْدًا

جبکہ راء ساکن ہو اور اس کے ماقبل حرف مفتوح ہو یا مضموم مثلا یَرْجِعُ، تُرْجَعُ

راء ساکن سے پہلے کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو مثلا رَبِّ ارْجِعُوْنَ

راء ساکن سے پہلے کسرہ عارضی ہو مثلا اِرْجِعُوْا

راء ساکن کے بعد حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف اسی کلمہ میں ہو جیسے اِرْصَادٌ مگر فِرْقٍ کی راء پر اور باریک دونوں طرف پڑھ سکتے ہیں۔

راء وقف کی وجہ سے ساکن ہو اور اس کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اس کے ماقبل حرف مفتوح ہو یا مضموم مثلاً أقر امور

مندرجہ زیل صورتوں میں راء باریک ہوگی۔

جب راء مکسور ہو جیسے شَرِبَ۔

راء ساکن ماقبل کسرہ اصلی اسی کلمہ میں ہو اور راء کے بعد حرف مستعلیہ نہ ہو جیسے فِرْعَوْنَ۔

راء ساکن سے پہلے یائے ساکنہ ہو جیسے خَیْرَ۔

راء موقوفہ ماقبل بھی ساکن ہو تو اس کا ماقبل اگر کسرہ ہو تو راء باریک ہوگی جیسے فِکْر، ذِکْر

میم ساکن کے قواعد

میم ساکن کے تین قاعدے ہیں

(۱) ادغام شفوی (۲) اخفائے شفوی (۳) اظہار شفوی

ادغام شفوی: اگر میم ساکن کے بعد میم آجائے تو پہلی میم کو دوسری میم میں مدغم کر دیں گے۔ اسے ادغام شفوی کہتے ہیں مثلاً وَ کَمْ مِّنْ۔

اخفائے شفوی: اگر میم ساکن کے بعد (ب) آجائے تم میم کو اس کے مخرج میں چھپا کر پڑھتے ہیں۔ اسے اخفاء شفوی کہتے ہیں مثلاً وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔

اظہار شفوی: اگر میم ساکن کے بعد باء، میم اور الف کے علاوہ چھبیس حروف میں سے کوئی حرف آجائے تو اظہار شفوی ہوگا، یعنی میم کو اپنے مخرج سے ظاہر کر کے پڑھیں گے مثلاً وَ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ، اَلَمْ نَشْرَحْ

جائز اگر پہلا حرف ساکن کر کے ادغام کریں تو ایسے ادغام جائز کہتے ہیں مثلاً مَرَّ اصل میں مَرَرَ تھا۔

ادغام متقاربین اگر ایسے دو حرف ایک کلمہ یا دو کلموں میں جمع ہوں جو باعتبار مخرج اور صفات کے قریب ہو۔ تو ان کے ادغام کو ادغام متقاربین کہتے ہیں جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ قُلْ تَحِبِ وغیرہ۔

ادغام متقاربین کی دو قسمیں ہیں: تام ناقص۔

تام: اگر پہلے حرف کو دوسرے سے بدل کر ادغام کیا جس سے پہلے حرف کی کوئی صفت باقی نہ رہے تو اس کو ادغام تام کہتے ہیں جیسے مِنْ لَّرُنْهُ اِذْ ظَّلَمُوْا۔

ناقص: اگر مدغم کی کوئی صفت ادغام کے بعد باقی رہے تو وہ ادغام ناقص ہوگا جیسے مَنْ يَّقُوْلُ، اَحَلْتُّ وغیرہ۔

مد اصلی، مد فرعی

مد فرعی واجب جیسے جَآءَ مد متصل

مد فرعی لازم الم الحاقة مد لازم کی پانچ قسمیں: مد فرعی جائز جیسے تُوْبُوْا اِلَی اللہِ

مد منفصل جائز کی تین قسمیں منفصل مد عارض وقفی جیسے یعلمون۔

عارض جیسے فوق۔

مد فرعی کی نو قسمیں ہیں:

(۱) مد متصل جیسے اُولٰٓئِکَ

(۲) مد منفصل جیسے تُوْبُوْا اِلَی اللہِ

(۳) مد لازم کلمی مخفف جیسے آلْئٰنَ

(۴) مد لازم کلمی مستقل جیسے دَآبَّةِ

(۵) مد لازم حرف مخفف جیسے الم میں لام کی مد

(۶) مد لازم حرف مثقل جیسے الم میں میم کی مد

(۷) مد لازم لین جیسے کھیعص مریم کا عین

(۸) مد عارض وقفی جیسے یعلمون

(۹) مد عارض لین جیسے حذر الموت (مقدمہ تجوید)

مد التعظیم یہ مد اسم جلالہ اللہ میں ہوتی ہے فقہا نے غیر قرآن میں کرنے کو کہا (ذیہ قرات)۔

مد بدل جیسے اٰمَنَ اَمَنَ اصل میں أأمَنَ

مد عوض جیسے مُقْتَدًا وقفی حالت میں مُقْتَدَا

مَاءً قوفی حالت میں مَاءَ

مد اور اس کی اقسام۔ مد کے لغوی معنے درازی اور اصطلاح تجوید میں حروف مدہ یا لین پر آواز کے

دراز کرنے کو مد کہا جاتا ہے جبکہ ان کے بعد اسباب مدہ میں سے کوئی سبب پایا جائے۔

حروف مدہ تین ہیں ا، و، ی

واو ساکن ماقبل مضموم جیسے قالوا میں واو

الف ساکن ماقبل مفتوح جیسے وَمَا میں الف

یا ساکن ماقبل مکسور جیسے فِیْ میں یاء۔ حروف لین: حروف لین دو ہیں و، ی

واو ساکن ماقبل مفتوح جیسے خَوْف میں یاء۔

یا ساکن ماقبل مفتوح جیسے صَیْفٌ میں یاء۔

اسباب مدہ: اسباب مدہ دو ہیں: ہمزہ اور سکون (شد)

مد کی اقسام: مد کی دو قسمیں ہیں: (۱) مد اصلی (۲) مد فرعی

مد اصلی: اگر حرف مد کے بعد مد کا کوئی سبب نہ ہو تو اس کو مد اصلی طبعی یا ذاتی کہتے ہیں جیسے اُوْتِیْنَا میں واو یاء اور الف۔ اس مد کی مقدار ایک الف کے برابر ہوئی ہے الف کی مقدار ہر تجوید کے نزدیک بند انگلی کو نہ بہت آہستہ اور نہ بہت جلدی لئے یا اسی طرف کھلی ہوئی انگلی کو بند کرنے میں جس قدر دیر لگتی ہے، یہ ایک الف کا انداز ہے۔

مد فرعی کی اقسام: مد فرعی کی مشہور چار قسمیں

(۱) مد متصل (۲) مد منفصل (۳) مد عارض (۴) مد لازم

مد متصل: اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں ہو جس میں حرف مدہ ہے تو اس کو مد متصل کہتے ہیں جیسا جَآءَ، مَلٰٓئِکَۃُ، اُولٰٓئِکَ

مقدار: اس مد کی مقدار دو الف، اڑھائی الف اور چار الف تک ہو سکتی ہے اس مد کو واجب بھی کہا جاتا ہے۔

مد منفصل: اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں جیسے وَمَآ اُنْزِلَ، تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ، اِنِّیْٓ اَخَافُ

مقدار: اس مد کی مقدار دو الف، اڑھائی الف، چار الف ہے اس کے علاوہ قصر بھی جائز ہے۔

اس مد کو مد بھی کہتے ہیں مد کا سبب اگر سکون ہے تو اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) مد عارض (۲) مد لازم

مد عارض اگر حرف مدہ یا حرف لین کے بعد سکون عارض ہو تو پہلی کو مد عارضی اور دوسری کو مد لین عارضی کہتے ہیں جیسے رب العلمین کے نون خوف کی فا کا سکون۔

مقدار: مد عارضی اور مد لین میں طول، توسط، اور قصر ہوتا ہے۔ طول کی مقدار ایک قول کے مطابق تین الف اور دوسے قول پر پانچ الف اور توسط پہلے قول پر دو الف اور دوسرے قول پر تین الف اور قصر دونوں صورتوں میں ایک الف ہوتا ہے۔

مد لازم: اگر حرف مدہ یا حرف لین کے بعد سکون اصلی ہو تو پہلی کو مد لازم اور دوسری کو مد لین لازم کہتے ہیں۔

مد لازم کی چار قسمیں: (۱) مد لازم کلمی مثقل (۲) مد لازم کلمی مخفف (۳) مد لازم حرفی مظقل (۴) مد لازم حرفی مخفف

مد لازم کلمی مثقل: اگر کلمے میں حرف مدہ کے بعد سکون اصل بالتشد بر ہو تو اس کو مد لازم کلمی مثقل کہتے ہیں جیسے اتحاجنی انصافة۔

مد لازم کلمی مخفف: اگر کلمہ میں حرف مدہ کے بعد سکون اصل بغیر تشدید کے ہو تو اس کو مد لازم کلمی

مخفف کہتے ہیں جیسے آلْئٰنَ اس مد کی یہی ایک مثال ہے جو سورہ یونس میں دو مرتبہ اتی ہے۔

مدلازم: حرفی مثقل: اگر حرف میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی بالتشدید ہو تو اس کو مدلازم حرفی مثقل کہتے ہیں جیسے الم۔

فائدہ: اس کی اصل صورت مندرجہ ذیل ہے الف، لام، میم، لام کی میم پر سکون اصلی ہے اور اس کے بعد میم کی پہلی متحرک میم میں لام کی ساکن میم ادغام شفوی کے قاعدے کے مطابق دوسری متحرک میم میں مدغم ہو جائے بعد میم مشدد ہو گی ہے۔

مدلزم حرفی مخفف: اگر حرف میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی بغیر تشدید کے ہو تو اس کو مدلازم حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے الم میں یائے مدہ کے بعد میم ساکن اصلی ہے۔

فائدہ: مدلازم حرفی کی دو قسمیں حروف مقطعات (جو سورتوں کے اول میں ہیں) کے تین حرفی حروف میں آتی ہیں۔

مقدار: مدلازم کی چاروں اقسام میں طول ہی ہوگا۔

مدلین لازم: اگر حرف میں حرف لین کے بعد سکون اصلی ہو تو اس کو مدلین لازم کہتے ہیں جیسے عین۔ یہ قرآن میں حرف دو مرتبہ آتی ہے۔ سورۂ مریم اور سورۂ شورا کے شروع میں حروف مقطعات میں واقع ہے کھیعص (مریم) حمعسق (شوری) مدلین لازم کی مقدار: مدلین لام میں طول، توسط، قصر ہوتا ہے۔ اس مد میں طول اولی ہے اس کے بعد توسط اور پھر قصر کا درجہ ہے۔

وقف، سکتہ، ابتدا، اور اعادہ کے بیان میں

وقف: لغوی معنی ٹھہرنا اور اصطلاح تجوید کلمے کے آخری حرف پر سانس اور آواز کو روک کر اسکان، روم اور اشام سے ٹھہرنے کو وقف کہا جاتا ہے۔ لہٰذا موقوف علیہ کو ساکن کہتے بغیر محض ساکن کرنا بغیر آواز اور سانس کو توڑے بھی وقف نہ ہوگا۔

سکتہ: لغوی معنے رکنا اور اصطلاح تجوید میں کسی حرف پر بغیر سانس توڑے تھوڑی دیر کے لئے آواز کو روک لینا سکتہ کہلاتا ہے جیسے من سکتہ راق۔

ابتدا: لغوی معنے شروع کرنا اور اصطلاح تجوید میں موقوف علیہ سے آگے پڑھنے کو ابتداء کہتے ہیں مثلا رب العلمین پر وقف کر کے الرحمن شروع کرنا۔

اعادہ لغوی معے لوٹانا اور اصطلاح تجوید میں موقوف علیہ یا اس سے پہلے والے کلمے کو لوٹا کر پڑھنا۔

مثلا: من السماء، ما یشاء۔

اسکان: جس حرف پر وقف ہو اس کو ساکن کر دینا، ی ہو وقف تینوں حرکات میں ہوتا ہے۔

روم جس حرف پر وقف کیا۔

اس کی حرکت کا کچھ حصہ خفیف آواز میں پڑھنا، یہ کسرہ اور ضمہ میں ہونا ہے۔

اشام جس حرف پر وقف کیا جاتے اس کو ساکن پڑھتا ہوتے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا یہ حرف ضمہ میں ہوتا ہے جیسے نستعین۔

وقف کی دو قسمیں

(۱) کیفیت وقف (۲) محل وقف

کیفیت وقف: موقوف علیہ کو کس طرح پڑھا جائے گا۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔

موقوف علیہ ساکن ہوگا یا متحرک۔

اگر ساکن ہے تو صرف آواز اور سانس توڑ کر وقف کریں جیسے اَلَمْ نَشْرَحْ۔

اگر متحرک ہے تو جیسی حرکت ہوگی اس کے مطابق اسکان، روم اور اشمام سے وقف کیا جائے مثلا

یَحْلَمُوْنَ قوم اور قوم سے قوم، رسول اور رسول۔

موقوف علیہ پر دوز بر ہیں تو وقف میں ان کو الف سے بدل دیا جاتا ہے جیسے کَبِیْرًا سے کَبِیْرَا،

خَبِیْرًا سے خَبِیْرَا

موقوف علیہ اگر گول تا ہے تو وقف کی حالت میں ماء پڑھی جائے گی جیسے وَسِیلَۃٌ سے وَسِیلَہْ

اگر موقوف علیہ لمبی تا ہے تو تاء ہی رہے گی جیسے بَیِّنٰتٌ سے بَیِّنٰتْ رموز اوقاف کی پانچ علامتیں۔

فائدہ: محل وقف کی صحیح پہچان عربی گو اتمر اور معانی جانے بغیر مشکل ہے لہٰذا ماہرین نے عوام کی سہولت کے لئے علامت وقف لگا دی ہیں جو تقریباً ہر قرآن مجید مین لکھ دی جاتی ہیں مگر ان میں سے پانچ علامتیں اوقاف محتبرہ کے نام سے موسوم ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۔ (۱)م (۲)ط (۳)ج (۴)ز

علامت وقف لازم وقف مطلق وقف جائز وقف مجوز

یعنی ان پانچ میں سے کسی پر بھی اگر وقف کیا جائے تو اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ ابتداء کی جائے گی۔اس کے علاوہ جو رموز اقاف میں ان پر وقف کرنے سے اعادہ ضروری ہے۔

سکتہ

روایت حفص کی رو سے قرآن پاک میں چار جگہ سکتہ ہے۔

سورۃ کہف میں عوجا قیما کے عوجا پر

سورۃ یسین کے من مرقدنا ھذا کے مرقدنا پر

سورہ قیامہ کے من راق میں من پر

سورۃ مطففین کے بل ران میں بل پر

کیفیت تلاوت کے تین درجے

ترتیل یعنی بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا جیسے عام طور پر پہلوں وغیرہ میں پڑھا جاتا ہے۔

حدر یعنی اتنی جلدی جلدی پڑھنا کہ حروف بآسانی گے جائیں جیسے عموما نماز تراویح میں پڑھا جاتا ہے۔

تدویر یعنی ترتیل اور حدر کے درمیان درمیان پڑھنا جیسے عام طور پر فرض میں پڑھا جاتا ہے۔

ان تین درجوں کے علاوہ پڑھنے سے حروف میں اکثر کمی بیشی کا امکان ہوجاتا ہے۔

حروف ھجا یا حروف تہجی ۲۹ ہیں۔ان کے ھجا کر کے پڑھے جاتے ہیں اس لئے ان کو حروف ھجا کیا جاتا ہے۔

تشدید شد کو کہتے ہیں

منون دوز بر والے حرف

سن دانت اسنان ی دانت

افراس ڈاڑھیں فرس

تسھیل نرمی سے پڑھنا

تحقیق جھٹکے کے ساتھ پڑھنا

تفخیم پر موٹا پڑھنا

ترقیق نرم پڑھنا

حروف اھجا (حروف نھی) اسماء حروف لھجا

ا الف

ب باء

ت تاء

ث ثاء

ج جیم

ح حاء

خ خاء

صفات کے لغوی معنی برائے حفظ

جہر زوردار بلند کرنا

رحاوت نرمی

استفال نچالی چاہنا نیچے رہنا

انفتاح کھل جانا جدا ہونا

اصمات رکنا

ان کے مقابل صفتیں

ہمس پستی کمزوری

شدت سختی

توسط درمیانی

استعلا بلندی چاہنا

اطباق ملنا

اذلاق پھسلنا

صفات عارضہ

قلقلہ حرکت کرنا

تکریر بار بار

صفیر سیٹی کی اواز

لین نرمی

انحراف ہٹنا

استطالت درازی

تفشی پھسلنا

صفات لازمہ متضادہ

جوایک دوسرے کی ضد (مخالف) ہوں وہ ۱۰ ہیں۔

صفت	معنی	ضد	معنی
ہمس	پستی	جہر	اونچی
شدت	سختی	رحاوت	نرمی
متوسط	درمیان		
استحلا	بلندی چاہنا	استفال	نچائی چاہنا
اطباق	ملنا	انفتاح	کھلا رہنا

ازلاق کنارہ اصمات رکنا

صفات لازمہ غیر متضادہ کی پانچ قسمیں

صفات معنی

صفیر سیٹی

قلقلہ جھنش

تکریر چیز کا بار بار ہونا

تفشی پھیلنا

استطاعت لمبائی چاہنا

میم کے تین قاعدے

(۱) اخفاء شفوی یَعۡتَصِمۡ بِاللهِ

(۲) ادغام شفوی کَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ

(۳) اظہار با اور میم کے علاوہ حرف آئے تو اظہار ہوگا جیسے اَنۡعَمۡتُ

ماخذ و مراجع

قرآن مجید مع ترجمہ جمال القرآن
تفسیر مدارک التنزیل
تفسیر مظہری
تفسیر کبیر
تفسیر القرطبی
تفسیر غرائب القرآن
تفسیر اسرار الفاتحہ
تفسیر ماتریدی
تفسیرات احمدیہ
البیان فی علوم القرآن
علوم القرآن
جمع القرآن
جمال القران فی ترجمۃ القرآن
صحاح ستہ
فتح المبدی شرح تجرید البخاری
مشکوٰۃ المصابیح
مراۃ
اشعۃ اللمعات
کنز العمال
شرح شمائل ترمذی
الفوز الکبیر
شرح عقائد نسفی
شرح فقہ اکبر
الشفاء
تحفہ نصائح
تفسیر جلالین
تفسیر ابن کثیر
البرہان فی علوم القرآن
التبیان فی علوم القرآن للصابونی
علوم القرآن الصبحی
مقدمہ تفسیر المنان
قرآن نمبر
عمدۃ القاری
تیسیر القاری
مظاہر حق
لمعات التنقیح
طبقات ابن سعد
ادب القرآن
تیسیر التجوید
کتاب النشر
نبراس شرح شرح العقائد نسفی
شرح اسماء الحسنیٰ لامام رازی
مدارج النبوت
شرح سفر السعادت

منارالہدی — حصن حصین

اسلام — ملفوظات اعلیٰ حضرت

شرعۃ الاسلام — عمدۃ الاسلام

فتاوی عالمگیری — کشف النظر

ریاض الناصحین — کیمیائے سعادت

عقد الجید — الترغیب والترہیب

بستان العارفین — بہار شریعت

بریقہ محمدیہ شرح محمدیہ — الحدیقۃ الندیہ

تحفہ رسولیہ — غلام محی الدین قشوری

تاریخ القرآن وغرائبہ ورسمہ وحکمہ — محمد طاہر کردی مکی

معترک الاقران فی اعجاز القرآن — امام جلال الدین سیوطی

تاریخ القرآن الکریم — محمد سالم

جمع القرآن کریم فی عہد خلفاء الراشدین — ڈاکٹر عبدالقیوم السندی

مؤلف کی مطبوعہ کتب

[1] عظمتِ قرآن مجید

[2] شرف المصطفیٰ فی تفسیر سورۃ الضحیٰ

[3] طریقہ حج وعمرہ کی دعائیں

[4] الفتح القدسی فی تفسیر آیۃ الکرسی

[5] مصباح الفرائد فی ترجمۃ العقائد

[6] معراج مصطفیٰ

[7] آداب تلاوت قرآن مجید

[8] شرح دعاء قنوت

[9] شرح اسماء الحسنیٰ

[10] شرح اسماء المصطفیٰ ﷺ

[11] شرح عقائد نسفی

[12] شرح عقیدۃ الطحاویہ

[13] حقوق العباد

[14] ذکر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

[15] سیرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

[16] سیرت خاتم النبیین ﷺ

[17] جمال مصطفی ﷺ

[18] کتاب الحج

[19] حج نبوی ﷺ

[20] فضائل صحابہ واہل بیت

مؤلف کی غیر مطبوع کتب ورسائل

سیرت افضل الرسل (المعروف) سیرت مصطفی

میلاد مصطفی

نورانیت مصطفی ﷺ

سیرت مصطفی ایک نظر میں

قرآنی سورتوں کا تعارف
کتاب مبین
شرح عمدۃ العقائد
شرح فقہ اکبر
شرح قصیدہ بانت سعاد
فضائل مکہ مکرمہ
ذکرہ علی ہجویری رحمہ اللہ تعالی
ترجمہ اردو المنسک المتوسط مترجم (حج وعمرہ کے احکام)
شان اولیاء اللہ (شرح حدیث قدسی)
عظمت خلفاء راشدین
امام اھل السنۃ والجماعۃ ابو منصور ماتریدی
ترجمہ مختصر المنار
ترجمہ متن منار الانوار (مترجم عربی اردو)
فضائل شب براءت
ترجمہ تخلیص المفتاح (مترجم عربی اردو)
شرح مائۃ عامل (جدید)
خلاصۃ الصرف
تسہیل صرف اردو ترجمہ زنجانی
ترجمہ العقیدۃ الطحاویہ

ذکر مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کتاب الایمان
کتاب التصوف والاحسان
تذکرہ مجدد الف ثانی
سفرنامہ حرمین
فضائل مدینہ منورہ
حضرت ابوبکر صدیق
صدقہ جاریہ
ترجمہ اردو منیۃ المصلی
تذکرہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ
علامہ ابو الثناء محمود آلوسی
مجموعہ اشعار (پنجابی)
ترجمہ زاد الطالبین
حج نبوی
خلفاء اربعہ کی فضیلت
مناقب چار یار
تسہیل الصرف اردو صرف میر
ذکر میلاد النبی
عظمت خلفاء راشدین